



اصول عقائد

مشکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

پیش لفظ	18
مقدمہ	23
شریعت کے اجزاء:	24
عقیدہ	25
عقیدہ کا لغوی معنی:	25
عقیدہ کا اصطلاحی معنی:	25
عمل:	25
عبادت کا لغوی معنی:	25
عبادت کا اصطلاحی معنی:	26
عقیدہ اور عمل میں فرق:	26
فرق نمبر 1: عقیدہ اصل، عمل فرع	26
عدد اور صفر میں چند فرق	26

28	 فرق نمبر 2: عقیدہ کا محل دل، عمل کا بدن
28	 فرق نمبر 3: انبیاء علیہم السلام کے عقائد میں اتفاق، مسائل میں اختلاف
29	 ضروریات دین کی مثال:
29	 ضروریات اہل السنۃ والجماعۃ کی مثال:
30	 عقیدہ کی اہمیت
30	 کفر اور شرک کا ناقابلِ معافی جرم ہونا
32	 کفر و شرک کے علاوہ بڑے سے بڑا گناہ کا قابلِ معافی ہونا
34	 معرفت عقیدہ
34	 علم الکلام اور علم الفقہ
35	 الفقہ الاکبر اور الفقہ الاصغر
36	 فصل اول
37	 علم الکلام
37	 علم الکلام کی تعریف:
37	 عقائد قطعیه اور عقائد ظنیہ
38	 علم الکلام کا موضوع:
38	 علم الکلام کی غرض و غایت:
38	 علم العقائد کو "علم الکلام" کہنے کی وجہ:

- 40 علم الکلام کی اہمیت:
- 41 علم الکلام کی فضیلت:
- 46 ائمہ علم الکلام
- 46 (1): امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ 150ھ:
- 46 نام و نسب:
- 46 ولادت:
- 46 امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ؛ اول مدون فقہ اسلامی:
- 46 امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ؛ اول متکلم:
- 47 الفقہ الاکبر؛ علم الکلام میں اول تصنیف:
- 47 وفات:
- 47 تالیفات و تصنیفات:
- 48 (2): امام ابوالحسن اشعری الشافعی رحمہ اللہ 324ھ:
- 48 نام و نسب:
- 48 ولادت:
- 48 حالات:
- 49 وفات:
- 49 تالیفات و تصنیفات:
- 49 (3): امام ابو منصور ماتریدی الحنفی رحمہ اللہ 333ھ:
- 49 نام و نسب:

50	ولادت:
50	حالات:
50	وفات:
50	تالیفات وتصنیفات:
51	فائدہ نمبر 1: تین ائمہ کلام کا تذکرہ کرنے کی وجہ
52	فائدہ نمبر 2: ائمہ اہل السنۃ کے عقائد کے اختلاف کی نوعیت
53	فائدہ نمبر 3: نزاع حقیقی اور نزاع لفظی
53	شبہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد اشعری اور ماتریدی کیوں؟
54	جواب نمبر 1:
54	جواب نمبر 2:
55	فرقہ معزلہ کی ابتداء:
57	عقائد کی اقسام
57	عقائد قطعیہ:
57	عقائد ظنیہ:
58	دلیل قطعی:
58	[1]: قرآن کریم
59	[2]: حدیث متواتر
59	حدیث متواتر کی اقسام:
60	1: متواتر لفظی

2:	متواتر معنوی	61
[3]:	اجماع	62
	دلیل ظنی:	63
(1)	قطعی الثبوت ظنی الدلالت	63
(2)	ظنی الثبوت قطعی الدلالت	65
(3)	ظنی الثبوت ظنی الدلالت	66
(4)	استنباط	68
	فصل دوم	74
	ترجیح عقیدۃ الاسلاف	75
	فصل سوم	80
	مراعاة المعنى الظاهري للنصوص	81
اصل نمبر 1:	نصوص کو ظاہری معنی پر محمول کرنا	81
اصل نمبر 2:	نصوص کا ظاہری معنی مراد نہ لینے کی صورت میں تاویل کا واجب ہونا	83
اصل نمبر 3:	نصوص کو ظاہری معنی قائم رکھتے ہوئے اشارہ خفیہ یا لطیفہ علمیہ کا جائز ہونا	85
اصل نمبر 4:	نصوص کا ظاہری معنی ترک کر کے صرف باطنی معنی نہ لینا	87
فائدہ:	اصل نمبر 3 اور 4 میں فرق	89
	فرقہ باطنیہ کا تعارف:	90

91	فصل چہارم.....
92	اجماع.....
92	اجماع کا لغوی معنی:
92	اجماع کا اصطلاحی معنی:
92	اجماع؛ دلیل شرعی:
94	اجماع کی اہمیت:
97	اجماع کی قسمیں:
97	1: اجماع کلی
97	2: اجماع اکثری
98	اجماع کے مراتب:
98	(1): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قولی اجماع
99	(2): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوتی اجماع
102	فائدہ: خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اجتہاد پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی خاموشی کا حکم
103	(3): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں صحابہ کا اختلاف منقول نہ ہو)
104	(4): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں سابق مجتہدین کا اختلاف منقول ہو)
106	فائدہ نمبر 1: اجماع کل اور اجماع اکثری
107	فائدہ نمبر 2: ہر اجماع کا منکر کا فر نہیں
107	فائدہ نمبر 3: ہر فن میں معتبر اجماع کا معیار
108	اول منکر اجماع:

108	منکر اجماع کی سزا:
109	فاسد العقیدہ کے انکار سے اجماع متاثر نہیں ہوتا:
111	فصل پنجم
112	ترجیح النقل علی العقل
118	فصل ششم
119	حَقِیَّةُ الْإِعْتِقَادِ
128	فصل ہفتم
129	ایمان
129	ایمان کا لغوی معنی:
129	ایمان کا اصطلاحی معنی:
129	ایمان کی قسمیں:
130	ایمان مجمل:
130	ایمان مفصل:
133	أَلَا يُمَانُ لَا يُزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ
137	شرائط ایمان

فصل ہشتم 143

اسلام 144

اسلام کا لغوی معنی: 144

اسلام کا اصطلاحی معنی: 144

ایمان اور اسلام میں فرق: 144

ایمان اور اسلام میں معیار؛ صحابہ رضی اللہ عنہم 147

1: معیارِ ایمان 148

2: معیارِ اسلام 150

فصل نہم 153

کفر کا بیان 154

کفر کا لغوی معنی: 154

کفر کا اصطلاحی معنی: 154

کفر کی اقسام 154

[1]: کفرِ انکار 154

[2]: کفرِ نفاق 155

نفاق کا معنی: 155

نفاق کی قسمیں: 155

1: نفاقِ اعتقادی 155

۲: نفاقِ عملی	156
[3]: کفر ارتداد	157
[4]: کفر شرک	160
[5]: کفر کتابی	160
[6]: کفر دہری	160
[7]: کفر معطلی	160
[8]: کفر زندقہ	161
[9]: کفر جہود	161
[10]: کفر عناد	161
[11]: کفر مفادی	162
کفر کی گیارہ اقسام کا ماخذ	162
فتویٰ تکفیر میں احتیاط	167
شرائط تکفیر	168
شرائط اہل افتاء	169
معرفتِ عرف	170
تکفیر کے اسباب	172
1: انکار	172

173	2: استتلال
173	3: استخفاف
174	4: استہزاء
174	(1) مزاح:
175	(2) مذاق:
176	(3) استہزاء:
176	5: تاویل باطل
178	تاویل
178	تاویل کا لغوی معنی:
178	تاویل کا اصطلاحی معنی:
178	تاویل کی قسمیں:
178	[1]: التاویل الصحیح
180	[2]: التاویل الباطل
180	دلائل قطعیہ
181	"تاویل باطل" کو تاویل کہنے کا مطلب
181	تاویل کے اصول و اقسام:
182	1: بعض مقامات پر تاویل واجب ہے
182	پہلی صورت: لغوی اور ظاہری معنیٰ مراد لینا متعذر ہو
184	دوسری صورت: ظاہری معنیٰ کے خلاف دلیل یقینی موجود ہو

190	2: بعض مقامات میں تاویل جائز ہے
190	پہلی شرط: لفظ میں تاویل کا احتمال ہو
192	دوسری شرط: مؤول اہل ہو
193	3: بعض مقامات میں تاویل باطل ہے
194	موانع کفر
194	1: احتمال
199	2: سبقت لسانی
201	3: اکراہ
202	4: دینی ضرورت
205	5: لزوم کفر
207	فصل دہم
208	مر تکب کبیرہ کا حکم
209	چند اشکالات کے جوابات:
213	اہل قبلہ
213	لغوی معنی:
213	اصطلاحی معنی:
214	اہل قبلہ کا حکم:

214	اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا معنی:
217	فصل یازدہم
218	جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو ان کا اُخروی حکم
224	فصل دوازدہم
225	کفار سے تعلقات کا حکم
225	موالات کا حکم:
226	مدارات کا حکم:
229	مواسات کا حکم:
232	معاونت کا حکم:
234	فصل سیزدہم
235	لعنت کرنے کا حکم
235	لعنت کا لغوی معنی:
235	لعنت کا اصطلاحی معنی:
235	لعنت بھیجنے کے حکم کی تفصیلات:
251	فصل چہار دہم
252	فاسد العقیدۃ شخص کی اقتداء میں نماز کا حکم

فصل پانزدہم 256

سنت 257

سنت کا لغوی معنی: 257

سنت کا اصطلاحی معنی: 257

سنت رسول ﷺ کی تعریف: 257

سنت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم: 257

سنت کی اقسام: 260

سنت عادت: 260

سنت عبادت: 260

سنت اور رواج میں فرق 261

1. سنت 261

2. رواج 262

بدعت 262

لغوی معنی: 262

اصطلاحی معنی: 263

بدعت کی تقسیم: 263

1: بدعت حسنہ 264

2: بدعت سیئہ 264

- 264 بدعت کی قباحت احادیث کی روشنی میں:
- 267..... خاتمہ
- 268..... شاذ اور فرقہ
- 268 شاذ:
- 269 فرقہ:
- 269 ۱: فرقہ ناجیہ
- 269 ۲: فرقہ ضالہ
- 269 ۱: فرقہ ضالہ کافرہ
- 270 ۲: فرقہ ضالہ مبتدعہ
- 276..... دین، مسلک، مذہب، منہج
- 276 دین:
- 276 مسلک:
- 278 مذہب:
- 279 منہج:
- 279 چند فوائد:
- 280..... چند الفاظ میں فرق
- 280 تشدد اور تسدد میں فرق:

- 280 تعصب اور تصلب میں فرق:
- 283..... ایمان و کفر
- 283..... سنت و بدعت
- 284..... چند کتب
- 285..... دعائے اختتام
- 286..... کتابیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ!

علم و فنون کی دنیا میں ”اصول“ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ہر فن اپنے مخصوص اصول و قواعد کے بغیر تشنہ اور غیر مربوط رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے ہر علم کے لیے اصول مدون کیے؛ تاکہ جو شخص اس فن میں قدم رکھے، وہ ابتداء ہی سے صحیح سمت پر گامزن ہو، اور ان بنیادوں پر اپنی تحقیق و فہم کی عمارت کھڑی کرے۔ اسی حکمت کے پیش نظر ”اصول حدیث“، ”اصول تفسیر“، ”اصول فقہ“ اور ”اصول جرح و تعدیل“ جیسے علوم وجود میں آئے اور علمی ترقی کی راہیں ہموار ہوئیں۔

اصولوں کی اسی اہمیت کے پیش نظر ہم نے مختلف علوم و فنون کے اصول پیش کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ خواص و عوام ان سے روشناس ہوں اور متعلقہ علم و فن میں علی وجہ البصیرت قدم رکھ سکیں۔ انہی اصولوں کی ایک نہایت اہم کڑی یہ کتاب ”اصول عقائد“ ہے۔ چونکہ عقیدہ اسلام کی اساس اور دین کی بنیاد ہے، اس لیے اس کے اصول متعین کرنا اور ان کی وضاحت کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں ہم نے عقائد اسلامی کے اصولی مباحث کو اجمالی و تفصیلی دونوں پہلوؤں سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کتاب میں درج ذیل تین امور بیان ہوں گے:

1: مقدمہ

2: پندرہ فصول

3: خاتمہ

ہر ایک کی تفصیل یہ ہے:

[1]: مقدمہ میں پانچ بنیادی باتیں مذکور ہوں گی:

۱: عقیدہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

۲: عبادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

۳: عقیدہ اور عمل میں تین فرق

۴: عقیدہ کی اہمیت

۵: عقیدہ کی معرفت

[2]: پندرہ فصول کی تفصیل یہ ہے:

فصل اول: اس میں آٹھ باتیں بیان ہوں گی:

۱: علم الکلام کی تعریف، موضوع، غرض و غایت

۲: علم العقائد کو علم الکلام کہنے کی وجوہ

۳: علم الکلام کی اہمیت

۴: علم الکلام کی فضیلت

۵: علم الکلام کے تین ائمہ کا تعارف

۶: فرقہ معتزلہ کی ابتداء

۷: عقائد کی دو قسمیں؛ قطعیہ اور ظنیہ

۸: دلیل قطعی کی تین اقسام اور دلیل ظنی کی چار اقسام

فصل دوم: اس فصل میں ایک بنیادی اصول ”ترجیح عقیدۃ الاسلاف“ کو بیان کیا گیا ہے یعنی اگر اہل کا کوئی

عقیدہ بظاہر نصوص سے ٹکرا جائے تو وہاں اسلاف کے فہم کی روشنی میں نصوص کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

فصل سوم: اس میں دو باتیں مذکور ہیں:

۱: نصوص کا ظاہری معنی مراد لینا ضروری ہے یا اس میں تاویل کی جاسکتی ہے اس بارے چار اہم اصول بیان ہوں گے۔

۲: فرقہ باطنیہ کا تعارف اور ان کے بنیادی عقائد۔

فصل چہارم: اس میں دلائل شرعیہ میں سے تیسری دلیل اجماع کے بارے میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱: اجماع کا لغوی اور اصطلاحی معنی

۲: اجماع کے حجت ہونے پر دلائل

۳: اجماع کی اقسام

۴: اجماع کے مراتب

۵: سب سے پہلے اجماع کا انکار کس نے کیا

۶: اجماع کے منکر کی دوسزائیں

۷: اجماع فن والوں کا معتبر ہوگا

۸: اجماع اہل حق کا معتبر ہوگا

فصل پنجم: اس میں اس اصول پر بات کی گئی ہے کہ نقل اور عقل میں ٹکراؤ کی صورت میں نقل کو ترجیح

ہوگی۔

فصل ششم: اس میں پانچ دلیلوں سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ ہر مؤمن کو یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ میرا عقیدہ حق ہے اور میرے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔

فصل ہفتم: اس میں ایمان کے بارے چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱: ایمان کا لغوی اور اصطلاحی معنی

۲: ایمان مجمل اور ایمان مفصل

۳: نفس ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی

۴: ایمان کی شرائط

فصل ہشتم: اس میں اسلام کے بارے تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱: اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی

۲: ایمان اور اسلام میں نسبت یعنی یہ دونوں ایک ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے

۳: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان اور اسلام کے لیے معیار حق ہیں

فصل نہم: یہ فصل ایمان کی ضد کفر کے بارے میں ہے اور اس میں کفر اور تکفیر سے متعلق دس باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱: کفر کا لغوی اور اصطلاحی معنی

۲: کفر کی گیارہ اقسام

۳: نفاق کی دو قسمیں

۴: فتویٰ تکفیر میں احتیاط

۵: تکفیر کی چار بنیادی شرطیں

۶: تکفیر کے پانچ اسباب

۷: تاویل کا لغوی اور اصطلاحی معنی

۸: تاویل کی قسمیں

۹: تاویل کے اہم اصول

۱۰: تکفیر میں رکاوٹ بننے والے پانچ موانع

فصل دہم: اس فصل میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱: گناہ کبیرہ کرنے سے انسان ایمان سے محروم نہیں ہوتا

۲: مرتکب کبیرہ کے بارے میں تین اہم سوالات کے جوابات

۳: اہل قبلہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

۴: اہل قبلہ کا حکم

فصل یازدہم: جس شخص کو ایمان کی یا اسلامی احکام کی دعوت نہ پہنچی ہو تو آخرت میں اس کا مواخذہ ہو گا یا نہیں؟ اس حوالے سے افراد کی پانچ اقسام اور ان کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

فصل دوازدہم: اس میں کفار سے تعلقات کی چار اقسام موالات، مدارات، مواساة اور معاونت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

فصل سیزدہم: اس میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱: لعنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

۲: کن پر لعنت کرنا جائز ہے اور کن پر جائز نہیں؟ اس حوالے سے افراد کی دس اقسام اور ہر قسم کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

فصل چہار دہم: اس میں چھ حوالہ جات سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ فاسد العقیدہ شخص کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ایک اشکال کا جواب بھی مذکور ہے۔

فصل پانزدہم: اس میں سنت و بدعت کے حوالے سے آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱: سنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

۲: سنت رسول کی تعریف

۳: سنت خلفائے راشدین

۴: سنت کی دو اقسام

۵: سنت اور رواج میں فرق

۶: بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

۷: بدعت کی دو قسمیں

۸: بدعت کی قباحت

3: خاتمہ

اس میں دس باتیں بیان ہوں گی:

۱: شاذ اور فرقہ کی تعریف اور دونوں کا حکم

۲: فرقہ کی تعریف اور فرقہ کی اقسام

۳: فرقہ ضالہ کی دو قسمیں

۴: تہتر فرقوں کا مطلب

۵: تہتر واں فرقہ کون سا ہے

۶: دین، مسلک، مذہب اور منہج کی وضاحت

۷: تشدد اور تسدد میں فرق

۸: تعصب اور تصلب میں فرق

۹: ایمان و کفر، سنت و بدعت کی مختصر وضاحت

۱۰: عقائد اور اصول عقائد پر چند کتب کے نام

یوں یہ کتاب اصول عقائد کے موضوع پر ایک جامع اور متوازن کوشش ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب ان طلبہ، محققین اور عام قارئین کے لیے یکساں طور پر مفید ثابت ہوگی جو صحیح العقیدہ رہنمائی کے متلاشی ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے فہم دین کو مضبوط اصولی بنیادوں پر استوار کریں۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کے ذریعے عقائد صحیحہ کے فروغ اور باطل نظریات کے ازالے کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم و صلی اللہ علی النبی محمد والہ وازواجہ و صحبہ اجمعین۔

محتاج دعا

محمد ریاض کھن

سرپرست مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

اتوار؛ 18- ربیع الثانی 1447ھ، 12- اکتوبر 2025ء

مقدمہ

عمل؛ لغوی و اصطلاحی معنی	عقیدہ؛ لغوی و اصطلاحی معنی
عقیدہ اور عمل میں فرق	عبادت؛ لغوی و اصطلاحی معنی
معرفتِ عقیدہ	عقیدہ کی اہمیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَالْعَصْرِ (۱) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (۲) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۳)﴾^[1]

ترجمہ: زمانے کی قسم بے شک وہی انسان کامیاب ہے جس کا عقیدہ درست ہو، عمل سنت کے مطابق ہو، صحیح عقیدہ اور سنت عمل کی تبلیغ و اشاعت بھی کرتا ہو اور اگر اس تبلیغ و اشاعت پر مصائب و پریشانیاں آئیں تو ان پر صبر بھی کرتا ہو۔

شریعت کے اجزاء:

اگر شریعت کے اجزاء کی تفصیلی تقسیم کی جائے تو شریعت کے اجزاء پانچ ہیں:

- 1: اعتقادات
- 2: عبادات
- 3: اخلاقیات
- 4: معاشرات
- 5: معاملات

اگر شریعت کے اجزاء کی درمیانی تقسیم کی جائے تو شریعت کے اجزاء تین ہیں:

- 1: اعتقادات
- 2: عبادات
- 3: اخلاقیات

اور اگر شریعت کے اجزاء کی مختصر تقسیم کی جائے تو شریعت کے اجزاء دو ہیں:

- 1: اعتقادات
- 2: عبادات

عقیدہ

عقیدہ کا لغوی معنی:

1: مَا عَقِدَ عَلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْضَّمِيرُ. [2]

ترجمہ: انسان اپنے دل و ضمیر کو جس کا پابند بنائے اسے عقیدہ کہتے ہیں۔

2: مَا تَدَيَّنَ بِهِ الْإِنْسَانُ وَاعْتَقَدَهُ. [3]

ترجمہ: جس کو انسان اپنا دین بنائے اور اس کا اعتقاد رکھے اسے عقیدہ کہتے ہیں۔

عقیدہ کا اصطلاحی معنی:

الْعَقِيدَةُ هِيَ: الْحُكْمُ الْجَازِمُ الَّذِي يَقْبَلُهُ الْقَلْبُ وَتَطْمَئِنُّ إِلَيْهِ النَّفْسُ، حَتَّى يَصِيرَ يَقِينًا ثَابِتًا لَا يُخَالِطُهُ شَكٌّ. [4]

ترجمہ: عقیدہ وہ پختہ حکم ہے جسے دل تسلیم کر لے اور نفس اس پر اطمینان پالے، یہاں تک کہ وہ ایسا ثابت یقین بن جائے جس میں شک کی گنجائش نہ ہو۔

عمل:

عمل سے مراد ”عبادات“ ہیں۔

عبادت کا لغوی معنی:

محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی رحمہ اللہ (ت 660ھ) لکھتے ہیں:

[2] المنجد: ص 519، مادہ ع ق و

[3] المنجد: ص 519، مادہ ع ق و

[4] التنقيحات از محمد الياس گھمن

الْعِبَادَةُ؛ الطَّاعَةُ. [5]

ترجمہ: عبادت کا معنی اطاعت کرنا ہے۔

عبادت کا اصطلاحی معنی:

امام علی بن محمد بن علی المعروف میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ (ت 816ھ) لکھتے ہیں:

فَعُلَ الْمُكَلَّفُ عَلَى خِلَافِ هَوَايَ نَفْسِهِ تَعْظِيمًا لِلرَّبِّهِ. [6]

ترجمہ: مکلف آدمی کا اپنے رب کی تعظیم کی وجہ سے اپنے نفس کی خواہش کی مخالفت کرتے ہوئے عمل کرنا۔

عقیدہ اور عمل میں فرق:

فرق نمبر 1: عقیدہ اصل، عمل فرع

عقیدہ اصل ہے اور عمل فرع ہے، جو فرق اصل اور فرع میں ہے وہی فرق عقیدہ اور عمل میں ہے۔

توضیح:

عقیدہ کی مثال عدد کی ہے جو اصل ہے اور عمل کی مثال صفر کی ہے جو کہ فرع ہے۔

فائدہ: عدد اور صفر میں چند فرق

(1): عدد صفر کے بغیر ایک بھی ہو تو اس کی قیمت ہے اور صفریں عدد کے بغیر جتنی بھی ہوں تو بے قیمت ہیں۔ اسی

طرح عقیدہ عمل کے بغیر بھی قیمتی ہے اور عمل جتنے بھی ہوں بغیر عقیدہ کے بے قیمت یعنی بغیر اجر و ثواب کے ہیں۔

مثال:

مؤمن غیر صالح جس کے پاس ایک نیکی بھی نہ ہو، صرف ایمان ہو تو اس کی بھی قیمت ہے اور کافر صالح

[5] مختار الصحاح: ص 205 باب العین

[6] کتاب التعريفات: ص 105 باب العین

(جس کے پاس کچھ اچھے اعمال ہوں) کے پاس چونکہ ایمان نہیں ہے اس لیے اس کے جتنے بھی اعمال ہوں وہ بے قیمت ہیں۔

(2): صفر کے ساتھ عدد آئے تو صفر کی قیمت بن جاتی ہے اور عدد کے ساتھ صفر آئے تو عدد کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح عمل اگر عقیدے کے ساتھ ہو تو عمل کی قیمت بن جاتی ہے اور عقیدے کے ساتھ عمل ہو تو عقیدے کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔

مثال:

کافر کے عمل کے ساتھ اگر ایمان شامل ہو جائے تو کافر کے عمل کی قیمت بن جاتی ہے اور مؤمن کے ایمان کے ساتھ اگر عمل بھی مل جائے تو مؤمن کے ایمان کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔

(3): صفر کو دائیں کے بجائے عدد کے بائیں جانب لگائیں تو صفر کی قیمت نہیں بنتی۔ اسی طرح عمل کی قیمت بھی اس وقت ہوتی ہے جب اپنے مقام پر ہو، اگر مقام بدل جائے تو عمل بے قیمت یعنی بے اجر و ثواب ہو جاتا ہے۔

مثال:

اگر فجر کی نماز سورج نکلنے سے پہلے پڑھ لی جائے تو قیمتی یعنی عند اللہ مقبول ہے کیونکہ یہ اپنے مقام پر پڑھی گئی ہے، اور اگر عین سورج نکلنے وقت پڑھی جائے غیر قیمتی یعنی عند اللہ غیر مقبول ہے، کیونکہ اب یہ اپنے مقام پر نہیں پڑھی گئی۔

(4): صفر دائیں جانب ایک ہو تو بھی قیمتی ہے اور اگر بائیں جانب بہت زیادہ ہوں تو بھی بے قیمت ہیں بلکہ جتنی صفریں بڑھتی جائیں گی اتنا نقصان ہوتا جائے گا، وقت کا ضیاع، سیاہی کا ضیاع اور کاغذ کا ضیاع۔ بالکل اسی طرح عمل اپنے مقام پر تھوڑا ہو تو بھی قیمتی یعنی مفید ہو گا اور اگر اپنے مقام پر نہ ہو تو جتنا ہو بے قیمت یعنی بلا اجر و ثواب، مفید ہونے کے بجائے باعثِ زجر و عذاب ہو گا۔ سنت تھوڑی بھی ہو تو مفید ہے، بدعات جتنی زیادہ ہوں اتنا نقصان ہے۔

مثال:

سورج نکلنے کے پندرہ منٹ بعد اگر آپ دو رکعت پڑھیں گے اشراق ہوگی سنت ہے بہت اجر ہے اور اگر سورج نکلنے کے فوراً بعد دس رکعات بھی پڑھیں تو بے فائدہ اور بے قیمت بلکہ اگر اسے سنت سمجھ کر پڑھیں گے تو یہ

بدعت بھی ہوگی اور گناہ بھی بہت زیادہ ہوگا۔

فرق نمبر 2: عقیدہ کا محل دل، عمل کا بدن

عقیدہ کا محل ”دل“ اور عمل کا محل ”بدن“ ہے، جو فرق دل اور بدن میں ہے وہی عقیدہ اور عمل میں ہے اور یہ دو فرق ہیں:

(1): جو چیز جتنی قیمتی ہو اس کے رکھنے کا محل بھی اتنا محفوظ ہوتا ہے اور جو اس سے نسبتاً کم ہو اس کے رکھنے کا محل بھی نسبتاً کم محفوظ ہوتا ہے۔

مثال:

♦ سونا، جو اہرات زیادہ قیمتی ہیں، اس لیے اس کی حفاظت کا اہتمام زیادہ کرتے ہوئے انہیں تالے میں رکھ کر باہر حفاظت کے لیے پہریدار کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

♦ کپڑا، جو تا قیمت میں نسبتاً کم ہے تو ان کی حفاظت بھی کم ہوتی ہے۔

♦ سبزی، آلو، پیاز کی قیمت نسبتاً مزید کم ہوتی ہے تو ان کی حفاظت بھی مزید کم ہوتی ہے۔

عقیدہ چونکہ زیادہ قیمتی تھا اس کا محل دل کو بنایا، عمل نسبتاً کم قیمتی تھا اس کا محل اعضائے بدن کو بنایا۔

(2): قلب کے بعض اجزاء کٹ جائیں تو بندہ مر جاتا ہے اور اعضائے جسم میں سے بعض اعضاء کٹ جائیں تو بندہ زندہ رہتا ہے اگرچہ کمزور اور ناقص ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ضروریات دین میں سے کوئی ایک عقیدہ چھوٹ جائے تو بندہ ایمان سے نکل کر کفر میں چلا جاتا ہے، اور اگر ضروریات اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کوئی ایک عقیدہ چھوٹ جائے تو بندہ اہل السنۃ والجماعۃ سے نکل کر اہل بدعت میں شامل ہو جاتا ہے، اور اگر کچھ اعمال چھوٹ جائیں تو بندہ مومن ہی رہتا ہے اگرچہ کمزور اور ناقص ایمان والا یعنی فاسق ہو جاتا ہے۔

فرق نمبر 3: انبیاء علیہم السلام کے عقائد میں اتفاق، مسائل میں اختلاف

عقائد تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان اتفاقی تھے، کبھی اختلاف نہیں ہوا اور اعمال و مسائل انبیاء علیہم السلام کے درمیان بھی اختلافی تھے۔

فائدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں عقائد میں اختلاف نہیں ہوا جبکہ مسائل میں اختلاف ہوا ہے۔ ہاں البتہ عقائد کا اختلاف تابعین کے دور میں ہوا ہے۔

ضروریاتِ دین کی مثال:

ایک شخص تمام عقائد کو مانتا ہے لیکن عقیدہ توحید کو نہیں مانتا تو اسلام سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص تمام عقائد کو مانتا ہے لیکن عقیدہ ختم نبوت کو نہیں مانتا تو وہ بھی اسلام سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

ضروریاتِ اہل السنۃ والجماعۃ کی مثال:

ایک بندہ تمام عقائد کو مانتا ہے لیکن عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا تو یہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہو کر اہل بدعت میں داخل ہو جاتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَبِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَبِيْدٌ مَّجِيْدٌ

عقیدہ کی اہمیت

”اعتقاد“ اصل ہے، ”عمل“ فرع ہے۔ صحیح اعتقاد کے بغیر آخرت کے عذاب سے نجات ممکن نہیں جبکہ عمل صالح کے بغیر نجات کی امید ہے، البتہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں اور چاہیں تو قانونِ عدل سے سزا دیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ مِنَ السَّيِّئَاتِ دُونَ الشِّرْكِ وَالْكَفْرِ وَلَمْ يَتُبْ عَنْهَا صَاحِبُهَا حَتَّى مَاتَ مُؤْمِنًا فِي مَشِيئَةِ اللَّهِ تَعَالَى إِنْ شَاءَ عَذَابُهُ وَإِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَلَمْ يُعَذِّبْ بِالنَّارِ أَصْلًا.^[7]

ترجمہ: شرک اور کفر کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہیں اگر ان کا مرتکب توبہ کیے بغیر حالتِ ایمان میں فوت ہو جائے تو ایسے شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو اسے معاف فرمادے اور جہنم کا عذاب بالکل نہ دے۔

فائدہ:

یہاں دو باتیں قابلِ فہم ہیں:

- 1: کفر اور شرک کا قابلِ معافی جرم ہیں۔
- 2: کفر و شرک کے سوا ہر گناہ اللہ کے معاف کرنے سے قابلِ معافی ہے۔

1: کفر اور شرک کا ناقابلِ معافی جرم ہونا

دلیل نمبر 1:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۖ وَكَذَٰلِكَ نُجَزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٨﴾

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، نہ تو ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہو پائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گزر جائے۔ اور ہم مجرموں کو ایسے ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 2:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزَنًا﴾ [9]

ترجمہ: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کے سامنے پیشی کا انکار کیا، چنانچہ ان کے سب کام اکارت گئے، اس لیے ہم قیامت کے دن ان کا ذرا بھی وزن شمار نہ کریں گے۔

دلیل نمبر 3:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ جَعَلَ لِلَّهِ نِدًّا جَعَلَهُ اللَّهُ فِي النَّارِ." [10]

ترجمہ: حضرت ابو وائل (شقیق بن سلمہ) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈالے گا۔

[8] سورة الاعراف: 40

[9] سورة الكهف: 105

[10] مسند احمد: ج 4 ص 44 رقم الحدیث 3811

2: کفر و شرک کے علاوہ بڑے سے بڑا گناہ کا قابلِ معافی ہونا

دلیل نمبر 1:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ [11]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس جرم کو معاف نہیں کرتا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے علاوہ اور جس گناہ کو چاہے معاف کر دیتا ہے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا، اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

دلیل نمبر 2:

﴿قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ [12]

ترجمہ: کہہ دیجیے (اے نبی)! اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کی ہے! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بہت بخشنے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

دلیل نمبر 3:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ يَعْمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدِّبَلِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدْ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَىٰ ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قُلْتُ: وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ. قُلْتُ: وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ. قُلْتُ: وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنَىٰ وَإِنْ سَرَقَ.

[11] سورة النساء: 48

[12] سورة الزمر: 53

زَنِي وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ. [13]

ترجمہ: یحییٰ بن یعر سے روایت ہے کہ انہوں نے انہیں بیان کیا کہ ابو الاسود دیلی نے انہیں بیان کیا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے انہیں بیان کیا، انہوں نے کہا: میں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ایک سفید کپڑا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے۔ (میں واپس چلا آیا پھر) دوبارہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیدار ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور پھر وہ اسی حالت میں فوت ہوا تو ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ میں نے عرض کیا کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے تب بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے! میں نے دوبارہ عرض کیا کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے تب بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ہاں! چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے! میں نے تیسری بار عرض کیا کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے تب بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! چاہے وہ زنا کرے اور چوری کرے! خواہ ابو ذر کونا گوار گزرے۔

فائدہ: عقیدہ ایک بھی خراب ہو تو اسلام کی ساری عمارت خراب ہو جاتی ہے۔

إِنَّ الْعَقَائِدَ كُلَّهَا أَسُّ لِّلْإِسْلَامِ الْفَتَى
إِنْ ضَاعَ أَمْرٌ وَاحِدٌ مِنْ بَيْنِهِنَّ فَقَدْ غَوَى

ترجمہ: تمام عقائد انسان کے اسلام کی بنیاد ہیں، اگر ان میں سے ایک عقیدہ بھی خراب ہو جائے تو انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔

خِشْتِ اَوَّلُ چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

ترجمہ: اگر معمار پہلی اینٹ کو ٹیڑھا رکھے تو دیوار ثریا ستارے تک ٹیڑھی جاتی ہے۔

معرفتِ عقیدہ

عقائد کو اہمیت کے ساتھ سیکھنا ہر شخص پر لازم ہے کیونکہ عقائد دین کی بنیاد ہیں۔ انہی پر اسلام کی عمارت کا دارومدار ہے۔ اگر بنیاد موجود نہ ہو تو عمارت کا وجود ممکن نہیں۔ اسی طرح اگر عقائد موجود نہ ہوں تو اسلام کی عمارت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

وَإِذَا أُشْكِلَ عَلَى الْإِنْسَانِ شَيْءٌ مِنْ دَقَائِقِ عِلْمِ التَّوْحِيدِ فَإِنَّهُ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَعْتَقِدَ فِي الْحَالِ مَا هُوَ الصَّوَابُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى إِلَى أَنْ يَجِدَ عَالِمًا فَيَسْأَلُهُ وَلَا يَسْعُهُ تَأْخِيرُ الطَّلَبِ وَلَا يُعْذَرُ بِالْوُقُوفِ فِيهِ وَيُكْفَرُ إِنْ وَقَفَ فِيهِ. [14]

ترجمہ: انسان کو اگر علم توحید کے مسائل (جو ذات و صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہیں) سمجھنے میں دشواری پیش آئے تو اسے چاہیے کہ فی الحال تو یہ عقیدہ رکھے کہ اس مسئلہ میں جو بات اللہ تعالیٰ کے ہاں درست ہے بس میرا بھی وہی عقیدہ ہے تا وقتیکہ اسے کوئی عالم مل جائے تو اس سے صحیح عقیدہ معلوم کر لے۔ اس کے لیے ان مسائل میں کسی قسم کی تاخیر کی گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص ان مسائل میں توقف اختیار کرے تو اس کا یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا بلکہ اس بارے میں توقف کرنے والے شخص پر فتویٰ کفر لگایا جائے گا۔

فائدہ نمبر 1: علم الکلام اور علم الفقہ

جس علم میں عقائد سے بحث ہو اسے ”علم العقائد“ اور ”علم الکلام“ کہتے ہیں۔

جس علم میں اعمال اور احکام سے بحث ہو اسے ”علم الفقہ“ کہتے ہیں۔

فائدہ نمبر 2: الفقہ الاکبر اور الفقہ الاصغر

علم العقائد اور علم الکلام کو ”فقہ الاکبر“ اور علم الفقہ کو ”فقہ الاصغر“ بھی کہتے ہیں۔

امام ابوالمؤید موفق بن احمد الخوارزمی المکی الحنفی رحمہ اللہ (ت 568ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام حماد بن

ابی حنیفہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے:

عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ يَأْمُرُنِي بِطَلَبِ الْكَلَامِ وَيَحْدُونِي كَثِيرًا عَلَيْهِ وَيَقُولُ: يَا بُنَيَّ! تَعَلَّمِ الْكَلَامَ فَإِنَّهُ "الْفِقْهُ الْأَكْبَرُ". [15]

ترجمہ: امام حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مجھے علم الکلام سیکھنے کا حکم فرماتے تھے اور اس کے حصول پر مجھے ابھارتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا! علم الکلام حاصل کرو کیونکہ یہ فقہ اکبر ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجھی فرماتے ہیں:

لَمَّا كَتَبَ الْإِمَامُ أَبُو حَنِيفَةَ النُّعْمَانُ رَحِمَهُ اللَّهُ أَوْاقًا جَمَعَهَا فِي أُصُولِ الدِّينِ سَبَّاهَا "الْفِقْهُ الْأَكْبَرُ"، وَأَمَّا فَقْهُ فُرُوعِ الدِّينِ فَهُوَ الْفِقْهُ الْأَصْغَرُ، فَيَكُونُ الْعِلْمُ عِلْمَيْنِ: عِلْمُ أُصُولِ الدِّينِ وَهَذَا هُوَ الْفِقْهُ الْأَكْبَرُ، وَعِلْمُ فُرُوعِ الدِّينِ وَهَذَا هُوَ الْفِقْهُ الْأَصْغَرُ. [16]

ترجمہ: جب امام ابو حنیفہ نعمان رحمہ اللہ نے کچھ اور اق لکھے اور انہیں اصول دین میں جمع کیا تو ان کا نام ”فقہ اکبر“ رکھا، اور دین کے فروعی مسائل کا نام ”فقہ اصغر“ ہے۔ اس طرح علم کی دو قسمیں ہونیں:

1: اصول دین کا علم، جو کہ ”فقہ اکبر“ ہے۔

2: فروع دین کا علم، جو کہ ”فقہ اصغر“ ہے۔

[15] مناقب الامام الاعظم للمکی: ج 1 ص 207، 208

[16] الهدایة الربانیة فی شرح العقیدة الطحاویة للراجھی: ص 1 مقدمہ

فصل اول

علم الکلام کی تعریف	علم الکلام کا موضوع
علم الکلام کی غرض و غایت	علم العقائد کو علم الکلام کہنے کی وجہ
علم الکلام کی اہمیت	علم الکلام کی فضیلت
ائمہ علم الکلام	فرقہ معتزلہ کی ابتداء
عقائد کی اقسام	دلائل کی اقسام

علم الکلام

علم الکلام کی تعریف:

1: علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ الْعِلْمُ بِالْعَقَائِدِ الدِّينِيَّةِ عَنِ الْأَدِلَّةِ الْيَقِينِيَّةِ. [17]

ترجمہ: علم الکلام وہ علم ہے جس میں دلائل یقینیہ کے ذریعہ اسلامی عقائد کا علم حاصل ہوتا ہے۔

2: علامہ ابو زید عبد الرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون رحمہ اللہ (ت 808ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ عِلْمٌ يَتَضَمَّنُ الْحُجَجَ عَنِ الْعَقَائِدِ الْإِيمَانِيَّةِ بِالْأَدِلَّةِ الْعَقْلِيَّةِ وَالرَّدِّ عَلَى الْمُبْتَدِعَةِ الْمُنْحَرِفِينَ فِي الْإِعْتِقَادَاتِ عَنْ مَذَاهِبِ السَّلَفِ وَأَهْلِ السُّنَّةِ. [18]

ترجمہ: یہ وہ علم ہے جو ایمانی عقائد پر عقلی دلائل کے ذریعے حجت قائم کرنے اور ان بدعتی و منحرف فرقوں کے رد پر مشتمل ہے جو اعتقادات میں سلف اور اہل السنۃ کے مذاہب سے ہٹ گئے ہیں۔

فائدہ: عقائد قطعیہ اور عقائد ظنیہ

عقائد دو قسم کے ہیں:

1: عقائد قطعیہ: جس کی بنیاد پہ ایمان اور کفر کا فیصلہ ہوتا ہے۔ انہیں ”ضروریاتِ دین“ بھی کہتے ہیں۔

2: عقائد ظنیہ: جس کی بنیاد پہ اہل السنۃ والجماعۃ اور اہل بدعت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ انہیں ”ضروریاتِ اہل السنۃ

والجماعۃ“ بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: پہلی تعریف فقط عقائد قطعیہ کو شامل ہے اور دوسری تعریف عقائد قطعیہ اور عقائد ظنیہ دونوں کو شامل

[17] شرح المقاصد فی علم الکلام: ج 1 ص 27 الفصل الاول فی المقدمات؛ عنوان تعریف علم الکلام

[18] تاریخ ابن خلدون: ج 1 ص 458

ہے، اس لیے دوسری تعریف رائج ہے۔

علم الکلام کا موضوع:

قاضی محمد علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1191ھ) لکھتے ہیں:

الْمَعْلُومُ مِنْ حَيْثُ أَنْ يَتَعَلَّقَ بِهِ اثْبَاتُ الْعَقَائِدِ الدِّينِيَّةِ. [19]

ترجمہ: ایسی معلومات جن سے اسلامی عقائد کو ثابت کیا جاتا ہے۔

علم الکلام کی غرض و غایت:

علامہ عضد الدین عبد الرحمن بن احمد الابجدی رحمہ اللہ (ت 756ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ حِفْظُ قَوَاعِدِ الدِّينِ وَهِيَ عَقَائِدُهُ عَنْ أَنْ تَزُولَ لَهَا شُبُهَةُ الْمُبْطِلِينَ. [20]

ترجمہ: عقائد کے اصولوں کو محفوظ کر کے منکرین کے شبہات کو ختم کرنا۔

علم العقائد کو "علم الکلام" کہنے کی وجہ:

(1): متقدمین متکلمین جب کسی عقیدے کو بیان فرماتے تو عنوان یوں قائم کرتے: "الْكَلَامُ فِي التَّوْحِيدِ"، "الْكَلَامُ فِي النُّبُوَّةِ" وغیرہ۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

لِأَنَّ عُنْوَانَ مَبَاحِثِهِ كَانَ قَوْلُهُمْ "الْكَلَامُ فِي كَذَا وَكَذَا". [21]

ترجمہ: اس لیے کہ علم الکلام کی مباحث کا عنوان متکلمین کا یہ قول ہوتا تھا: "الْكَلَامُ فِي كَذَا وَكَذَا"۔

(2): متکلم علم کلام کے ذریعے عقائد کو اچھی طرح بیان کر سکتا ہے اور بوقت ضرورت فریق مخالف کو لاجواب

[19] کشف اصطلاحات الفنون: ج 1 ص 23

[20] کتاب المواقف: ج 1 ص 41 المقصد الرابع؛ مرتبہ

[21] شرح العقائد النسفية: ص 33

بھی کر سکتا ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

لَآئِنَّهُ يُؤَرِّثُ قُدْرَةً عَلَى الْكَلَامِ فِي تَحْقِيقِ الشَّرْعِيَّاتِ وَالزَّامِرِ الْخُصُومِ كَالْمَنْطِقِ لِلْفَلَا سِيفَةِ.

[22]

ترجمہ: اس لیے کہ علم الکلام؛ اسلامی عقائد اور مسائل کو ثابت کرنے اور مخالف کو خاموش کرانے پر کلام (گفتگو) کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے جس طرح علم منطق؛ عقلی مسائل میں گفتگو کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔
(3): علم الکلام وہ پہلا علم ہے جس کے سیکھنے اور سکھانے کا اہم ترین ذریعہ ”کلام“ ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

لَآئِنَّهُ أَوَّلُ مَا يَجِبُ مِنَ الْعُلُومِ الَّتِي إِنَّمَا تُعَلَّمُ وَتُتَعَلَّمُ بِالْكَلَامِ فَأُطْلِقُ عَلَيْهِ هَذَا الْإِسْمَ لِذَلِكَ ثُمَّ خَصَّ بِهِ وَلَمْ يُطْلَقْ عَلَى غَيْرِهِ تَمْيِيزًا.^[23]

ترجمہ: اس لیے کہ جو علوم؛ کلام کے ذریعے سیکھے اور سکھائے جاتے ہیں علم الکلام ان میں سب سے پہلا علم ہے۔ اسی لیے اس علم پر ”علم الکلام“ کا لفظ بولا گیا۔ پھر ”علم الکلام“ کو اسی علم (عقائد) کے ساتھ خاص کر دیا گیا اور دوسرے علوم پر ”علم الکلام“ کا استعمال چھوڑ دیا گیا تاکہ اس علم اور دیگر علوم میں فرق باقی رہے۔
(4): علم الکلام میں فریقین کا گفتگو، کلام اور بحث و مباحثہ کرنا ایک لازمی امر ہے جبکہ دیگر علوم میں بحث و مباحثہ ضروری نہیں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

لَآئِنَّهُ إِنَّمَا يَتَحَقَّقُ بِالْمُبَاحَثَةِ وَإِدَارَةِ الْكَلَامِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ وَغَيْرُهُ قَدْ يَتَحَقَّقُ بِطَالَعَةٍ

[22] شرح العقائد النسفية: ص 33

[23] شرح العقائد النسفية: ص 33، 34

الْكُتُبِ وَالْتَّائِمِلِ. [24]

ترجمہ: اس لیے کہ علم کلام؛ فریقین کے درمیان بحث مباحثہ اور گفتگو کے تبادلہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے جبکہ دیگر علوم کبھی س کتب کا مطالعہ اور غور و فکر کرنے سے بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔

(5): علوم میں سے علم الکلام کے دلائل اتنے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں گویا کہ کلام؛ علم الکلام ہی ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

لِأَنَّهُ لِقُوَّةُ ادِّلَّتِهِ صَارَ كَأَنَّهُ هُوَ الْكَلَامُ دُونَ مَا عَدَاهُ مِنَ الْعُلُومِ كَمَا يُقَالُ لِلْأَقْوَى مِنَ الْكَلَامَيْنِ "هَذَا هُوَ الْكَلَامُ". [25]

ترجمہ: اس لیے کہ علم الکلام کے دلائل اتنے مضبوط اور قوی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے ہو گیا جیسے کلام تو صرف علم الکلام ہی ہے جس طرح دو بندوں کے کلام میں مضبوط کلام کے بارے میں کہا جاتا ہے: کلام تو ہے ہی یہی۔ علم الکلام کی اہمیت:

اپنے ایمان اور عقائد کی اصلاح فرض عین جبکہ ایمان و عقائد کی تفصیلات معلوم کرنا فرض کفایہ ہے۔ اور جس علم کے ذریعہ یہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں وہ علم ”علم الکلام“ ہے گویا کہ علم الکلام میں مہارت حاصل کرنا اسے سیکھنا اور سکھانا فرض کفایہ ہے۔

حجتہ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ (ت 505ھ) لکھتے ہیں:

أَلَا شَيْتَعَالٍ بِهَذَا الْعِلْمِ مِنْ فُرُوضِ الْكِفَايَاتِ... فَإِنْ قُلْتَ: فَلِمَ صَارَ مِنْ فُرُوضِ الْكِفَايَاتِ وَقَدْ ذُكِرَتْ أَنَّ أَكْثَرَ الْفِرَقِ يَضُرُّهُمْ ذَلِكَ وَلَا يَنْفَعُهُمْ؟ فَأَعْلَمُ! أَنَّهُ قَدْ سَبَقَ أَنْ إِزَالَ الشُّكُوكَ فِي أَصُولِ الْعَقَائِدِ وَاجِبَةً، وَاعْتَوَارَ الشَّكَّ غَيْرُ مُسْتَحِيلٍ وَإِنْ كَانَ لَا يَقَعُ إِلَّا فِي الْأَقَلِّ، ثُمَّ الدَّعْوَةُ إِلَى

[24] شرح العقائد النسفية: ص 34

[25] شرح العقائد النسفية: ص 34

الْحَقِّ بِالْبُرْهَانِ ... مُهِمٌّ فِي الدِّينِ، ثُمَّ لَا يُبْعَدُ أَنْ يَتَوَرَّ مُبْتَدِعٌ وَيَتَصَدَّى لِإِغْوَاءِ أَهْلِ الْحَقِّ بِإِفَاضَةِ الشُّبْهَةِ فِيهِمْ، فَلَا بُدَّ مِمَّنْ يُقَاوِمُ شُبْهَتَهُ بِالْكَشْفِ وَيُعَارِضُ إِغْوَاءَهُ بِالتَّقْبِيحِ، وَلَا يُبْكِنُ ذَلِكَ إِلَّا بِهَذَا الْعِلْمِ وَلَا تَنْفَكُ الْبِلَادُ عَنْ أَمْثَالِ هَذِهِ الْوَقَائِعِ، فَوَجَبَ أَنْ يَكُونَ فِي كُلِّ قَطْرِ مِنَ الْأَقْطَارِ وَصْفٌ مِنَ الْأَصْفَاقِ قَائِمٌ بِالْحَقِّ مُشْتَغَلٌ بِهَذَا الْعِلْمِ يُقَاوِمُ دُعَاةَ الْمُبْتَدِعَةِ وَيَسْتَبِيلُ الْمَائِلِينَ عَنِ الْحَقِّ وَيُصَيِّقُ قُلُوبَ أَهْلِ السُّنَّةِ عَنْ عَوَارِضِ الشُّبْهَةِ. [26]

ترجمہ: علم الکلام کا سیکھنا، سکھانا فرض کفایہ ہے۔ سوال: علم کلام کا سیکھنا کیوں فرض کفایہ ہے حالانکہ اکثر فرقوں کو اس سے فائدہ کے بجائے نقصان پہنچتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عقائد میں شکوک و شبہات کا ازالہ کرنا ضروری ہے اور کچھ نہ کچھ شک و شبہ پیش آنا ممکن نہیں اگرچہ یہ شکوک و شبہات بہت کم ہی پیش آتے ہیں۔ اسی طرح دلائل کے ساتھ صحیح عقائد کی طرف دعوت دینا بھی ایک اہم دینی ذمہ داری ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی جگہ کوئی بدعتی اہل حق کے دلوں میں شبہات ڈالنے اور انہیں گمراہ کرنے کی نیت سے سرگرم ہو، لہذا ایسے افراد کی موجودگی ضروری ہے جو اہل بدعت کے شبہات کا دلائل سے جواب دیں اور دلائل کے ساتھ اس کی گمراہی لوگوں کے سامنے واضح کریں اور یہ کام علم کلام کے بغیر ممکن نہیں۔ اکثر شہروں میں اس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں (کہ گمراہ لوگ شکوک و شبہات کی وجہ سے عوام کو اہل حق سے دور اور بدظن کرتے ہیں)، لہذا ہر شہر، ہر جگہ ایسے افراد کی موجودگی ضروری ہے، جو خود حق پر قائم رہ کر علم کلام کو سیکھیں اور حق سے اعراض کرنے والے، اہل بدعت کا مقابلہ کر کے انہیں حق کی طرف توجہ دلائیں اور عوام اہل السنۃ کے دلوں کو شبہات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

علم الکلام کی فضیلت:

عبادات کی قبولیت عقائد کی درستی پر موقوف ہے۔

[26] الاقتصاد فی الاعتقاد: ص 112، 113 التمهید الثالث فی بیان أَنَّ الْإِشْتِغَالَ بِهَذَا الْعِلْمِ مِنْ فُرُوضِ الْكُفَايَاتِ

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَةِ هُوَ أَشْرَفُ الْعُلُومِ لِكَوْنِهِ أَسَاسُ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَرَأْسُ الْعُلُومِ الدِّينِيَّةِ وَكَوْنِ مَعْلُومَاتِهِ الْعَقَائِدَ الْإِسْلَامِيَّةَ وَغَايَتِهِ الْفُوزَ بِالسَّعَادَاتِ الدِّينِيَّةِ وَالْدُّنْيَوِيَّةِ وَبَرَاهِينِهِ الْحُجَجِ الْقَطْعِيَّةِ الْمُؤَيَّدِ أَكْثَرُهَا بِالدَّلِيلَةِ السَّعِيَّةِ.^[27]

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم الکلام تمام علوم سے زیادہ عظمت والا ہے کیونکہ

- 1: علم الکلام تمام احکام شرعیہ (مسائل فقہیہ) کی بنیاد ہے
- 2: علم الکلام؛ علوم دینیہ (تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور تصوف وغیرہ) کا سردار ہے۔
- 3: علم الکلام میں اسلامی عقائد کو بیان کیا جاتا ہے۔
- 4: علم الکلام کا مقصود؛ دینی اور دنیوی سعادات کا پانا ہے۔
- 5: علم الکلام کے براہین؛ ایسے قطعی دلائل ہیں جن میں سے اکثر کی تائید دلائل نقلی سے ہوتی ہے۔

سوال:

اگر علم الکلام اتنی فضیلت والا ہے تو اسلاف اس کو حاصل کرنے سے منع کیوں کرتے ہیں؟ اور علم الکلام حاصل کرنے والے پہ تنقید کیوں کرتے ہیں؟

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب القاضی رحمہ اللہ (ت 182ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ تَكَلَّمَ تَزُنُّدَقٍ.^[28]

ترجمہ: علم الکلام میں مشغول رہنے والا زندقہ ہے۔

جواب:

[27] شرح العقائد النسفية: ص 10

[28] النبراس شرح شرح العقائد للعلامة عبد العزيز فرہاروی: ص 23

اسلاف سے جو ایسی باتیں منقول ہیں وہ ہر شخص کے لیے نہیں بلکہ مخصوص افراد کے بارے میں ہے۔ یعنی ایسا شخص کلامی مباحث کا حق دار نہیں جو دین کے معاملے میں ہٹ دھرمی کا شکار ہو، یقین تک پہنچنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، امت کے عقائد کو بگاڑنے کی نیت رکھتا ہو، یا ان غیر ضروری فلسفیانہ باریکیوں میں الجھا رہتا ہو جن کی دین کو حاجت نہیں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

وَمَا نُقِلَ عَنِ السَّلَفِ مِنَ الطَّعْنِ فِيهِ وَ الْمُنْعِ عَنْهُ فَإِنَّمَا هُوَ لِمُنْتَعَصِبٍ فِي الدِّينِ وَالْقَاصِرِ عَنْ تَحْصِيلِ الْيَقِينِ وَ الْقَاصِدِ إِلَى إِفْسَادِ عَقَائِدِ الْمُسْلِمِينَ وَالْحَائِضِ فِيهَا لَا يَفْتَقِرُ إِلَيْهِ مِنْ غَوَامِضِ الْمُتَفَلْسِفِينَ وَالْأَفْكَيفُ يَتَصَوَّرُ الْمُنْعُ عَمَّا هُوَ أَصْلُ الْوَاجِبَاتِ وَأَسَاسُ الْمَشْرُوعَاتِ. [29]

ترجمہ: علم الکلام کے بارے میں اسلاف سے طعن اور روکنا جو منقول ہے وہ اس شخص کے بارے ہے جو

- 1: دین میں متعصب اور ضدی ہو۔
 - 2: یقین حاصل کرنے سے قاصر ہو۔
 - 3: مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔
 - 4: فلاسفہ کی ان باریکیوں میں مصروف ہونے والا ہو جن کی ضرورت نہیں ہے
- ورنہ اسلاف ایسے علم کے حصول سے کیسے منع کر سکتے ہیں جو تمام واجبات کی اصل اور تمام احکام شرعیہ کی بنیاد ہے۔
- فائدہ:

یہ بالکل ایسے ہے جس طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے امام حماد رحمہ اللہ کو مناظرہ کرنے سے منع کیا تھا اور خود مناظرے بھی کئے۔

امام ابوالمؤید موفق بن احمد الخوارزمی المکی الحنفی رحمہ اللہ (ت 568ھ) نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ أَبِي حَنِيفَةَ : دَخَلَ عَلَيَّ أَبِي رَحِمَهُ اللَّهُ يَوْمًا وَعِنْدِي جَمَاعَةٌ مِنْ أَصْحَابِ
الْكَلَامِ، وَنَحْنُ نَتَنَظَّرُ فِي بَابٍ، قَدْ عَلَتْ أَصْوَاتُنَا، فَلَمَّا سَمِعْتُ حِسَّهُ فِي الدَّارِ خَرَجْتُ إِلَيْهِ
فَقَالَ لِي: يَا حَمَّادُ! مَنْ عِنْدَكَ؟

قُلْتُ: فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ، سَمَّيْتُ مَنْ كَانَ عِنْدِي،

قَالَ: وَفِيمَ أَنْتُمْ؟

قُلْتُ: فِي بَابٍ كَذَا وَكَذَا،

فَقَالَ لِي: يَا حَمَّادُ! دَعِ الْكَلَامَ،

قَالَ: وَلَمْ أُعْهِدْ أَبِي صَاحِبَ تَخْلِيْطٍ وَلَا مَسْنِ يَأْمُرُ بِالشَّيْءِ ثُمَّ يَنْهِي عَنْهُ،

فَقُلْنَا لَهُ: يَا أَبَتِ! أَلَسْتَ كُنْتَ تَأْمُرُنِي بِهِ؟

قَالَ: بَلَى يَا بُنَيَّ! وَأَنَا الْيَوْمَ أَنْهَاكَ عَنْهُ،

قُلْتُ: وَلِمَ ذَاكَ؟

فَقَالَ: يَا بُنَيَّ إِنَّ هَؤُلَاءِ الْمُخْتَلِفِينَ فِي أَبْوَابِ مِنَ الْكَلَامِ مِمَّنْ تَرَى كَانُوا عَلَى قَوْلٍ وَاحِدٍ وَدِينٍ وَاحِدٍ
حَتَّى نَزَعَ الشَّيْطَانُ بَيْنَهُمْ فَأَلْقَى بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْإِخْتِلَافَ فَتَبَايَعُوا.^[30]

ترجمہ: امام حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے والد صاحب تشریف لائے، اس وقت میرے
پاس متکلمین کی ایک جماعت بیٹھی تھی اور ہم ایک مسئلہ میں مناظرہ کر رہے تھے، ہماری آواز بلند ہوئی۔ جب میں
نے اپنے والد صاحب کی آہٹ کو سنا تو میں باہر نکلا۔ والد صاحب نے مجھے فرمایا:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: آپ کے پاس کون بیٹھا ہے؟

امام حماد رحمہ اللہ: فلاں فلاں علماء۔ میں نے ان کے نام بتائے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: تم لوگ کس چیز کے متعلق گفتگو کر رہے تھے؟

[30] مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ: ج 1 ص 207، 208

امام حماد رحمہ اللہ: فلاں موضوع کے متعلق

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: بیٹا حماد! مناظرے چھوڑ دو۔

امام حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب بات کو خلط ملط نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ایسا کرتے کہ

ایک دن کسی کام کا حکم دیں اور دوسرے دن اسی سے منع کر دیں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا:

امام حماد رحمہ اللہ: ابو جان! آپ نے خود مجھے علم الکلام حاصل کرنے کا حکم دیا تھا، اب منع کیوں فرما رہے ہیں؟

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: بالکل حکم دیا تھا مگر آج روک رہا ہوں۔

امام حماد رحمہ اللہ: ابو جان! روکنے کی وجہ کیا ہے؟

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: بیٹا! آج جو عقائد کے بارے میں تمہیں اختلاف نظر آرہا ہے ایک وقت تھا جب لوگ

ایک ہی عقیدہ پر تھے، شیطان نے ان کو آپس میں لڑایا اور عقائد کے معاملہ انہیں مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّكَايَاتُ لِلَّهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا
النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ

ائمہ علم الکلام

مشہور ائمہ علم الکلام تین ہیں:

(1): امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ت 150ھ:

نام و نسب:

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن نعمان بن المرزبان.

ولادت:

سن 80 ہجری میں شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ؛ اول مدوّن فقہ اسلامی:

علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی رحمہ اللہ (ت 911ھ) لکھتے ہیں:

مِنْ مَنَاقِبِ أَبِي حَنِيفَةَ الَّتِي انْفَرَدَ بِهَا أَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ عِلْمَ الشَّرِيعَةِ وَرَتَّبَهُ أَبَوًا ثُمَّ تَابَعَهُ
مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ فِي تَرْتِيبِ الْمُؤَطَّأِ وَلَمْ يَسْبِقْ أَبَا حَنِيفَةَ أَحَدٌ.^[31]

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خصوصی مناقب میں سے ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے آپ نے علم شریعت کی تدوین کی ہے اور ابواب میں اسے مرتب فرمایا ہے، پھر امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے مؤطّاء میں آپ کی پیروی کی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ؛ اول متکلم:

امام استاذ ابو منصور عبد القاهر بن طاہر التیمی البغدادی (ت 429ھ) لکھتے ہیں:

[31] تبیض الصیفۃ: ص 138

وَأَوَّلُ مُتَكَلِّبِيهِمْ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَأَرْبَابِ الْمَذَاهِبِ أَبُو حَنِيفَةَ. [32]

ترجمہ: فقہاء اور ارباب مذاہب میں سب سے پہلے متکلم امام ابو حنیفہ ہیں۔

الفقہ الاکبر؛ علم الکلام میں اول تصنیف:

ابو محمد عبد القادر بن محمد ادریس بن محمد محمود العمری الحنفی السلطنتی (بنگالی) لکھتے ہیں:

فَلَمَّا كَانَ عِلْمُ التَّوْحِيدِ أَصْلَ أُصُولِ الدِّينِ وَالْكِتَابُ الْجَلِيلُ الَّذِي صَنَّفَهُ الْإِمَامُ الْأَعْظَمُ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَسَمَّاهُ "الْفَقْهُ الْأَكْبَرُ" أَوَّلَ تَصْنِيفٍ وَأَشْمَلَ لِمَسَائِلِ التَّوْحِيدِ وَالْيَقِينِ. [33]

ترجمہ: چونکہ علم توحید دین کے اصولوں میں سے بنیادی اصول ہے اور وہ کتاب جسے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تصنیف فرمایا اور اس کا نام ”الفقہ الاکبر“ رکھا عقائد کے باب میں پہلی تصنیف اور توحید اور یقین کے مسائل میں جامع کتاب ہے۔

وفات:

آپ کی وفات سن 150 ہجری میں بغداد میں ہوئی اور بغداد کے مقبرہ ”خیزران“ میں مدفون ہوئے۔

تالیفات و تصنیفات:

- 1: کتاب الآثار بروایت امام زفر بن ہذیل
- 2: کتاب الآثار بروایت امام ابی یوسف القاضی
- 3: کتاب الآثار بروایت امام محمد بن الحسن الشیبانی
- 4: کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیاد اللؤلؤی
- 5: الفقہ الاکبر بروایت امام حماد بن ابی حنیفہ

[32] کتاب اصول الدین: ص 308

[33] الدر الاذہر فی شرح الفقہ الاکبر: ص 2

6: الفقه الاکبر (المعروف الفقه الاوسط) بروایة امام ابی مطیع البلیخی

7: الرسالة الى عثمان البتی

8: کتاب العالم والمتعلم

9: کتاب المجرى فى الفقه

10: کتاب الرهن

11: کتاب الفرائض

12: کتاب الشروط

13: کتاب الصلوة

14: المقصود فى التصريف

15: کتاب اختلاف الصحابة رضى الله عنهم

16: کتاب السير

17: کتاب الرد على القدرية

18: کتاب الوصية

(2): امام ابوالحسن اشعري الشافعى رحمه الله ت 324ھ

نام ونسب:

ابوالحسن على بن اسماعيل الاشعري الشافعى

ولادت:

سن 260 ہجری میں ”بصرہ“ میں پیدا ہوئے۔

حالات:

بچپن میں والد کا انتقال ہو گیا۔ بعد میں ان کی والدہ کا نکاح مشہور معتزلی ”محمد بن عبد الوہاب بن سلام

المعروف ابو علی جُبَّائی" (ت 303ھ) سے ہو گیا۔ آپ نے ”فن مناظرہ اور علم الکلام“ ابو علی جُبَّائی کی تربیت میں رہ کر حاصل کیا لیکن نہایت سلیم الطبع اور سلیم الفطرت ہونے کی وجہ سے معتزلہ کی رکیک اور بعید از عقل تاویلات کی وجہ سے مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کو قبول کیا اور تاحیات عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے اثبات اور معتزلہ کی تردید میں دلائل دیتے رہے۔

وفات:

آپ کی وفات سن 324 ہجری میں ہوئی۔

تالیفات وتصنیفات:

- 1: الفصول
 - 2: الموجز
 - 3: کتاب فی خلق الاعمال
 - 4: کتاب فی الاستطاعة
 - 5: کتاب کبیر فی الصفات
 - 6: کتاب فی جواز رؤیۃ اللہ بالابصار
 - 7: کتاب فی الرد علی المجبمۃ
 - 8: مقالات الاسلامیین واختلاف المصلّین
 - 9: کتاب فی الرویۃ
 - 10: مختصر مدخل الی الشرح والتفصیل.
- (3): امام ابو منصور ماتریدی الحنفی رحمہ اللہ ت 333ھ
- نام ونسب:

ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی الحنفی

ولادت:

سن 238 ہجری میں ماوراء النہر سمرقند کے ایک گاؤں ”ماترید“ میں پیدا ہوئے۔

حالات:

آپ نے ایک ایسے علمی ماحول میں پرورش پائی جہاں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ کی علمی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔

انہی کی صحبت اور اعلیٰ اساتذہ کی برکت سے آپ نے علم و فضل میں امتیازی مقام حاصل کیا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی عقائد سے متعلق تصانیف آپ تک سند متصل سے پہنچیں جن کی بنیاد پر عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کی نشر و اشاعت کی۔

معتزلہ کے رد اور اہل السنۃ والجماعۃ کے افکار کی تائید میں راہِ اعتدال اختیار فرمائی۔

وفات:

آپ کی وفات سن 333 ہجری میں وفات پائی۔

تالیفات و تصنیفات:

- 1: تاویلات اہل السنۃ والجماعۃ
- 2: کتاب التوحید
- 3: کتاب ردّ اوائل الادلّۃ للکعبی
- 4: کتاب بیان وضمّ المعتزلہ
- 5: کتاب المقالات
- 6: کتاب ردّ و عمید الفساق للکعبی
- 7: کتاب ردّ تہذیب الجدل
- 8: کتاب ردّ الاصول الخمسہ للباہلی

9: کتاب ردّ الإمامة لبعض الروافض

10: کتاب الردّ علی اصول القرامطة

11: کتاب الجدل

فائدہ نمبر 1: تین ائمہ کلام کا تذکرہ کرنے کی وجہ

اس امت میں بہت سے متکلمین گزرے ہیں جنہوں نے علم الکلام میں تصانیف لکھیں اور اہل السنۃ والجماعۃ کے اعتقادات کی توضیح فرمائی جیسے

❖ امام ابو بکر محمد بن طیب الباقلائی المالکی (ت 403ھ)

❖ امام ابو زید عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ الدبوسی الحنفی (ت 432ھ)

❖ امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک بن ابی محمد عبد اللہ الجبوی النیشاپوری الشافعی (ت 478ھ)

❖ امام ابو حامد محمد بن محمد بن احمد الغزالی الشافعی (ت 505ھ)

❖ امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد النسفی الحنفی (ت 537ھ)

❖ امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی الشافعی (ت 606ھ)

❖ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی الحنفی (ت 792ھ)

❖ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی الحنفی (ت 1176ھ)

❖ قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (ت 1297ھ) رحمہم اللہ وغیرہ

لیکن ہم نے یہاں تین ائمہ علم الکلام امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (ت 150ھ)، امام ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری الشافعی (ت 324ھ) اور امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی الحنفی (ت 333ھ) رحمہم اللہ کا ذکر اس لیے کیا کیونکہ یہ تینوں حضرات علم الکلام کی بنیاد ہیں۔

بالکل اسی طرح جیسے اس امت میں مجتہدین کئی گزرے ہیں جیسے

• امام عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ الانصاری (ت 83ھ)

• امام سعید بن المسیب (ت 94ھ)

- امام لیث بن سعد بن عبد الرحمن (ت 94ھ)
 - امام ابراہیم بن یزید النخعی الکوفی (ت 96ھ)
 - امام عامر بن شراحیل شعبی الکوفی (ت 104ھ)
 - امام قاسم بن محمد بن ابی بکر المدنی (ت 108ھ)
 - امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ (ت 161ھ) وغیرہ
- لیکن ان میں سے صرف چار ائمہ؛
- امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی (ت 150ھ)
 - امام مالک بن انس المدنی (ت 179ھ)
 - امام محمد بن ادریس الشافعی (ت 204ھ)
 - امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی (ت 241ھ) رحمہم اللہ

کا تذکرہ اہمیت کے ساتھ اس لیے کیا جاتا ہے کہ یہی چار مجتہدین امت میں فقہی مذاہب کی ترویج اور تقلید کی بنیاد ہیں، اور انہیں چار حضرات کے اجتہادی مسائل مدون ہیں۔

فائدہ نمبر 2: ائمہ اہل السنۃ کے عقائد کے اختلاف کی نوعیت

عقائد میں ائمہ اربعہ اور اشاعرہ اور ماتریدیہ کا اتفاق ہے کیونکہ عقائد کا جو اختلاف ہوتا ہے یا یہ اسلام سے نکالتا ہے یا سنت سے نکالتا ہے یعنی آدمی صحیح عقائد کے انکار سے کافر فی العقیدہ ہوتا ہے یا مبتدع فی العقیدہ ہوتا ہے اور یہاں اختلاف کے باوجود ہم کسی کو کافر اور مبتدع نہیں کہتے کیونکہ جو اختلاف؛ اسلام سے کفر یا سنت سے بدعت کی طرف لے جائے وہ اختلاف حقیقی ہوتا ہے اور یہاں اختلاف؛ اختلاف حقیقی نہیں ہے بلکہ اختلاف لفظی ہے۔ اختلاف لفظی کا حکم اور ہوتا ہے اور اختلاف حقیقی کا حکم اور ہوتا ہے۔

فائدہ: اختلاف کو "نزاع" بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کبھی تعبیر ہوتی ہے: اختلاف حقیقی اور اختلاف لفظی کی اور کبھی تعبیر ہوتی ہے: نزاع حقیقی اور نزاع لفظی کی۔

فائدہ نمبر 3: نزاعِ حقیقی اور نزاعِ لفظی

نزاعِ حقیقی:

نزاعِ حقیقی میں حقائق و نظریات کا اختلاف ہوتا ہے جیسے اہل حق کا عقیدہ ہے کہ ثواب و عذاب قبر برحق ہے اس کے مقابلہ میں یہ عقیدہ رکھنا کہ قبر میں ثواب و عذاب نہیں ہوتا یہ ”نزاعِ حقیقی“ کہلاتا ہے۔

نزاعِ لفظی:

نزاعِ لفظی میں نظریہ میں اتفاق اور تعبیرات کا اختلاف ہوتا ہے۔ جیسے اہل السنۃ والجماعۃ متکلمین اور صوفیاء کا موقف یہ ہے کہ دنیا میں احوال راحت و تکلیف اصالۃ اور اصلاً جسم پر آتے ہیں اور تبعاً اور ضمناً روح پر آتے ہیں۔ اور موت کے بعد احوال (ثواب و عذاب) اصالۃ اور اصلاً روح پر آتے ہیں اور تبعاً اور ضمناً جسم پر آتے ہیں لیکن متکلمین اہل السنۃ والجماعۃ روح کو ”روح“ جبکہ صوفیاء اہل السنۃ والجماعۃ روح کو ”جسدِ مثالی“ کا نام دیتے ہیں کیونکہ روح متشکل بجسد العنصری ہو جاتی ہے۔ اور اس بناء پر وہ یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں کہ ثواب و عذاب جسم مثالی کو دیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1369ھ)؛ خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (1352ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

”جمہور اہل شرع جس کو روح کہتے وہ صوفیہ کے نزدیک بدن مثالی سے موسوم ہے جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے۔“ [34]

شبہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے مقلد اشعری اور ماتریدی کیوں؟

آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں یا ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی رحمہما اللہ کے؟ اگر

[34] تفسیر عثمانی: ج 2 ص 413، سورۃ بنی اسرائیل، رقم الآیۃ 85 "وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ"

آپ امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں تو پھر خود کو اشعری اور ماتریدی کیوں کہتے ہیں؟

جواب نمبر 1:

ہم اصول و فروع میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کے مقلد ہیں۔ لیکن وہاں اصول کا معنی عقائد نہیں ہے بلکہ اصول سے مراد وہ قوانین ہیں جن سے فروع کا استنباط ہوتا ہے اور فروع سے مراد مسائل ہیں۔

باقی امام ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی کی طرف نسبت؛ تقلید کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ان کے دور میں فرقہ معتزلہ وغیرہ نے عقائد کی ایسی تشریحات کی تھیں جو اہل السنۃ والجماعۃ کے اعتقادات کے خلاف تھیں تو ان دو حضرات نے معتزلہ وغیرہ کا رد کر کے اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کی صحیح ترجمانی کی۔ اس لیے ہم ان کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اشعری اور ماتریدی نسبت معتزلہ کے مقابلہ میں ہے نہ کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقابلے میں جیسا کہ ”دیوبندی“ نسبت تقلید کی وجہ سے نہیں بلکہ احناف کی صحیح ترجمانی کی وجہ سے ہے۔

جواب نمبر 2:

ہر امام اگرچہ کئی فنون میں ماہر ہوتا ہے لیکن وہ ایک فن کو اپنی محنت کا میدان بنا لیتا ہے۔ جیسے علامہ سید ابوالثناء محمود آلوسی آفندی بغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1270ھ) اگرچہ کئی فنون کے ماہر تھے لیکن انہوں نے ”فن تفسیر“ کو اپنی محنت کا میدان بنا لیا تھا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) کئی فنون کے ماہر تھے لیکن انہوں نے ”فن حدیث“ کو اپنی محنت کا میدان بنا لیا تھا۔

بالکل اسی طرح امام ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی رحمہما اللہ بھی کئی فنون میں ماہر تھے لیکن انہوں نے ”علم الکلام“ کو اپنی محنت کا میدان بنا لیا تھا۔ اس لیے ہم ان کی طرف نسبت کر کے اپنے آپ کو ”اشعری“ اور ”ماتریدی“ کہتے ہیں، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ امام صاحب سے عقائد مروی نہیں یا آپ کی اس فن میں کوئی تصنیف نہیں کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ جس طرح فن تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ میں ماہر تھے بالکل اسی طرح ”علم الکلام“ میں بھی ماہر تھے اور آپ کی اس فن میں تصانیف بھی ہیں البتہ آپ نے ”فن فقہ“ کو اپنی

محنت کا میدان بنالیا تھا اور "مجتہد اور فقیہ" کے طور پر معروف ہوئے۔

فائدہ:

لفظ "اصول" کئی معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے:

- 1: کبھی لفظ اصول؛ ان قواعد و کلیات کے لیے استعمال ہوتا ہے جن سے فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ اور مستنبط شدہ فقہی مسائل کو فروع کہتے ہیں۔
- 2: کبھی لفظ اصول؛ عقائد کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کے مقابلہ میں فروع آتا ہے تو اس سے مراد اعمال ہوتے ہیں۔
- 3: کبھی لفظ اصول؛ مطلقاً قواعد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد اس فن کے وہ قوانین و کلیات ہوتے ہیں جن پر اس فن کی بنیاد ہوتی ہے۔^[35]

فرقہ معتزلہ کی ابتداء:

امام حسن بصری رحمہ اللہ (ت 110ھ) کی در سگاہ کے ایک شاگرد "ابو حذیفہ واصل بن عطاء غزال" (ت 131ھ) نے جب یہ موقف اختیار کیا کہ مرتکب کبیرہ (کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا) ایمان سے نکل جاتا ہے، مگر کفر میں داخل نہیں ہوتا، تو امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: "قَدْ اَعْتَزَلَ عَنَّا" (یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا) اس وجہ سے ان کا نام معتزلہ رکھا گیا اور یہ خود کو "اصحاب العدل والتوحید" کہتے تھے۔

امام سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی (ت 792ھ) لکھتے ہیں:

لَأَنَّ رِئِيسَهُمْ وَاصِلَ بْنَ عَطَاءٍ اَعْتَزَلَ عَنْ مَجْلِسِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَيَقَرُّ أَنْ
مَنْ ارْتَكَبَ الْكَبِيرَةَ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ وَلَا كَافِرٍ وَيُثْبِتُ الْمَنْزِلَةَ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ فَقَالَ الْحَسَنُ: قَدْ

اعْتَزَلْنَا، فَسُبُّوا "الْمُعْتَزِلَةَ" وَهُمْ سَبُّوا أَنْفُسَهُمْ "أَصْحَابِ الْعَدْلِ وَالْتَّوْحِيدِ". [36]

ترجمہ: فرقہ معزولہ کا بانی و اصل بن عطاء؛ امام حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس سے یہ نظریہ اختیار کرتے ہوئے الگ ہوا کہ جس بندے نے گناہ کبیرہ کیا وہ نہ مسلمان ہے اور نہ کافر۔ واصل بن عطاء ایمان اور کفر کے درمیان تیسرے درجے کو ثابت کر رہا تھا تو امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ اس لیے ان کا نام ”معزولہ“ رکھا گیا اور خود انہوں نے اپنا نام ”اصحاب العدل والتوحید“ رکھا۔

فائدہ: اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد سے انحراف کی وجہ سے اہل حق نے واصل بن عطاء اور اس کے متبعین کا نام ”معزولہ“ رکھا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى
آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَبِيدٌ مَجِيدٌ

عقائد کی اقسام

عقائد کی دو قسمیں ہیں:

1: عقائد قطعیہ

2: عقائد ظنیہ

عقائد قطعیہ:

هِيَ الَّتِي يَتَوَقَّفُ عَلَيْهَا الْحُكْمُ بِالْإِيمَانِ وَالْكَفْرِ، فَمَنْ آمَنَ بِهَا فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَحَدَهَا فَهُوَ كَافِرٌ، وَتُسَمَّى أَيْضًا بِ«ضُرُورِيَّاتِ الدِّينِ».^[37]

وہ عقائد جن کی بنیاد پر ایمان اور کفر کا فیصلہ ہو، جنہیں ماننے والے مومن اور نہ ماننے والے کافر ہوں۔ انہیں ”ضروریاتِ دین“ بھی کہتے ہیں۔

عقائد ظنیہ:

هِيَ الَّتِي يَتَوَقَّفُ عَلَيْهَا الْحُكْمُ بِأَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَأَهْلِ الْبِدْعَةِ، فَمَنْ آمَنَ بِهَا فَهُوَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَمَنْ جَحَدَهَا فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْبِدْعَةِ، وَتُسَمَّى أَيْضًا بِ«ضُرُورِيَّاتِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ».^[38]

وہ عقائد جن کی بنیاد پر اہل السنۃ والجماعۃ اور اہل بدعت کا فیصلہ ہو، جنہیں ماننے والے اہل السنۃ والجماعۃ اور نہ ماننے والے اہل بدعت ہوں۔ انہیں ”ضروریاتِ اہل السنۃ والجماعۃ“ بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: عقائد قطعیہ کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی ضروری ہے جبکہ عقائد ظنیہ کے ثبوت کے لیے دلیل ظنی بھی

[37] التنقيحات

[38] التنقيحات

کافی ہے۔

دلیل قطعی:

هُوَ مَا كَانَ ثُبُوتُهُ قَطْعِيًّا يَقِينِيًّا، وَدَلَالَتُهُ أَيْضًا قَطْعِيَّةً بَيِّنَةً، لَا يَحْتَمِلُ مَعْنَاهَا غَيْرَهَا.^[39]
وہ دلیل جس کا ثبوت قطعی اور یقینی ہو، اور اس کی دلالت بھی قطعی اور بالکل واضح ہو، اس طرح کہ اس کے
معنی میں کسی دوسرے مفہوم کا احتمال ہی نہ پایا جائے۔

ان کی تین قسمیں ہیں:

(1): قرآن کریم کی غیر مؤول آیات

(2): احادیث متواترہ

(3): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قولی اجماع

[1]: قرآن کریم

ملا جیون شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی رحمہ اللہ (ت 1130ھ) فرماتے ہیں:
الْقُرْآنُ: الْمُنْزَلُ عَلَى الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، الْمَكْتُوبُ فِي الْمَصَاحِفِ، الْمُنْقُولُ عَنْهُ نَقْلًا
مُتَوَاتِرًا بِلا شُبْهَةٍ.^[40]

ترجمہ: قرآن (خدا تعالیٰ کا وہ پاک کلام ہے) جو رسول علیہ السلام پر نازل ہوا، مصاحف میں لکھا گیا اور آپ صلی
اللہ علیہ وسلم سے بغیر کسی شبہ کے نقل متواتر سے منقول ہوا۔

مثال:

[39] التنقيحات

[40] نور الانوار: ص 10، 9

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (۱) اللَّهُ الصَّمَدُ (۲) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (۳)﴾ [41]

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو جنم نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ قرآن مجید چونکہ تواتر سے ثابت ہے اس لیے یہ آیت قطعی الثبوت ہے۔ نیز اس آیت میں ”أَحَدٌ“ کی مراد بھی بالکل واضح ہے یعنی اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ کسی کا باپ بیٹا ہونے سے بالکل پاک ذات ہے۔

فائدہ: عقائد قطعیہ کے اثبات کے لیے قرآن مجید کی وہ آیت دلیل قطعی کہلائے گی جس کی دلالت بھی اپنے معنی پر قطعی ہو۔

[2]: حدیث متواتر

امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص رحمہ اللہ (ت 370ھ) لکھتے ہیں:

الْمُتَوَاتِرُ مَا تَنَقَّلَهُ جَمَاعَةٌ لِكثْرَةِ عَدَدِهَا لَا يَجُوزُ عَلَيْهِمْ فِي مِثْلِ صِفَتِهِمُ الْإِتِّفَاقُ وَالتَّوَاطُّؤُ فِي مَجْرَى الْعَادَةِ عَلَى اخْتِرَاعِ خَبَرٍ لَا أَصْلَ لَهُ. [42]

ترجمہ: حدیث متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو نقل کرنے والی جماعت اتنی بڑی ہو کہ اس کا کسی بے بنیاد خبر پر اتفاق کر لینا عادیہ محال اور ناممکن ہو۔

حدیث متواتر کی اقسام:

حدیث متواتر کی دو قسمیں ہیں:

1: متواتر لفظی

2: متواتر معنوی

[41] سورة الاخلاص

[42] الفصول فی الاصول: ج 3 ص 37

1: متواتر لفظی

علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ مَا تَوَاتَرَ لَفْظُهُ. [43]

ترجمہ: متواتر لفظی وہ حدیث ہے جس کے الفاظ تواتر سے منقول ہوں۔

مثال:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْمُغِيرَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ كَذِبًا عَلَى
لَيْسَ كَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ." [44]

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ پر جھوٹ بولنا اس طرح نہیں جیسے ایک عام آدمی پر جھوٹ بولنا ہوتا ہے، (بلکہ) جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔

علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ) اس حدیث کو متواتر شمار کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

إِنَّهُ مُتَوَاتِرٌ ذَكَرَ أَبُو بَكْرٍ الْبَزَّازُ فِي مُسْنَدِهِ أَنَّهُ رَوَاهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ
مِنْ أَرْبَعِينَ نَفْسًا مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَذَكَرَ بَعْضُ الْحَفَاطِ أَنَّهُ رَوَاهُ عَنِ اثْنَيْنِ
وَسِتِّينَ صَحَابِيًّا وَفِيهِمُ الْعَشْرَةُ الْمَشْهُودُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ. [45]

[43] تدرب الراوی شرح تقریب النوای للسیوطی: ج 2 ص 162، النوع الثلاثون المشهور من الحديث قسماً

[44] صحیح البخاری: رقم الحدیث 1291

[45] شرح مسلم للنووی: ج 1 ص 8 باب النهی عن الحدیث بكل مسمع

ترجمہ: یہ حدیث (مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعِدًّا) متواتر ہے۔ امام ابو بکر بزار رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً چالیس صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ نیز بعض حفاظ حدیث نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث باسٹھ صحابہ سے مروی ہے جن میں عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔

2: متواتر معنوی

علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ أَنْ يَنْقُلَ جَمَاعَةٌ يَسْتَحِيلُ تَوَاطُّوهُمْ عَلَى الْكُذِبِ وَقَائِعَ مُخْتَلِفَةً تَشْتَرِكُ فِي أَمْرٍ يَتَوَاتَرُ ذَلِكَ الْقَدَرُ الْمُشْتَرِكُ. [46]

ترجمہ: متواتر معنوی یہ ہے کہ ایک جماعت جس کا جھوٹ پر جمع ہونا محال اور ناممکن ہو ایسے مختلف واقعات نقل کرے جن میں پائی جانے والی قدر مشترک بات حد تواتر کو پہنچ گئی ہو۔

مثال: احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الیہی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ." [47]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری خوشی کا اس وقت کیا عالم ہو گا جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا۔ (یعنی امام مہدی کی اقتداء کریں گے)

شیخ الاسلام علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمہ اللہ (ت 1371ھ) نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث کے

[46] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی للسیوطی: ج 2 ص 162، النوع الثلاثون المشهور من الحديث قسماً

[47] کتاب الاسماء والصفات: ج 2 ص 166 باب قول الله عز وجل "إِنِّي مُتَوَفِّيكَ"

متعلق لکھتے ہیں:

وَالْتَوَاتُرُ فِي حَدِيثِ نُزُولِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَوَاتُرٌ مَعْنَوِيٌّ حَيْثُ تَشَارَكَتْ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ
جداً. [48]

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی احادیث میں پائے جانے والا تواتر؛ تواتر معنوی ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ احادیث پائی جاتی ہیں۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث لفظی طور پر اگرچہ متواتر نہیں لیکن معنوی طور پر متواتر ہیں کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اس لیے اس عقیدہ کا منکر کافر ہو گا۔

[3]: اجماع

شیخ محمد علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1191ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ اتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَصْرِ عَلَى حُكْمٍ شَرْعِيٍّ. [49]
ترجمہ: اجماع امت سے مراد امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے مجتہدین کا کسی زمانہ میں کسی بھی حکم شرعی پر اتفاق کر لینا ہے۔

فائدہ نمبر 1: اجماع کی کئی ایک اقسام ہیں جن کی تفصیل اجماع کی بحث میں آرہی ہے۔

فائدہ نمبر 2: دلیل قطعی میں ”اجماع“ سے مراد ”صحابہ رضی اللہ عنہم کا قولی اجماع“ ہے۔

مثال: خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع

ملا جیون شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی رحمہ اللہ (ت 1130ھ) صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کے اس اجماع کی مثال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[48] العقيدة وعلم الكلام للكوثري: ص 70

[49] كشف اصطلاحات الفنون: ج 1 ص 238

وَمِنْهُ إِلَّا جُمَاعٌ عَلَىٰ خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. [50]

ترجمہ: اس (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قولی اجماع) کی مثال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہے۔

دلیل ظنی:

هُوَ مَا كَانَ ثُبُوتُهُ غَيْرَ يَقِينٍ، أَوْ كَانَتْ دَلَالَتُهُ غَيْرَ بَيِّنَةٍ وَاضِحَةٍ. [51]

اس دلیل کو کہتے ہیں جس کا ثبوت یقینی نہ ہو یا اس کا مفہوم بالکل واضح نہ ہو۔

دلیل ظنی کی چار قسمیں ہیں:

1: قطعی الثبوت ظنی الدلالت

2: ظنی الثبوت قطعی الدلالت

3: ظنی الثبوت ظنی الدلالت

4: استنباط

(1) قطعی الثبوت ظنی الدلالت

هُوَ دَلِيلٌ يَكُونُ ثُبُوتُهُ قَطْعِيًّا يَقِينِيًّا، غَيْرَ أَنَّ دَلَالَتَهُ لَا تَكُونُ قَطْعِيَّةً، بَلْ يَحْتَمِلُ مَعْنَاهُ
أَوْجُهًا أُخَرَ وَلَا يَكُونُ مَفْهُومُهُ حَتْمِيًّا بَيِّنًا. [52]

ایسی دلیل جو ثبوت کے اعتبار سے قطعی و یقینی ہو لیکن دلالت کے اعتبار سے یقینی نہ ہو یعنی اس کا مفہوم حتمی

اور واضح نہ ہو بلکہ اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال موجود ہو۔

[50] نور الانوار: ص 234

[51] التنقيحات

[52] التنقيحات

مثال: مؤول آیات یعنی وہ آیات جن کے معنی اور مراد میں ایک سے زیادہ احتمال ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ (۱۷۳) [53]

ترجمہ: جب کچھ لوگوں نے ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے کہا کہ بے شک کفار نے تمہارے خلاف جنگی سامان جمع کیا ہے، لہذا تم ان سے ڈرو۔ تو ان کی اس بات نے ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کا ایمان مزید بڑھا دیا اور وہ کہنے لگے کہ ہم کو اللہ ہی کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

اس آیت کریمہ میں لفظ "فَزَادَهُمْ إِيمَانًا" مؤول ہے۔ جس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

1: ایمان کی کمیت یعنی "ایمانیات" کہ کن کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

2: ایمان کی کیفیت یعنی حالت اور کیفیت جو کہ ماحول اور احوال کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس آیت میں اضافہ سے مراد ایمان کی کیفیت لیتے ہیں یعنی ایمان کی کیفیت اور حالت ماحول اور احوال کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہے۔ یہ کیفیت ماحول اچھا ملنے کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے اور ماحول اچھا نہ ملنے کی وجہ سے کم ہو جاتی ہے۔

فائدہ:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ایمان

کی کمیت میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، آپ فرماتے ہیں:

بَابُ الْإِيمَانِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بُيِّئَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ" وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ

وَيَزِيدُ وَيَنْقُصُ.... وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ { فَاحْشَوْهُمْ فَرَّادَهُمْ إِيْمَانًا } [54]

ترجمہ: باب: ایمان کا بیان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔"، اور ایمان قول اور عمل کا نام ہے، یہ بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ (اس کے دلائل میں یہ ایک دلیل یہ آیت ہے) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "تو تم لوگ ان (دشمنوں) سے ڈرو، پس اس بات نے ان کے ایمان کو اور زیادہ بڑھا دیا۔"

شارح صحیح البخاری مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ (ت 1438ھ) اس آیت ﴿ فَاحْشَوْهُمْ فَرَّادَهُمْ إِيْمَانًا ﴾ اور اس جیسی دیگر آیات کے متعلق فرماتے ہیں:

"یہاں نفس ایمان اور تصدیق میں زیادتی مراد نہیں بلکہ آثارِ ایمان میں زیادتی مراد ہے۔" [55]

(2) ظنی الثبوت قطعی الدلالت

هُوَ دَلِيلٌ يَكُونُ ثُبُوتُهُ غَيْرَ قَطْعِيٍّ وَلَا يَقِينِيٍّ، إِلَّا أَنْ دَلَالَتُهُ تَكُونُ قَطْعِيَّةً بَيِّنَةً لَا يَحْتَمِلُ مَعْنَاهَا غَيْرُهَا. [56]

یہ ایسی دلیل ہے جس کا ثبوت قطعی اور یقینی نہ ہو، لیکن اس کی دلالت قطعی اور بالکل واضح ہو کہ اس کے معنی میں کسی دوسرے مفہوم کا احتمال نہ پایا جائے۔

مثال: وہ اخبارِ آحاد جو کسی دوسرے معنی کا احتمال نہیں رکھتیں یعنی جن کا مفہوم قطعی ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهُ مِنْ حَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا"

[54] صحیح البخاری: کتاب الایمان

[55] کشف الباری شرح صحیح البخاری: ج 1 ص 611 کتاب الایمان

[56] التنقیحات

صَدَقَةٌ "إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ". [57]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فدک کی زمین اور خیبر کے حصے میں سے اپنی میراث لینے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارا (یعنی انبیاء علیہم السلام کی جماعت) کا کوئی وارث نہیں بنتا، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اس مال سے کھا سکتے ہیں (لیکن بطور وراثت نہیں لے سکتے)۔

اس حدیث کا ثبوت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے کیونکہ یہ خبر واحد ہے۔ لیکن اس کی دلالت اپنے مفہوم پر قطعی ہے کیونکہ اس روایت کے الفاظ "لَا نُورِثُ مَا تَرَ كُنَّا صَدَقَةً" (کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بنتا، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے) اس معنی میں واضح اور صریح ہے کہ یہاں مال کا حکم بیان کیا جا رہا ہے۔ اس مفہوم پر تصریح اسی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما فدک اور خیبر کے مال ہی میں وراثت کا تقاضا کرنے آئے تھے۔

(3) ظنی الثبوت ظنی الدلالت

هُوَ دَلِيلٌ يَكُونُ ثُبُوتُهُ غَيْرَ قَطْعِيٍّ وَلَا يَقِينِيٍّ، وَدَلَالَتُهُ أَيْضًا لَا تَكُونُ قَطْعِيَّةً بَيِّنَةً، بَلْ تَحْتَمِلُ وَجُوهًا مُتَعَدِّدَةً. [58]

یہ وہ دلیل ہے جس کا ثبوت یقینی اور قطعی نہ ہو، اور اس کی دلالت بھی یقینی و حتمی نہ ہو، بلکہ متعدد احتمالات کی گنجائش رکھتی ہو۔

مثال: وہ اخبارِ آحاد جو متعدد معانی کا احتمال رکھتی ہیں جن کا مفہوم ظنی ہے۔

[57] صحیح البخاری: رقم الحدیث 4035، 4036

[58] التنقیحات

امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَيْرٌ يُعَلَّقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَهُ اللَّهُ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ يَبْعَثُهُ. [59]

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی روح ایک پرندے کی صورت میں جنت کے درخت کے ساتھ لٹکائی جاتی ہے جس دن اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو اٹھائیں گے تو اس روح جسم کی طرف لوٹائیں گے۔

اس حدیث کا ثبوت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے کیونکہ یہ خبر واحد ہے۔ اسی طرح اس کی اپنے مفہوم پر دلالت بھی قطعی نہیں کیونکہ اس میں "حَتَّى يَرْجِعَهُ اللَّهُ إِلَى جَسَدِهِ" میں دو احتمال ہیں:

1: روح کا جسم سے بالکل بھی تعلق نہیں ہوتا۔

2: تعلق تو ہوتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا جیسا دنیا میں ہوتا ہے بلکہ ایسا کامل تعلق قیامت کے دن قائم کیا جائے گا۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ ایسی زندگی جس میں حیات کے آثار نظر آئیں اور وہ حیات کامل اور مستقل ہو وہ دو ہیں ایک دنیا کی دوسری آخرت کی۔ رہی قبر کی زندگی تو یہ آخرت کی زندگی کا مقدمہ ہے اور یہ ایسی مخفی حیات ہے جو کامل نہیں بلکہ نوع من الحیاۃ ہے جس میں میت یا اجزاء میت سے روح کا صرف اتنا تعلق رہتا ہے جس سے میت ثواب یا عذاب کو محسوس کرتی ہے۔ قبر کی زندگی کوئی مستقل زندگی نہیں جس طرح ماں کے پیٹ میں ملنے والی زندگی مستقل نہیں بلکہ دنیاوی زندگی کا مقدمہ ہے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) فرماتے ہیں:

[59] مؤطا امام مالک: ص 221 باب جامع الجنائز

(حَتَّى يَرْجِعَهُ اللَّهُ فِي جَسَدِهِ) أَيْ يَرُدُّهُ إِلَيْهِ رَدًّا كَامِلًا فِي بَدَنِهِ (يَوْمَ يَبْعَثُهُ).^[60]

ترجمہ: یعنی کامل مکمل حیات قیامت کے دن عطا کی جائے گی۔

(4) استنباط

هُوَ اسْتِخْرَاجُ الْحُكْمِ الشَّرْعِيِّ لِلنَّازِلَةِ مِنْ أَدِلَّةِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ بِتَأَمُّلٍ وَتَدَبُّرٍ يُنَاسِبَانِ مَقَاصِدَهُمَا، عَلَى وَجْهِ لَا يَخْرُجُ عَنْ جَادَّةِ الْأُصُولِ وَقَوَاعِدِ الشَّرْعِ.^[61]

استنباط یہ ہے کہ پیش آمدہ مسئلہ کا شرعی حکم کتاب و سنت کے دلائل سے غور و فکر کے ساتھ اس انداز میں نکالا جائے جو ان کے مقاصد سے مناسبت رکھتا ہو، اور جو اصول فقہ اور شرعی قواعد کی راہ سے باہر نہ نکلتا ہو۔

مثال:

انبیاء علیہم السلام کا فرشتوں سے افضل ہونا

امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی الشافعی رحمہ اللہ (ت 606ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ: ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَ نُوحًا وَ آلَ إِبْرَاهِيمَ وَ آلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ مَعْنَاهُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى اصْطَفَاهُمْ عَلَى كُلِّ الْمَخْلُوقَاتِ وَلَا شَكَّ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ مِنَ الْمَخْلُوقَاتِ. فَهَذِهِ الْآيَةُ تَقْتَضِي أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى اصْطَفَى هَؤُلَاءِ الْأَنْبِيَاءَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ.^[62]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَ نُوحًا وَ آلَ إِبْرَاهِيمَ وَ آلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ کا "بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں سے پسند کیا" کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو تمام مخلوقات میں سے چنا۔ ظاہر ہے کہ فرشتے بھی مخلوقات میں داخل ہیں، اس لیے اس آیت

[60] مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج 4 ص 100 کتاب الجنائز، باب ما یقال عند من حضرہ الموت، الفصل الثالث

[61] التنقیحات

[62] التفسیر الکبیر للرازی: ج 2 ص 213 سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ 34 "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ"

کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو فرشتوں پر بھی برتری عطا کی ہے۔

فائدہ نمبر 1:

عقائد کی جو تقسیم قطعی اور ظنی کے اعتبار سے ہم نے کی یہی تقسیم مشہور متکلم علامہ عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ (ت 1239ھ) نے بھی فرمائی ہے۔

علامہ عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ (ت 1239ھ) رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّ الْمَسَائِلَ الْإِعْتِقَادِيَّةَ قِسْمَانِ:

أَحَدُهُمَا: مَا يَكُونُ الْمَطْلُوبُ فِيهِ الْيَقِينُ كَوَحْدَةِ الْوَاجِبِ تَعَالَى وَصَدَقِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.

وَتَاوِيلُهُمَا: مَا يُكْتَفَى فِيهَا بِالظَّنِّ كَهَذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَالْإِكْتِفَاءُ بِالذَّلِيلِ الظَّنِّي إِنَّمَا لَا يَجُوزُ فِي الْأَوَّلِ بِخِلَافِ الثَّانِي. [63]

ترجمہ: اعتقادات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن میں شریعت کو یقین مطلوب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا یقین ان کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی ضروری ہے

اور دوسری قسم وہ عقائد جن میں دلیل ظنی بھی کافی ہے جیسے یہ مسئلہ (انبیاء کرام علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا) دلیل ظنی اول یعنی قطعی عقیدہ میں کافی نہیں بخلاف عقیدہ ظنی کے (کہ عقیدہ ظنی میں دلیل ظنی بھی کافی ہوتی ہے)

فائدہ نمبر 2:

قطعی عقیدہ کے لیے دلیل قطعی اور ظنی عقیدہ کے لیے دلیل ظنی درکار ہوتی ہے، یہ صرف رائے ہماری نہیں بلکہ علامہ عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ (ت 1239ھ) کی بھی یہی رائے ہے۔

علامہ عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَتَأْنِيهِمَا: مَا يُكْتَفَى فِيهَا بِالظَّنِّ كَهَذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَالْإِكْتِفَاءُ بِالذَّلِيلِ الظَّنِّي إِنَّمَا لَا يَجُوزُ فِي الْأَوَّلِ بِخِلَافِ الثَّانِي. [64]

ترجمہ: (اعتقادات کی) دوسری قسم وہ عقائد جن میں دلیل ظنی بھی کافی ہے جیسے یہ مسئلہ (انبیاء کرام علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا) دلیل ظنی اول یعنی قطعی عقیدہ میں کافی نہیں بخلاف عقیدہ ظنی کے (کہ عقیدہ ظنی میں دلیل ظنی بھی کافی ہوتی ہے)

فائدہ نمبر 3:

اوپر ذکر کی گئی تفصیل سے ثابت ہوا کہ ہر عقیدہ کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی کا مطالبہ کرنا درست نہیں بلکہ دلیل عقیدہ کے مطابق دی جائے گی۔ اگر کسی عقیدہ کے ماننے والے کو ”مومن“ اور نہ ماننے والے کو ”کافر“ کہا جائے تو اس کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہوگی اور اگر ماننے والے کو ”اہل السنۃ والجماعۃ“ اور نہ ماننے والے کو ”اہل بدعت“ کہا جائے تو دلیل قطعی کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ دلیل ظنی بھی کافی ہوگی۔

فائدہ نمبر 4:

اسلام کے بنیادی عقیدے تین ہیں:

1. توحید باری تعالیٰ
2. نبوت و رسالت
3. قیامت و آخرت

فائدہ نمبر 5:

ان بنیادی عقیدوں کے لیے دلائل عقلیہ مثبت ہیں اور دلائل نقلیہ مؤید ہیں۔

علامہ ابو زید عبد الرحمن بن محمد بن محمد بن خلدون رحمہ اللہ (ت 808ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ عِلْمٌ يَتَضَمَّنُ الْحُجَجَ عَنِ الْعَقَائِدِ الْإِيمَانِيَّةِ بِالْأَدِلَّةِ الْعَقْلِيَّةِ وَالرَّدَّ عَلَى الْمُبْتَدِعَةِ

الْمُنْحَرِفِينَ فِي الْإِعْتِقَادَاتِ عَنْ مَذَاهِبِ السَّلَفِ وَأَهْلِ السُّنَّةِ. [65]

ترجمہ: علم الکلام وہ علم ہے جس میں عقلی دلائل کے ذریعہ ایمانی عقائد کا دفاع کیا جاتا ہے اور اہل السنۃ و اسلاف کے عقیدہ سے انحراف کرنے والے اہل بدعت کا دلائل سے رد کیا جاتا ہے۔

دلیل نمبر 1:

﴿قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (۱۶) [66]

ترجمہ: آپ فرما دیجئے: اگر اللہ کی یہی مشیت ہوتی تو میں تمہارے سامنے یہ قرآن پڑھتا ہی نہیں، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ تمہیں اس قرآن سے واقف کرواتا۔ آخر میں تمہارے درمیان اس سے پہلے ایک عمر گزار چکا ہوں، کیا تم پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے؟

استدلال:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے سامنے اپنی نبوت پر عقلی دلیل پیش فرمائی تھی کہ جو شخص چالیس سال تک خلاف حقیقت باتیں کرنے سے بچتا رہا اور تم اس کی صداقت پر خود گواہی بھی دیتے ہو تو وہ نبوت کے بارے میں غلط دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟

دلیل نمبر 2:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِي: يَا بَنِي فَهْرٍ! يَا بَنِي عَدِيٍّ! لِبُطُونِ قُرَيْشٍ حَتَّى اجْتَمَعُوا

[65] تاریخ ابن خلدون: ج 1 ص 458

[66] سورۃ یونس: 16

فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُولًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُو لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ: "أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغَيِّرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِي؟" قَالُوا: نَعَمْ! مَا جَوَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا، قَالَ: "فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ". فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ، أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا؟ فَنَزَلَتْ ﴿تَبَّتْ يُدَا أَيْ لَهَبٍ وَتَبَّ (١) مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (٢)﴾ [67]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آیت ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ کہ "اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے" نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکار کر فرمانے لگے: اے بنی فہر! اے بنی عدی! قریش کی ذیلی شاخ والوں کو۔ اس آواز پر سب لوگ جمع ہو گئے۔ اگر کوئی شخص خود نہ آ سکا تو اس نے اپنا کوئی نمائندہ بھیج دیا تا کہ معلوم ہو کہ بات کیا ہے! ابو لہب بھی قریش کے ان لوگوں کے ساتھ آیا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس وادی میں سے (یعنی اس پہاڑ کے پیچھے سے) ایک لشکر تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کو سچ مانو گے؟ ان سب نے کہا کہ بالکل ہم آپ کی تصدیق کریں گے، ہم نے ہمیشہ آپ کو سراپا سچا ہی پایا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو بالکل تمہارے سامنے ہے۔ اس پر ابو لہب بولا: تم پر آج کا سارا دن تباہی ہو، کیا تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿تَبَّتْ يُدَا أَيْ لَهَبٍ وَتَبَّ (١) مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (٢)﴾ کہ "ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہو گیا، اس کا مال اس کے کام آیا نہ اس کی کمائی۔"

استدلال:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے سامنے اپنی نبوت پر عقلی دلیل پیش فرمائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی سراپا صدق و امانت پر مبنی ہے جس کی گواہی خود قریش بھی دے رہے تھے۔ تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نبوت کے بارے میں غلط دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں؟

دلیل نمبر 3:

اگر کسی شخص میں عقل موجود ہو اور اس کے پاس نقل نہ پہنچے وہ تب بھی اجمالاً ایمان لانے کا مکلف ہو گا اور کسی میں عقل موجود نہ اور اس کے پاس نقل پہنچ جائے وہ تب بھی ایمان لانے کا مکلف نہیں ہو گا۔

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت 335ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَوْ لَمْ يَبْعَثِ اللَّهُ تَعَالَى رَسُولًا لَوَجَبَ عَلَى الْعُقَلَاءِ مَعْرِفَتُهُ بِعُقُولِهِمْ. [68]

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ کسی رسول کو مبعوث نہ فرماتے تب بھی عقل مندوں پر عقل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو پہچاننا ضروری ہوتا۔

دلیل نمبر 4:

اگر کوئی کافر وجود باری تعالیٰ پر دلیل مانگے تو اسے عقلی دلیل دی جائے گی کیونکہ اگر ہم قرآن پیش کریں گے تو وہ کہے گا کہ میں تو وجود خدا نہیں مانتا، کلام خدا کیسے مان لوں گا؟ تو ہم پہلے عقلی دلیل سے وجود خدا منوائیں گے اس کے بعد کلام خدا پیش کریں گے۔

فصل دوم

ترجیح عقیده الاسلاف

ترجیح عقیدۃ الاسلاف

اگر اسلاف اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ کا کوئی عقیدہ و نظریہ بظاہر قرآن کریم کی کسی آیت یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان سے ٹکرا جائے تو اس وقت دیکھا جائے کہ ان آیات و احادیث کے ہوتے ہوئے اکابر اسلاف اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ کیا تھا۔ جو ان کا عقیدہ ہو اسی کو لیا جائے گا کیونکہ آیات و احادیث ان کے موافق ہوتی ہیں جو بظاہر اس کے خلاف نظر آرہی ہوتی ہیں۔

امام ابو الحسن عبید اللہ ابن الحسین الکرنی رحمہ اللہ (ت 340ھ) لکھتے ہیں:

أَنَّ كُلَّ آيَةٍ تُخَالِفُ قَوْلَ أَصْحَابِنَا فَإِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ أَوْ عَلَى التَّرْجِيحِ وَالْأَوَّلَى أَنْ تُحْمَلَ عَلَى التَّأْوِيلِ مِنْ جِهَةِ التَّوْفِيقِ. [69]

ترجمہ: ہر وہ آیت جو ہمارے فقہاء کے قول کے خلاف ہوگی تو اس کو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور بہتر یہ ہے کہ ان دونوں میں تاویل کر کے تطبیق کی صورت پیدا کی جائے۔

حافظ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ (ت 728ھ) فرماتے ہیں:

لِيُعْلَمَ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْأُئِمَّةِ الْمُقْبُولِينَ عِنْدَ الْأُمَّةِ قُبُولًا عَامًّا يَتَعَدَّدُ مُخَالَفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنْ سُنَّتِهِ ؛ دَقِيقٍ وَلَا جَلِيلٍ ؛ فَإِنَّهُمْ مُتَّفِقُونَ اتِّفَاقًا يَقِينِيًّا عَلَى وَجُوبِ اتِّبَاعِ الرَّسُولِ وَعَلَى أَنَّ كُلَّ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُتْرَكُ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ إِذَا وَجَدَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمْ قَوْلٌ قَدْ جَاءَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ بِخِلَافِهِ فَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ عُدْرٍ فِي تَرْكِهِ ... وَلِذَلِكَ أَسْبَابُ : مِنْهَا أَنْ يَكُونَ الْمُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ يَعْتَقِدُهُ أَحَدُهُمَا ضَعِيفًا وَيَعْتَقِدُهُ الْآخَرُ ثِقَةً وَمَعْرِفَةُ الرِّجَالِ عِلْمٌ وَاسِعٌ. [70]

[69] اصول الکرنی: ص 2

[70] رفع الملام عن الأئمة الاعلام: ص 9، ص 19، 20

ترجمہ: یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ: جن ائمہ کو امت کے ہاں قبولیت عامہ حاصل ہے ان میں سے کوئی بھی جان بوجھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی سنت کی مخالفت نہیں کرتا، چاہے سنت چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔ یہ ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا واجب ہے اور اس بات پر بھی متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے علاوہ ہر بندے کی بات کو لیا بھی جاسکتا ہے، چھوڑا بھی جاسکتا ہے۔ اگر کبھی کسی امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف نظر آجائے تو اس صحیح حدیث کے چھوڑنے پر امام کے پاس کوئی نہ کوئی عذر ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ امام اپنے اجتہاد سے اسے ضعیف سمجھتا ہے جبکہ دیگر حضرات اسے اپنے اجتہاد سے صحیح سمجھتے ہیں۔ اور اس کے کئی اسباب ہیں ان میں سے ایک یہ کہ ایک محدث ایک حدیث کو ضعیف سمجھتا ہے اور دوسرا اسی کو صحیح سمجھتا ہے اور حدیث کی صحت و ضعف، روات کی توثیق و تضعیف یہ ایک وسیع علم ہے۔

فائدہ:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کے علم میں دلیل ناسخ یا دلیل مرجح ہوتی ہے لیکن ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہوتا۔

مثال نمبر 1:

عقیدہ: اللہ تعالیٰ بلا جسم، بلا مکان اور بلا جہت موجود ہے۔

شیخ محمد عربی النّبانی المالکی المعروف ابو حامد بن مرزوق، مدرس حرم مکی (ت 1390ھ) لکھتے ہیں:

إِتَّفَقَ الْعُقَلَاءُ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ؛ الشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَفِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ وَفُضَّلَاءِ الْحَنَابِلَةِ وَغَيْرِهِمْ عَلَى أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مُنَزَّهٌ عَنِ الْجِهَةِ وَالْجَسَمِيَّةِ وَالْحَدِّ وَالْمَكَانِ وَمُشَابَهَةٌ مَخْلُوقَاتِهِ. [71]

ترجمہ: اہل السنۃ کے تمام عقلاء یعنی شوافع، احناف، مالکیہ اور فاضل حنابلہ اور دیگر اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جہت، جسم، حد، مکان اور اپنی مخلوقات کی مشابہت رکھنے سے پاک ہے۔

یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ﴾^[72] کے خلاف ہے، اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں لیکن حقیقت میں یہ آیت کے خلاف نہیں اس لیے کہ اس کا معنی وہ نہیں جو بظاہر نظر آرہا ہے بلکہ یہاں استواء علی العرش سے مراد اللہ تعالیٰ کا عرش پر غالب ہونا ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ (اسْتَوَىٰ) عَلَا (عَلَى الْعَرْشِ).^[73]

ترجمہ: امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "استواء علی العرش" کا معنی اللہ تعالیٰ کا عرش پر غالب ہونا ہے۔

فائدہ: اس کی مزید تفصیل میری تصنیف "توحید باری تعالیٰ" میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

مثال نمبر 2:

عقیدہ: انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوئی رحمہ اللہ (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

وَالْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كُلُّهُمْ مُنْزَهُونَ عَنِ الصَّغَائِرِ وَالْكِبَائِرِ وَالْكَفْرِ وَالْقَبَائِحِ.^[74]

ترجمہ: تمام انبیاء علیہم السلام صغیرہ و کبیرہ گناہوں اور کفر و بے ہودہ کاموں سے پاک ہوتے ہیں۔

یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ﴾^[75] کے خلاف ہے، اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں ہیں لیکن حقیقت میں یہ آیت عقیدہ عصمت انبیاء علیہم السلام

[72] سورة الاعراف: 54

[73] صحیح البخاری: کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء

[74] الفقه الاکبر: ص 21

[75] سورة طه: 121

کے خلاف نہیں اس لیے کہ اس آیت کا معنی وہ نہیں جو بظاہر نظر آ رہا ہے یعنی نافرمانی۔ یہاں عصیٰ سے مراد ”نافرمانی“ نہیں بلکہ لغزش بلا ارادہ سرزد ہونا اور بھول جانا ہے۔

الْمَعْصِيَةُ مَصْدَرٌ وَقَدْ تُطْلَقُ عَلَى الرَّذَّةِ مَجَازًا.^[76]

ترجمہ: ”معصیہ“ مصدر ہے۔ کبھی اس کا اطلاق ”زلت“ (بغیر قصد و ارادہ کے پھسل جانا) پر بھی کر دیا جاتا ہے۔ تو ”عَصِي“ کا معنی ہے کہ بغیر ارادہ نافرمانی کے وہ کام کیا جائے جو نہیں کرنا چاہیے۔ اور معصیت بمعنی ”گناہ“ میں ارادہ نافرمانی کو دخل ہوتا ہے، اور معصیت بمعنی ”زلت“ میں بغیر ارادہ نافرمانی کے لغزش سرزد ہوتی ہے۔

اسی طرح یہاں ”غَوَى“ کا لفظ ہے جو ”غَوَايَةُ“ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے ”مشقت میں پڑ جانا“۔ اب آیت کا معنی یہ ہو گا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہو گئی جس کی وجہ سے جنت کی عیش جاتی رہی اور آپ علیہ السلام کو دنیا میں بھیج دیا گیا، دنیا کی زندگی تلخ ہو گئی اور آپ کو مشقت اور مشکلات پیش آئیں۔ فائدہ: اس کی مزید تفصیلات میری تصنیف ”عصمتِ انبیاء علیہم السلام“ میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔

مثال نمبر 3:

عقیدہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (ت 1369ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ كَمَا تَقَدَّرَ وَإِنَّهُ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ.^[77]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی قبر میں) زندہ ہیں جیسا کہ یہ بات اپنی جگہ ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھتے ہیں۔

[76] هداية الساري الى دراسة البخاري للعلامة امداد الحق السلطاني البغداديشي: ج 1 ص 107

[77] فتح الملهم شرح صحيح مسلم: ج 3 ص 419 باب فضل الصلاة بمسجد مكة والمدينة

یہ عقیدہ بظاہر قرآن کریم کی آیت ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾^[78] کے خلاف ہے، اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد عبادت نہیں ہوتی لیکن حقیقت میں یہ آیت عقیدہ صلوٰۃ فی القبر کے خلاف نہیں اس لیے کہ اس کا معنی وہ نہیں جو بظاہر نظر آرہا ہے کیونکہ عبادت کی دو قسمیں ہیں:

- 1: عبادت تکلیفی: جس کے کرنے کا حکم ہو اور جس کے کرنے پہ ثواب نہ کرنے پہ گناہ ہو۔ جیسے پانچ وقت کی نماز۔
- 2: عبادت تلذذی: جس کے کرنے کا حکم نہ ہو انسان اس کا مکلف نہ ہو اور نہ ہی اس کے کرنے پہ ثواب اور ترک پہ گناہ ہو بلکہ وہ صرف لذت کے لیے کی جائے۔

موت تک کی جانے والی عبادت "تکلیفی" جبکہ موت کے بعد کی جانے والی عبادت "تلذذی" ہوتی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی رحمہ اللہ (ت 855ھ) فرماتے ہیں:

فَإِنْ قُلْتَ: مَا الدَّاعِي إِلَىٰ عِبَادَتِهِمْ بَعْدَ الْمَوْتِ وَمَوْضِعُ الْعِبَادَةِ دَارُ الدُّنْيَا؟ قُلْتُ: حُبِّبَتْ إِلَيْهِمُ الْعِبَادَةُ فَهُمْ مُتَعَبِدُونَ بِمَا يَجِدُونَ مِنْ دَوَاعِي أَنْفُسِهِمْ لَا بِمَا يُلْزَمُونَ بِهِ.^[79]

ترجمہ: اگر کوئی سوال کرے کہ انبیاء کرام علیہم السلام موت کے بعد عبادت کیسے کرتے ہیں جبکہ عبادت کی جگہ تو دنیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ عبادت کو انبیاء کی پسندیدہ چیز بنادیا جاتا ہے تو موت کے بعد وہ قلبی لذت کے لیے عبادت کرتے ہیں نہ کہ مکلف ہونے کی وجہ سے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1362ھ) یہ حدیث مبارک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"یہ تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لیے ہے۔"^[80]

[78] سورة الحجر: 99

[79] عمدة القاری شرح البخاری: ج 9 ص 181 باب التلبیة اذا انحدر فی الوادی

[80] نشر الطیب فی ذکر النبی الحبيب: ص 220 فصل نمبر 28

فصل سوم

مراعاة المعنى الظاهري للنصوص

مراعاة المعنى الظاهري للنصوص

- ◆ کہاں نص کا ظاہری معنی لینا ضروری ہے؟
 - ◆ کہاں نص کا ظاہری معنی ترک کرنا ضروری ہے؟
 - ◆ اور کہاں ظاہری معنی کو ترک کرنے کی گنجائش ہے؟
- اس بارے میں چند اصول ذکر کیے جاتے ہیں:

- (1) کن مقامات پر ظاہری معنی لینا واجب ہے۔
- (2) کن مقامات پر ظاہری معنی ترک کرنا اور تاویل کرنا واجب ہے۔
- (3) کن مقامات پر ظاہری معنی قائم رکھتے ہوئے اشارہ خفیہ یا لطیفہ علمیہ ذکر کرنا جائز ہے۔
- (4) کن مقامات پر ظاہری معنی ترک کر کے تاویل کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

اصل نمبر 1: نصوص کو ظاہری معنی پر محمول کرنا

نصوص (آیت اور حدیث) کو ان کے ظاہر پر رکھنا ضروری ہے۔ بغیر کسی دلیل شرعی کے نصوص (آیت اور حدیث) کے ظاہری معنی کو ترک کرنا اور غلط تاویل کر کے ظاہری معنی کی بجائے باطنی معنی مراد لینا جائز نہیں۔

امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد النسفی الحنفی رحمہ اللہ (ت 537ھ) لکھتے ہیں:

وَالنُّصُوصُ تُحْمَلُ عَلَى ظَوَاهِرِهَا وَالْعُدُولُ عَنْهَا إِلْحَادٌ.^[81]

ترجمہ: نصوص کو ظاہری معنی پر محمول کیا جائے گا اور نصوص کا ظاہری معنی چھوڑنا ”الحد“ ہے۔

مثال:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جنت اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [82]

ترجمہ: اور بھاگو اپنے رب کی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمین جتنی ہے، جو کہ متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۷۲) لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ (۷۳)﴾ [83]

ترجمہ: یہ وہ جنت ہے جس کا تمہیں اعمال کی وجہ سے وارث بنایا گیا ہے۔ اس میں تمہارے لیے بہت زیادہ میوے ہیں جن میں سے تم کھاؤ گے۔

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِلشَّيْبَانِ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ﴾ [84]

ترجمہ: جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو خراب نہیں ہوتا، دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا، شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے سراپا لذت ثابت ہوگی اور شہد کی نہریں ہیں جو نتھرا (صاف شدہ) ہوا ہو گا اور وہاں ان جنتیوں کے لیے تمام قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت بھی ہوگی۔

ان آیات مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جنت کا حسی وجود ہے۔

[82] سورة آل عمران: 133

[83] سورة الزخرف: 72، 73

[84] سورة محمد: 15

غلط تاویل:

سر سید احمد خان، جنت کی نعمتوں کا تذکرہ بلکہ - معاذ اللہ - ان کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ سمجھنا کہ جنت مثل باغ کے پیدا کی ہوئی ہے، اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں، باغ میں سرسبز شاداب درخت ہیں، دودھ و شراب و شہد کی نالیاں بہہ رہی ہیں، ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے، ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے۔ اگر بہشت یہی ہو تو بے مغالطہ ہمارے خرابات (شراب خانے) اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔" [85]

اصل نمبر 2: نصوص کا ظاہری معنی مراد نہ لینے کی صورت میں تاویل کا واجب ہونا

اگر کسی نص (آیت اور حدیث) کا ظاہری معنی مراد لینا ممکن نہ ہو تو نص کی تاویل کرنا واجب ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

(وَالنُّصُوصُ) مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ (تُحْمَلُ عَلَى ظَوَاهِرِهَا) مَا لَمْ يَصْرِفْ عَنْهَا دَلِيلٌ قَطْعِيٌّ كَمَا

فِي الْآيَاتِ الَّتِي تُشْعِرُ بِظَوَاهِرِهَا بِالْجَهَةِ وَالْجَسْبِيَّةِ. [86]

ترجمہ: کتاب و سنت کے نصوص کو ظاہری معنی پر محمول کیا جائے گا جب تک کوئی ایسی دلیل قطعی موجود نہ ہو جو

اس کے ظاہری معنی سے عدول کا سبب بنے جیسے وہ آیات جن سے بظاہر اللہ کے لیے جہت اور جسم ثابت ہوتا ہے۔

مثال:

﴿أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ﴾ [87]

ترجمہ: کیا تم کو اس ذات کا خوف نہیں رہا جس کی سلطنت آسمان میں ہے، کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور

[85] تفسیر القرآن از سر سید احمد خان: ج 1 ص 32

[86] شرح العقائد النسفية: ص 167

[87] سورة الملك: 16

اس وقت زمین ہلنے لگے۔

اس آیت کا ظاہری معنی مراد لینا ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے آسمان میں ہے کیونکہ آسمان؛ عرش سے بہت چھوٹا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو آسمان میں مانا جائے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ عرش سے بھی چھوٹے ہوں حالانکہ دلائل قطعیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں۔

امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی الشافعی رحمہ اللہ (ت 606ھ) فرماتے ہیں:

وَأَعْلَمُ! أَنَّ الْمُسْتَبْهَةَ احْتَجُّوا عَلَى اثْبَاتِ الْمَكَانِ لِلَّهِ تَعَالَى بِقَوْلِهِ: ﴿عَآمَنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ﴾، وَالْجَوَابُ عَنْهُ: أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ لَا يُمَكِّنُ إِجْرَؤُهَا عَلَى ظَاهِرِهَا بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، لِأَنَّ كَوْنَهُ فِي السَّمَاءِ يَفْتَضِي كَوْنَ السَّمَاءِ مُحِيطًا بِهِ مِنْ جَمِيعِ الْجَوَانِبِ، فَيَكُونُ أَصْغَرُ مِنَ السَّمَاءِ، وَالسَّمَاءُ أَصْغَرُ مِنَ الْعَرْشِ بِكَثِيرٍ، فَيَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ تَعَالَى شَيْئًا حَقِيرًا بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْعَرْشِ، وَذَلِكَ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ مُحَالٌ، وَلِأَنَّهُ تَعَالَى قَالَ: ﴿قُلْ لِّمَن مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْتُ لِلَّهِ﴾ فَلَكَ كَانَ اللَّهُ فِي السَّمَاءِ لَوْ جَبَّ أَنْ يَكُونَ مَالِكًا لِنَفْسِهِ وَهَذَا مُحَالٌ، فَعَلِمْنَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ يَجِبُ صَرْفُهَا عَنْ ظَاهِرِهَا إِلَى التَّأْوِيلِ. [88]

ترجمہ: یہ بات جان لیجئے کہ فرقہ مشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کو ثابت کرنے کے لیے اس آیت ﴿عَآمَنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ﴾ کہ "کیا تمہیں اس ذات کا خوف نہیں رہا جو آسمانوں میں ہے" سے استدلال کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کا ظاہری معنی ہرگز مراد نہیں کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو آسمان میں مانیں تو ماننا پڑے گا کہ آسمان اللہ تعالیٰ کو محیط ہو۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ آسمان سے چھوٹے قرار پائیں گے حالانکہ آسمان تو عرش سے بہت چھوٹا ہے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ عرش کی نسبت بہت چھوٹا ہو حالانکہ اس بات کے محال اور ناممکن ہونے پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر فرمایا ہے: ﴿قُلْ لِّمَن مَّا فِي

[88] التفسیر الکبیر للرازی: ج 30 ص 61 سورة الملك، رقم الآية 16 "عَآمَنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ"

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ قُلْ لِلَّهِ ۝ کہ "آپ پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ اس کا جواب بھی خود فرمادیں کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے" تو اگر اللہ تعالیٰ کو آسمان میں مان لیا جائے تو اس سے یہ بات لازم ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کا مالک ہو اور یہ بات محال اور ناممکن ہے۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک ہیں، مملوک نہیں) اس سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اس آیت کا ظاہری معنی ہرگز مراد نہیں بلکہ اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔

فائدہ:

"أَنْ يَكُونَ مَالِكًا لِنَفْسِهِ" کی صورت یہ بنے گی کہ کوئی ذات بیک وقت اپنی ہی مالک بھی ہو اور اپنی ہی مملوک بھی، اور یہ امر محال و ناممکن ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم:

اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور سلطنت آسمان میں بھی ہے۔
امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین الرازی الشافعی رحمہ اللہ (ت 606ھ) اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَنْ فِي السَّمَاءِ سُلْطَانُهُ وَمُلْكُهُ وَقُدْرَتُهُ، وَالْعَرْضُ مِنْ ذِكْرِ السَّمَاءِ تَفْخِيمُ سُلْطَانِ اللَّهِ وَتَعْظِيمُ قُدْرَتِهِ. [89]

ترجمہ: اس سے مراد وہ ذات ہے جس کی بادشاہت، سلطنت اور قدرت آسمان میں ہے۔ آسمان کا تذکرہ کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور اس کی قدرت کی بڑائی کو بیان کرنے کے لیے ہے۔

اصل نمبر 3: نصوص کو ظاہری معنی قائم رکھتے ہوئے اشارہ خفیہ یا لطیفہ علمیہ کا جائز ہونا
نص (آیت اور حدیث) کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہوئے اس میں ایسا اشارہ خفیہ یا لطیفہ علمیہ ذکر کرنا جو ظاہر عبارت کے خلاف نہ ہو اور نہ ہی اس سے مقصودی معنی کی تردید ہوتی ہو جائز ہے۔

[89] التفسیر الکبیر للرازی: ج 30 ص 62 سورة الملك، رقم الآية 16 "أَمْ تَنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ"

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْمُحَقِّقِينَ مِنْ أَنَّ النَّصُوصَ مَصْرُوفَةٌ عَلَى ظَوَاهِرِهَا وَمَعَ ذَلِكَ فِيهِ إِشَارَاتٌ خَفِيَّةٌ إِلَى دَقَائِقَ تَنْكَشِفُ عَلَى أَرْبَابِ السُّلُوكِ يُمَكِّنُ التَّطَبُّقَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الظَّوَاهِرِ الْمُرَادَةِ فَهُوَ مِنْ كَمَالِ الْإِيمَانِ وَمَحْضِ الْعِرْفَانِ. [90]

ترجمہ: بعض اہل حق محققین جو ظاہری معنی کے ساتھ ساتھ ایسے باطنی معنی بھی بیان کرتے ہیں جو اہل کشف پر کھلتے ہیں تو وہ الحاد نہیں بلکہ وہ ایمان کے کامل ہونے کی نشانی اور معرفت کی علامت ہے۔ اس لیے کہ وہاں ظاہری اور باطنی معنی میں تطبیق ہو سکتی ہے۔

علامہ سید ابوالثناء محمود آلوسی آفندی بغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1270ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا كَلَامُ السَّادَةِ الصُّوفِيَّةِ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ مِنْ بَابِ الْإِشَارَاتِ إِلَى دَقَائِقَ تَنْكَشِفُ عَلَى أَرْبَابِ السُّلُوكِ وَيُمَكِّنُ التَّطَبُّقَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الظَّوَاهِرِ الْمُرَادَةِ وَذَلِكَ مِنْ كَمَالِ الْإِيمَانِ وَمَحْضِ الْعِرْفَانِ. [91]

ترجمہ: قرآن کریم (کی تفسیر) کے بارے میں سادات صوفیاء سے جو کلام منقول ہوتا ہے وہ دراصل ان دقیق نکات کی طرف اشارے ہوتے ہیں جو اہل سلوک پر منکشف ہوتے ہیں۔ (صوفیائے کرام کے) ان اشارات میں اور قرآن کریم کے ظاہری مفہوم میں جو حقیقتاً مراد ہوتا ہے؛ تطبیق ممکن ہوتی ہے۔ ان جیسے معنی کا بیان صوفیاء کے کمال ایمان اور اللہ تعالیٰ کے فیض کا نتیجہ ہوتا ہے۔

مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةً وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ

[90] شرح العقائد النسفية: ص 167

[91] تفسیر روح المعانی: ج 1 ص 7 مقدمة التفسير

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَلَيْشَهِدُ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (۲) ﴿۹۲﴾

ترجمہ: زانیہ عورت اور زانی مرد؛ ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور اگر تم اللہ اور روزِ قیامت کو مانتے ہو تو تمہیں ان دونوں پر اللہ کے دین کے معاملے میں بالکل بھی ترس نہ آنے پائے۔ اور ان کی سزا کے وقت اہل ایمان کی ایک جماعت موجود رہے۔

علامہ سید ابو الثناء محمود آلوسی آفندی بغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1270ھ) اس آیت سے لطائف کا استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمِنْ بَابِ الْإِشَارَةِ مَا قِيلَ: إِنْ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَلَيْشَهِدُ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهُ يَنْبَغِي لِلشَّيْخِ إِذَا أَرَادَ تَأْدِيبَ الْمُرِيدِ وَكَسَرَ نَفْسِهِ الْأَمَارَةَ أَنْ يُؤَدِّبَهُ بِحَضَرِ طَائِفَةٍ مِّنَ الْمُرِيدِينَ الَّذِينَ لَا يَحْتَاجُونَ إِلَى تَأْدِيبٍ. ﴿۹۳﴾

ترجمہ: اس آیت سے ماخوذ اشارہ یہ ہے کہ اس فرمان باری تعالیٰ ﴿وَلَيْشَهِدُ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ کہ ”بدکار عورت اور بدکار مرد کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو ضرور حاضر رہنا چاہیے“ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخ جب مرید کی تادیب کرنا چاہے اور اس کے نفس امارہ (کے مکرو فریب کو) ختم کرنا چاہے تو اس مرید کی تادیب اپنے ان مریدین کے مجمع میں کرے جنہیں تادیب کی ضرورت نہیں۔

اصل نمبر 4: نصوص کا ظاہری معنی ترک کر کے صرف باطنی معنی نہ لینا

نصوص (آیت اور حدیث) میں ہر مقام پر ظاہری معنی چھوڑ کر ان کا صرف باطنی معنی مراد لینا جائز نہیں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ نصوص کے کچھ ظواہر ہیں اور کچھ حقائق۔ حقائق سے ظواہر کو وہی نسبت ہے جو مغز کو چھلکے سے ہیں اور جہلاء صرف ظواہر کو جانتے ہیں اور عقلاء؛ حقائق سے واقف ہیں، باطل اور غلط ہے۔

[92] سورة النور: 2

[93] تفسیر روح المعانی ج 10 ص 185 سورة النور

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

(وَالْعُدُولُ عَنْهَا) أَيْ عَنِ الظَّوَاهِرِ إِلَى مَعَانٍ يَدَّعِيهَا أَهْلُ الْبَاطِنِ وَهُمْ الْمَلَاحِدَةُ وَسَوَاءُ الْبَاطِنِيَّةِ لِادِّعَائِهِمْ أَنَّ النُّصُوصَ كَيْسَتْ عَلَى ظَوَاهِرِهَا بَلْ لَهَا مَعَانٍ بَاطِنِيَّةٌ لَا يَعْرِفُهَا إِلَّا الْمُعَلِّمُ وَقَصْدُهُمْ بِذَلِكَ نَفْيُ الشَّرِيعَةِ بِالْكُلِّيَّةِ (الْحَادِ) أَيْ مَبْنًى وَعُدُولٌ عَنِ الْإِسْلَامِ وَاتِّصَالٌ وَالتَّصَاقُّ بِكُفْرٍ لِكَوْنِهِ تَكْذِيبًا لِلنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيمَا عَلِمَ مَجِيئُهُ بِهِ بِالضَّرُورَةِ. [94]

ترجمہ: نصوص کا ظاہری معنی چھوڑ کر وہ معنی مراد لینا جو اہل باطن مراد لیتا ہے یہ الحاد ہے۔ اہل باطن سے مراد فرقہ باطنیہ ملحدین ہیں جن کا دعویٰ یہ ہے کہ نصوص کا ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ باطنی معنی مراد ہے جسے معلم (یعنی امام معصوم) جانتا ہے۔ اس فرقہ کا اس طرزِ عمل سے مقصود شریعت کی نفی کرنا ہے۔ ان لوگوں کا یہ فعل الحاد ہے، شریعت سے روگردانی ہے، اسلام کو چھوڑ کر کفر کے ساتھ خود کو ملا لینا ہے کیونکہ اس سے ان چیزوں کی تکذیب لازم آتی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے۔

مثال:

”فرقہ باطنیہ“ نے جو نصوص کے ظواہر کو چھوڑ کر خود ساختہ باطنی معانی مراد لیے ہیں۔ اس فرقہ کا یہ کہنا ہے کہ عقلاء ہی جانتے ہیں کہ نصوص کی اصل مراد حقائق ہیں، ظواہر نہیں۔ یہ عقلاء ”اہل اسرار“ ہیں جنہیں ”معلم“ بھی کہا جاتا ہے اور یہی ان باطنی معانی سے واقف ہوتے ہیں۔ فرقہ باطنیہ کے اس طرزِ عمل سے جہاں نصوصِ شرعیہ کی تکذیب لازم آتی ہے وہاں شریعتِ اسلامیہ کا ہر قول و عمل اپنی حقیقت کھو بیٹھتا ہے۔ اس لیے فرقہ باطنیہ کا یہ عمل الحاد اور شریعت کی حقیقت و ماہیت کو تبدیل کرنا ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ (ت 1999ء) فرقہ باطنیہ کی تحریف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”انہوں (یعنی فرقہ باطنیہ) نے نبی، وحی و نبوت، ملائکہ، آخرت اور اصطلاحاتِ شرعیہ کی من مانی تشریح

کرنی شروع کر دی جس کے بعض نادر نمونے یہ ہیں: ”نبی“ اس ذات کا نام ہے جس پر قوتِ قدسیہ صافیہ کا فیضان ہو، ”جبریل“ کسی ہستی کا نام نہیں صرف فیضان کا نام ہے، ”معاد“ سے مراد ہر چیز کا اپنی حقیقت کی طرف واپس آ جانا ہے، ”جنابت“ سے مراد افشائے راز ہے، ”غسل“ سے مراد تجدیدِ عہد، ”زنا“ سے مراد علمِ باطن کے نطفہ کو کسی ایسی ہستی کی طرف منتقل کرنا جو عہد میں شریک نہ ہو، ”طہارت“ سے مراد مذہبِ باطنیہ کے علاوہ ہر مذہب سے براءت، ”تیمم“ سے مراد ماذون (اجازت یافتہ) سے علم کا حصول، ”صلوٰۃ“ سے مراد امامِ وقت کی طرف دعوت، ”زکوٰۃ“ سے مراد اہل استعداد و صفائیں اشاعتِ علم، ”صیام“ (روزہ) سے مراد افشائے راز سے پرہیز و احتیاط، ”حج“ سے مراد اس علم کی طلب جو عقل کا قبلہ اور منزل مقصود ہے، ”جنت“ علمِ باطن، ”جہنم“ علمِ ظاہر، ”کعبہ“ خود نبی کی ذات ہے، ”بابِ کعبہ“ سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات، قرآن مجید میں ”طوفانِ نوح“ سے مراد علم کا طوفان ہے جس میں اہل شہادت غرق کر دیے گئے، ”آتشِ نمرود“ سے مراد نمرود کا غصہ ہے نہ کہ حقیقی آگ، ”ذبح“ سے مراد جس کا ابراہیم کو حکم دیا گیا تھا بیٹے سے عہد لینا، ”یا جوج ماجوج“ سے مراد اہل ظاہر ہیں، ”عصائے موسیٰ“ سے مراد ان کی دلیل اور حجت ہے، وغیرہ وغیرہ۔“ [95]

فائدہ: اصل نمبر 3 اور 4 میں فرق

صوفیاء؛ ظاہری معنیٰ مراد لے کر اسے یقینی قرار دیتے ہوئے ”اشارہ خفیہ“ کے قائل ہیں جبکہ فرقہِ باطنیہ؛ ظاہری معنیٰ ترک کر کے صرف باطنی معنیٰ مراد لیتے ہیں۔

علامہ سید ابوالثناء محمود آلوسی آفندی بغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1270ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا كَلَامُ السَّادَةِ الصُّوفِيَّةِ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ مِنْ بَابِ الْإِشَارَاتِ إِلَى دَقَائِقِ تَنْكِشِفُ عَلَى أَرْبَابِ السُّلُوكِ وَيُمْكِنُ التَّطَبُّعُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الظَّوَاهِرِ الْمُرَادَةِ وَذَلِكَ مِنْ كَمَالِ الْإِيمَانِ وَمَحْضِ الْعُرْفَانِ لَا أَنَّهُمْ اعْتَقَدُوا أَنَّ الظَّاهِرَ غَيْرُ مُرَادٍ أَصْلًا وَإِنَّمَا الْمُرَادُ الْبَاطِنُ فَقَطْ إِذْ ذَاكَ اعْتِقَادُ الْبَاطِنِيَّةِ

الْمَلَا حَدَّةً تَوَصَّلُوا بِهِ إِلَى نَفْيِ الشَّرِّ يَعَةِ بِالْكُلِّيَّةِ وَحَاشَى سَادَتُنَا مِنْ ذَلِكَ كَيْفَ وَقَدْ حَضُّوا عَلَى حِفْظِ التَّفْسِيرِ الظَّاهِرِ وَقَالُوا: لَا بُدَّ مِنْهُ أَوَّلًا. [96]

ترجمہ: قرآن کریم (کی تفسیر) کے بارے میں ساداتِ صوفیاء سے جو کلام منقول ہوتا ہے وہ دراصل ان دقیق نکات کی طرف اشارے ہوتے ہیں جو اہل سلوک پر منکشف ہوتے ہیں۔ (صوفیائے کرام کے) ان اشارات میں اور قرآن کریم کے ظاہری مفہوم میں جو حقیقتاً مراد ہوتا ہے؛ تطبیق ممکن ہوتی ہے۔ ان جیسے معنی کا بیان صوفیاء کے کمال ایمان اور اللہ تعالیٰ کے فیض کا نتیجہ ہوتا ہے۔ صوفیاء کا نظریہ ہر گز یہ نہیں کہ نصوص کا ظاہری مفہوم مراد نہیں اور باطنی مفہوم ہی مراد ہے اس لیے کہ یہ تو باطنی ملحدین کا عقیدہ ہے جسے انہوں نے شریعت کی بالکلیہ نفی کرنے کا زینہ بنایا ہوا ہے، ہمارے صوفیاء کرام کا ان لوگوں کے اعتقاد سے کوئی واسطہ نہیں اور یہ ممکن بھی کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ صوفیاء نے اس بات کی پر زور تاکید کی ہے کہ قرآن کریم کی جو تفسیر ظاہر ہے اسی کو مقدم کیا جائے۔

فرقہ باطنیہ کا تعارف:

فرقہ باطنیہ کا بانی ”حسن بن صباح“ تھا۔ اس کا سلسلہ نسب یوں ہے: ”حسن بن علی بن محمد بن جعفر بن حسین بن الصباح الحمیری“۔ یہ سن 425ھ میں خراسان کے شہر طوس میں پیدا ہوا۔ حسن بن صباح ذہین آدمی تھا۔ یہ نظام الملک خواجہ حسن طوسی، جدید علم کلام کے بانی علامہ ابن رشد اور مشہور شاعر و مفکر عمر خیام کا ہم عصر تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر تک اس نے ریاضی، نجوم اور سحر وغیرہ مختلف علوم حاصل کیے۔ اس نے اپنے لیے ”شیخ الجبال“ کا لقب استعمال کیا۔ سلجوق حکومت نے اس کی کارستانیوں کی وجہ سے اسے اپنی حدودِ سلطنت سے باہر نکال دیا۔ اس نے اپنے غلط عقائد و نظریات عوام میں متعارف کروائے اور اپنی ایک جماعت تیار کر لی۔ ایک قلعہ تعمیر کیا اور اپنی فوج بھی تیار کی۔ اس شخص نے اپنی ایک جنت بھی بنائی تھی۔ یہ شخص 26 ربیع الثانی 518ھ میں فوت ہوا۔

فصل چہارم

اجماع بطور دلیل شرعی	اجماع؛ لغوی و اصطلاحی معنی
اجماع کی اقسام	اجماع کی اہمیت
اول منکرِ اجماع	اجماع کے مراتب و احکام
فاسد العقیدہ کے انکار سے اجماع متاثر نہیں ہوتا	منکرِ اجماع کی سزا

اجماع

اجماع کا لغوی معنی:

شیخ محمد اعلیٰ تھانوی رحمہ اللہ (ت 1191ھ) لکھتے ہیں:
 اَلْاِجْمَاعُ فِي اللُّغَةِ هُوَ الْعَزْمُ، يُقَالُ: اَجْمَعَ فُلَانٌ عَلَى كَذَا اَيَّ عَزَمَ،
 وَالاِتِّفَاقُ، يُقَالُ: اَجْمَعَ الْقَوْمُ عَلَى كَذَا اَيَّ اتَّفَقُوا.^[97]

ترجمہ: اجماع کے لغت میں دو معنی ہیں:

- ۱: کسی چیز کا پختہ ارادہ کر لینا۔ جب کوئی شخص کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو بطور محاورہ کہا جاتا ہے ”اَجْمَعَ فُلَانٌ عَلَى كَذَا“
- ۲: کسی چیز پر لوگوں کا اتفاق کر لینا۔ چنانچہ جب قوم کسی بات پر متفق ہو جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: ”اَجْمَعَ الْقَوْمُ عَلَى كَذَا“

اجماع کا اصطلاحی معنی:

شیخ محمد اعلیٰ تھانوی رحمہ اللہ (ت 1191ھ) لکھتے ہیں:
 هُوَ اِتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَصْرِ عَلَى حُكْمٍ شَرْعِيٍّ.^[98]
 ترجمہ: اجماع: امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجتہدین کا کسی زمانہ میں کسی حکم شرعی پر اتفاق کر لینا ہے۔

اجماع؛ دلیل شرعی:

(۱): ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُنْذِرِينَ نُؤَلِّهِ مَا

[97] کشف اصطلاحات الفنون للثانوی: ج 1 ص 238

[98] کشف اصطلاحات الفنون للثانوی: ج 1 ص 238

تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾ [99]

ترجمہ: اگر کوئی شخص راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستے سے الگ راہ پر چلے تو ہم اسے اس کی اختیار کردہ راہ پر چلنے دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔

فقہ ابو الیث نصر بن محمد بن احمد سمرقندی رحمہ اللہ (ت 373ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَفِي الْآيَةِ دَلِيلٌ: أَنَّ الْجَمَاعَ حُجَّةٌ لِأَنَّ مَنْ خَالَفَ الْجَمَاعَ فَقَدْ خَالَفَ سَبِيلَ الْمُؤْمِنِينَ. [100]

ترجمہ: یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے، کیونکہ جس نے اجماع کی مخالفت کی تو اس نے ”سبیل المؤمنین“ کی مخالفت کی۔

اشکال:

اجماع کی دلیل قرآن مجید کی مذکورہ آیت ہے اور قرآن کی اس آیت کے ثبوت کی دلیل خود اجماع ہے۔ اس کا مطلب کہ قرآن موقوف ہے اجماع پر اور اجماع موقوف ہے قرآن پر! یہ تو دور ہے جو کہ باطل ہے۔

جواب:

یہ اشکال دور کی تعریف نہ سمجھنے کی وجہ سے پیش آیا ہے۔

شیخ قطب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمد تحتانی الرازی رحمہ اللہ (ت 766ھ) دور کی تعریف بیان کرتے ہیں:

تَوَقَّفُ الشَّيْءِ عَلَى مَا يَتَوَقَّفُ عَلَى ذَلِكَ الشَّيْءِ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ. [101]

ترجمہ: ایک چیز کا کسی ایسی چیز پر موقوف ہونا جو خود اس (پہلی) چیز پر موقوف ہو ایک جہت سے۔

[99] سورة النساء: 115

[100] تفسیر السمرقندی: ج 2 ص 387، 388

[101] القطبی: 62 بحث العلم

جب جہت بدل جائے تو دور نہیں ہوتا۔

مثال: باپ؛ بیٹے پر موقوف ہے ”باپ کہلانے میں“ اور بیٹا؛ باپ پر موقوف ہے ”اپنے وجود میں“ تو یہ دور نہیں ہے کیونکہ جہت بدل گئی ہے۔

بالکل اسی طرح اجماع؛ قرآن پر موقوف ہے حجت ہونے میں اور قرآن؛ اجماع پر موقوف ہے ثبوت میں۔ یہاں بھی جہت بدل گئی ہے اس لیے دور لازم نہیں آتا۔

(2): امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُّ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ. [102]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو- یا یہ فرمایا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو- گراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوتی ہے اور جو (جماعت سے) الگ ہو تو وہ آگ کی طرف دھکیلا جائے گا (یعنی اس کا انجام آگ ہوگی)

ملا علی بن سلطان محمد القاری اللہوی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) اس حدیث کو اجماع امت کے برحق و حجت ہونے کی دلیل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى حَقِّيَّةِ إجماعِ الْأُمَّةِ. [103]

ترجمہ: اس حدیث میں اس امر کی دلیل موجود ہے کہ امت کا اجماع برحق (و حجت) ہے۔

اجماع کی اہمیت:

[102] سنن الترمذی: کتاب القتن، باب مَا جَاءَ فِي لُزُومِ الْجَمَاعَةِ

[103] مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج 2 ص 160 کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی

1: امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص رحمہ اللہ (ت 370ھ) فرماتے ہیں:

♦ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرَى خَبَرَ الْوَاحِدِ مُقَدِّمًا عَلَى الْإِجْمَاعِ بَلِ الْإِجْمَاعُ أَوَّلِي مِنْ خَبَرِ الْوَاحِدِ عِنْدَ الْجَمِيعِ.

♦ أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ يُرَدُّ بِالْإِجْمَاعِ وَلَا يُرَدُّ الْإِجْمَاعُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ. [104]

ترجمہ: اہل علم میں سے کسی کا یہ نظریہ نہیں کہ خبر واحد کو اجماع پر ترجیح ہوگی بلکہ سب کے ہاں اجماع خبر واحد پر رائج ہے۔

خبر واحد اور اجماع میں تعارض کی صورت میں خبر واحد کو چھوڑا جائے گا اجماع کو نہیں۔

2: حجة الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ (ت 505ھ) لکھتے ہیں:

فَيَنْظُرُ أَوَّلَ شَيْءٍ فِي الْإِجْمَاعِ فَإِنْ وَجَدَ فِي الْمَسْأَلَةِ إِجْمَاعًا تَرَكَ النَّظَرَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمَا يَقْبَلَانِ النَّسْخَ وَالْإِجْمَاعُ لَا يَقْبَلُهُ فَإِلَّا جُمِعَ عَلَى خِلَافِ مَا فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ دَلِيلٌ قَاطِعٌ عَلَى النَّسْخِ إِذْ لَا تَجْتَمِعُ الْأُمَّةُ عَلَى الْخَطَا. [105]

ترجمہ: مجتہد کو چاہئے کہ مسئلہ حل کرتے وقت سب سے پہلے اجماع امت کو دیکھے اگر اس مسئلہ پر اجماع موجود ہو تو قرآن و سنت دیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن و سنت نسخ کو قبول کرتے ہیں جبکہ اجماع نسخ کو قبول نہیں کرتا۔ نصوص کے خلاف اجماع کا آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ نص منسوخ ہے اس لیے کہ امت غلطی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی۔

اشکال:

قرآن و سنت میں نسخ کا احتمال تھا لیکن اب تو قرآن و سنت میں نسخ کا احتمال ختم ہو چکا ہے کیونکہ وحی کا نزول

[104] الفصول فی الاصول: باب تخصیص العموم بالنحر

[105] المستصفی للغزالی: ج 1 ص 374

بند ہو چکا ہے۔ اب اجماع؛ قرآن و سنت پر کیوں مقدم ہو گا؟

جواب:

ممکن ہے کہ قرآن یا سنت میں نسخ ہو اہو لیکن استدلال کرنے والے کو نسخ کا علم نہ ہو لیکن جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو اجماع جب بھی منعقد ہوتا ہے اس کا سب کو علم ہوتا ہے۔ اس لیے اجماع؛ قرآن و سنت پر مقدم ہو گا۔

3: حافظ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ (ت 728ھ) لکھتے ہیں:

وَاجْمَاعُهُمْ حُجَّةٌ قَاطِعَةٌ يَجِبُ اتِّبَاعُهَا بَلْ هِيَ أَوْ كَدُ الْحُجَجِ وَهِيَ مُقَدَّمَةٌ عَلَى غَيْرِهَا، وَلَيْسَ هَذَا مَوْضِعَ تَقْرِيرٍ ذَلِكَ، فَإِنَّ هَذَا الْأَصْلَ مُقَدَّرٌ فِي مَوْضِعِهِ، وَلَيْسَ فِيهِ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ بَلْ وَلَا بَيْنَ سَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ هُمْ الْمُؤْمِنُونَ خِلَافًا.^[106]

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کا دلیل قطعی ہے جسے ماننا ضروری ہے بلکہ یہ سب سے مضبوط دلیل ہے جو دیگر دلائل پر مقدم ہے، یہاں اس مسئلہ کی تفصیل کا موقع نہیں، باقی یہ اصول مسلم ہے کہ یہ سب سے مضبوط دلیل ہے جس میں فقہاء کرام رحمہم اللہ بلکہ امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔

اشکال: اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اجماع؛ قرآن و سنت سے بھی افضل ہے۔

جواب: افضل ہونا اور بات ہے، موقوف علیہ اور مقدم ہونا اور بات ہے۔ جیسے وضو؛ نماز کے لیے موقوف علیہ اور نماز پر مقدم ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن افضل نماز ہی ہے۔ اسی طرح اجماع؛ قرآن و سنت کے لیے موقوف علیہ اور قرآن و سنت پر مقدم ہے کہ اجماع کے بغیر قرآن و سنت کا ثبوت نہیں ہوتا لیکن افضل قرآن و سنت ہی ہیں۔

4: ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) فرماتے ہیں:

"وَقَدْ قَالَ عَطَاءٌ: الْإِجْمَاعُ أَقْوَى مِنَ الْإِسْنَادِ." [107]

ترجمہ: حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اجماع اسناد سے قوی ہے۔

اجماع کی قسمیں:

اجماع کی بنیادی دو قسمیں ہیں:

1: اجماع کلی 2: اجماع اکثری

1: اجماع کلی

الْإِجْمَاعُ الَّذِي يَتَّفِقُ عَلَيْهِ جَمِيعُ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ مُجْتَهِدِي أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ. [108]

ترجمہ: اجماع کلی وہ اجماع ہے جس پر اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام مجتہدین کا اتفاق ہو۔

مثال:

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر رحمہ اللہ (ت 319ھ) لکھتے ہیں:

وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الْأَمْرَ تَحُجُّبُ الْجَدَّاتِ. [109]

ترجمہ: اس بات پر تمام علماء فقہاء کا اجماع ہے کہ ماں کی موجودگی میں دادی، نانی وارث نہیں بن سکتیں۔

2: اجماع اکثری

الْإِجْمَاعُ الَّذِي يَتَّفِقُ عَلَيْهِ أَكْثَرُ مُجْتَهِدِي أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ. [110]

ترجمہ: اجماع اکثری وہ اجماع ہے جس پر اہل السنۃ والجماعۃ کے اکثر مجتہدین کا اتفاق ہو۔

[107] مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: ج 1 ص 104 خطبة الكتاب

[108] التنقيحات

[109] کتاب الایما لابی المنذر: ص 66 رقم المسئلة 309

[110] التنقيحات

مثال:

علامہ ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 855ھ) صاحب ہدایہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی رحمہ اللہ (ت 593ھ) کے ایک قول کی شرح میں فرماتے ہیں:

قَالَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ مِنْ أَصْحَابِنَا: "وَعَلَى تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ" فَسَمَاهُ إِجْمَاعًا بِاعْتِبَارِ اتِّفَاقِ الْأَكْثَرِ وَمِثْلُ هَذَا يُسَلَّى إِجْمَاعًا عِنْدَنَا. [111]

ترجمہ: ہمارے احناف میں سے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ”امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے“ صاحب ہدایہ نے اکثر کے اتفاق کو ”اجماع“ فرمادیا ہے۔ اس طرح کا اکثری اتفاق ہمارے ہاں اجماع شمار ہوتا ہے۔

اجماع کے مراتب:

ضعف وقوت اور یقین وظن کے اعتبار سے اجماع کے چار مراتب ہیں۔ ہر مرتبہ کے مطابق اس کی حیثیت اور منکر کا حکم الگ الگ ہے۔

(1): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قولی اجماع

اتِّفَاقُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كُلِّهِمْ أَجْمَعِينَ عَلَى أَمْرٍ مِنَ الْأُمُورِ بِقَوْلِهِمْ: "أَجْمَعْنَا عَلَى هَذَا." [112]

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی دینی مسئلہ یا واقعہ پر یہ کہہ کر اتفاق کرنا کہ ”ہم اس پر متفق ہیں“۔

حکم:

[111] عمدة القاری شرح صحیح البخاری للعینی: ج 4 ص 449 باب وجوب القراءة

[112] التنقيحات

هَذَا الْجَمَاعُ مِثْلُ الْآيَةِ الْقُرْآنِيَّةِ وَالْخَبَرِ الْمُتَوَاتِرِ وَيُكَفِّرُ جَاحِدُهُ. [113]

یہ اجماع بمنزلہ قرآن مجید کی آیت اور خبر متواتر کے ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔

مثال:

إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. [114]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع۔

ملا جیون شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی رحمہ اللہ (ت 1130ھ) لکھتے ہیں:

فَالْأَقْوَى إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ نَصًّا مِثْلَ أَنْ يَقُولُوا جَمِيعًا: "أَجْمَعْنَا عَلَى كَذَا" فَإِنَّهُ مِثْلُ الْآيَةِ وَالْخَبَرِ الْمُتَوَاتِرِ حَتَّى يُكَفِّرَ جَاحِدُهُ وَمِنْهُ الْإِجْمَاعُ عَلَى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. [115]

ترجمہ: سب سے قوی اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا صراحتاً کسی بات پر اجماع کرنا ہے مثلاً صحابہ (رضی اللہ عنہم) سب یوں کہیں: "ہم نے اس بات پر اجماع و اتفاق کر لیا ہے" یہ اجماع قرآن کریم کی آیت اور خبر متواتر کی طرح ہے حتیٰ کہ اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا۔ اس اجماع کی مثال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہے۔

(2): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوتی اجماع

إِتِّفَاقُ بَعْضِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَوْلًا عَلَى مَسْأَلَةٍ وَيَسْكُتُ الْبَاقُونَ مِنْهُمْ مُسْلِمِينَ. [116]

[113] التنقيحات

[114] التنقيحات

[115] نور الانوار: ص 234

[116] التنقيحات

کسی مسئلہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صراحتاً اتفاق ظاہر کریں اور بعض سکوت کرتے ہوئے اسے تسلیم کریں۔

حکم:

هَذَا الْجَمَاعُ يُعَدُّ مِنَ الْأَدِلَّةِ الْقَطْعِيَّةِ لَكِنْ لَا يُكْفَرُ جَا حِدُهُ. [117]
اس اجماع کا شمار قطعی دلائل میں ہوتا ہے لیکن اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

مثال:

إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى قِتَالِ مَا نَبِىِ الزَّكَاةِ. [118]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد پر اجماع۔

ملا جیون شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی رحمہ اللہ (ت 1130ھ) لکھتے ہیں:

(ثُمَّ الَّذِي نَصَّ الْبَعْضُ وَسَكَتَ الْبَاقُونَ) مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَهُوَ الْمُسْتَسْقَى

بِالْإِجْمَاعِ السُّكُوتِيِّ وَلَا يُكْفَرُ جَا حِدُهُ وَإِنْ كَانَ مِنَ الْأَدِلَّةِ الْقَطْعِيَّةِ. [119]

ترجمہ: پھر وہ اجماع ہے جس پر بعض صحابہ صراحتاً اتفاق کریں اور بعض خاموش رہیں۔ اسی اجماع کا نام ”اجماع سکوتی“ ہے۔ اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جائے گا اگرچہ اس اجماع کا شمار قطعی دلائل میں ہوتا ہے۔

مولانا عبد الحلیم انصاری لکھنوی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1285ھ) اس عبارت کے حاشیہ میں اجماع سکوتی کی

مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

[117] التنقيحات

[118] التنقيحات

[119] نور الانوار: ص 234

أَلْجَمَاعُ السُّكُوتِيُّ كَاجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى قِتَالِ مَانِعِ الزَّكَاةِ فَإِنَّ أَكْثَرَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالُوا بِهِ وَبَعْضُهُمْ كَانُوا سَاكِنِينَ مُسْلِمِينَ. [120]

ترجمہ: اجماع سکوتی کی مثال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مانعین زکاۃ سے جہاد کرنے پر اجماع ہے کیونکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے جہاد کرنے کی صراحت کی اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے خاموش رہ کر اسے تسلیم کیا۔
سوال:

جب اجماع سکوتی قطعی ہے تو اس کا منکر کافر ہونا چاہیے جبکہ آپ نے اس کے منکر کو کافر نہیں کہا۔

جواب:

دراصل قولی اجماع میں؛ اجماع کرنے والے نصاً اس قول کی تائید کرتے ہیں اس لیے وہ ایسی حجت قطعیہ بنتا ہے جس کا منکر کافر ٹھہرتا ہے لیکن اجماع سکوتی میں اجماع کرنے والے نصاً اس قول کی تائید نہیں کرتے اس لیے اس میں اس درجہ کی قطعیت نہیں آتی جس کا منکر کافر ٹھہرے۔

مزید یہ کہ جنہوں نے سکوت کیا ہے ممکن ہے کہ ان کا سکوت موافقت کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو۔ مثلاً:

- 1: مجتہد نے ابھی تک اس مسئلہ میں غور نہ کیا ہو۔
 - 2: غور تو کیا ہو لیکن ابھی کسی نتیجہ تک نہ پہنچا ہو۔
 - 3: کسی نتیجہ تک پہنچ چکا ہو لیکن اظہار اس لیے مناسب نہ سمجھا ہو کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے۔
- خلاصہ یہ کہ اجماع کے اس مرتبہ میں مرتبہ اولی کے اجماع کے درجہ کی قطعیت نہیں ہوتی اس لیے اس کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

علامہ حسام الدین محمد بن محمد بن عمر الْحُسَيْنِي رحمہ اللہ (ت 644ھ) لکھتے ہیں:

لَأَنَّ السُّكُوتَ فِي الدَّلَالَةِ عَلَى التَّقْرِيرِ دُونَ النَّصِّ. [121]

ترجمہ: کیونکہ سکوت کی دلالت (حکم اجماعی کو پختہ کرنے پر تو ہوتی ہے، مگر نص کے درجے سے کم ہوتی ہے۔

علامہ محمد عبد الحلیم الانصاری الحنفی رحمہ اللہ (ت 1285ھ) لکھتے ہیں:

لَأَنَّ الصَّحَابَةَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ) هُمُ الَّذِينَ شَهِدَ النَّبِيُّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) عَدَمَ تَوَاطُّعِهِمْ عَلَى الْكُذِبِ، وَإِنَّمَا لَا يُكْفَرُ جَاحِدُهُ لَا حُتْمًا لِسُكُوتِ، لَا لِاحْتِمَالِ الْمُوَافَقَةِ، بَلْ لِاحْتِمَالِ الْمَهَابَةِ عَنِ الذَّاتِ، فَيَكُونُ مُشْتَبَهَ الْحَالِ، فَسَقَطَ الْقَطْعُ بِهِ. [122]

ترجمہ: کیونکہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) وہ ہستیاں ہیں جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ وہ جھوٹ پر متفق نہیں ہو سکتے۔ باقی رہا یہ کہ اس اجماع کے انکار کرنے والے کو کافر نہیں کہا جاتا تو وہ اس احتمال کی بنا پر ہے کہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا) خاموش رہنا اس بنا پر نہ ہو کہ انہوں نے (ضرور) موافقت کی ہو؛ بلکہ یہ احتمال ہو کہ وہ (اجماع کرنے والوں کی) ذات کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے خاموش ہوئے ہوں۔ اس لیے یہ معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے، لہذا اس سے قطعی (حکم ہونے) فیصلہ ساقط ہو جائے گا (اس کا منکر کافر نہیں ہو گا)۔

فائدہ: خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اجتہاد پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی خاموشی کا حکم

اگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے کوئی خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ اجتہاد کرے، یا خلیفہ راشد کا کوئی عمل صحابہ کرام کے علم میں ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی اس پہ نکیر نہ کرے تو اس کی حیثیت بھی اجماع کی سی ہو جاتی ہے۔

حافظ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن احمد بن محمد ابن قدامة المقدسی الحنبلی رحمہ اللہ (ت 620ھ) لکھتے ہیں:

[121] منتخب الحسامی: ص 136 بحث الاجماع

[122] قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار: ص 227 بحث الاجماع

أَنَّ عُمَرَ وَعُثْمَانَ حَبِيًّا، وَاشْتَهَرَ ذَلِكَ فِي الصَّحَابَةِ، فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِمَا، فَكَانَ إِجْمَاعًا. [123]

ترجمہ: حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے چراگاہوں کو (حکومت کی تحویل میں) لیا۔ یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان مشہور تھی کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی گویا کہ اس پر اجماع ہو گیا۔
(3): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں صحابہ کا اختلاف منقول نہ ہو)

إِتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِينَ بَعْدَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي عَصْرِ مِنَ الْعُصُورِ عَلَى أَمْرِ مِنَ الْأُمُورِ لَمْ يَسْبِقْ فِيهِ خِلَافُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. [124]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد کسی دور کے مجتہدین کا کسی ایسے مسئلہ پر اتفاق کرنا جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف منقول نہ ہو۔
حکم:

یہ اجماع خبر مشہور کی طرح ہے جو طمانینت قلب کا توفائدہ دیتا ہے لیکن اس سے حاصل ہونے والی طمانینت یقین کا فائدہ نہیں دیتی۔ اس لیے اس مرتبہ کے منکر کو کافر تو نہیں کہا جائے گا البتہ گمراہ اور خطا کار قرار دیا جائے گا۔
علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید سکندری الحنفی المعروف ابن الہمام رحمہ اللہ (ت 861ھ) لکھتے ہیں:

(وَأَمَّا) مُنْكَرُ إِجْمَاعٍ (مَنْ بَعْدَهُمْ) أَيِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (بَلَا سَبَقِ خِلَافٍ) فَيُضَلَّلُ وَيُخْطَأُ مِنْ غَيْرِ انْفِصَالٍ (كَالْخَبَرِ الْمَشْهُورِ) أَيْ كَمُنْكَرِهِ. [125]

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کسی غیر اختلافی مسئلہ پر منعقد ہونے والے اجماع کے منکر کو گمراہ اور خطا

[123] المغنی لابن قدامہ، فصل فی الحمی

[124] التنقیحات

[125] تحریر الاصول لابن الہمام: ج 3 ص 147 باب فی الاجماع

کار قرار دیا جائے گا لیکن کافر قرار نہیں دیا جائے گا جس طرح کہ خبر مشہور کے منکر کا حکم ہوتا ہے۔

ملا جیون شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی رحمہ اللہ (ت 1130ھ) لکھتے ہیں:

(ثُمَّ اجْتَمَعَ مَنْ بَعْدَهُمْ) اَمَى بَعْدَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ مِنْ أَهْلِ كُلِّ عَصْرِ (عَلَى حُكْمٍ لَمْ يَظْهَرْ فِيهِ خِلَافٌ مَنْ سَبَقَهُمْ) مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْخَبَرِ الْمَشْهُورِ يُفِيدُ الطَّمَأْنِينَةَ دُونَ الْيَقِينِ. [126]

ترجمہ: (اجماع کا تیسرا مرتبہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ہر دور کے مجتہدین کا کسی ایسے مسئلہ پر اجماع کرنا ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف منقول نہ ہو۔ اس قسم کا اجماع خبر مشہور کی طرح ہے جو طمانینت کا فائدہ تو دیتا ہے لیکن علم یقین کا فائدہ نہیں دیتا۔

مثال: نماز کے باہر اگر کوئی شخص ہنس لے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

علامہ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر رحمہ اللہ (ت 319ھ) لکھتے ہیں:

وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الضَّحْكَ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ لَا يَنْقُضُ طَهَارَةً. وَلَا يُوجِبُ وُضُوءًا. [127]

ترجمہ: ائمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز سے باہر ہنسنا طہارت کو زائل نہیں کرتا اور نہ ہی اس سے وضو واجب ہوتا ہے۔

اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف منقول نہیں ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص نماز سے باہر ہنسنے کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کا قائل ہو تو اس کا یہ موقف اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول ہو گا۔ ایسے شخص کو خطا کار اور گمراہ کہنا درست ہو گا۔

(4): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں سابق مجتہدین کا اختلاف منقول ہو)

[126] نور الانوار: ص 234

[127] کتاب الایمان لابن المنذر: ص 22 رقم المسئلة 5

إِتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِينَ بَعْدَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي عَصْرِ مِنَ الْعُصُورِ عَلَى أَمْرٍ مِنَ الْأُمُورِ
سَبَقَ فِيهِ خِلَافُ الْمُجْتَهِدِينَ سَوَاءً كَانُوا هُمْ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مَنْ بَعْدَهُمْ.

[128]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد کسی دور کے مجتہدین کا کسی ایسے مسئلہ پر اتفاق کرنا جس میں سابق دور کے مجتہدین کا اختلاف منقول ہو خواہ وہ مجتہدین؛ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں یا ان کے دور کے بعد کے مجتہدین ہوں۔

توضیح:

اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

1: اختلاف؛ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے دور میں ہوا ہو اور اتفاق بھی صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے دور میں ہوا ہو۔

2: اختلاف صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے دور میں ہوا ہو لیکن اتفاق بعد کے دور میں ہوا ہو۔

3: اختلاف صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے بعد کے دور میں ہوا ہو اور اتفاق بھی بعد کے دور میں ہوا ہو۔

حکم:

یہ اجماع؛ خبر واحد کی طرح ہے جس کی بنیاد پر عمل کرنا تو واجب ہے لیکن اس سے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا اس لیے اس کے منکر کو کافر کہا جائے گا، نہ گمراہ و خطا کار قرار دیا جائے گا۔

ملا جیون شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی رحمہ اللہ (ت 1130ھ) لکھتے ہیں:

(ثُمَّ اِجْمَاعُهُمْ عَلَى قَوْلٍ سَبَقَهُمْ فِيهِ مُخَالَفٌ) يَعْنِي اِخْتَلَفُوا اَوَّلًا عَلَى قَوْلَيْنِ ثُمَّ اِجْمَعَ مَنْ

بَعْدَهُمْ عَلَى قَوْلٍ وَاحِدٍ فَهَذَا دُونَ الْكُلِّ فَهُوَ بِبَيِّنَةٍ الْخَبَرِ الْوَاحِدِ يُوجِبُ الْعَمَلَ دُونَ الْعِلْمِ. [129]

ترجمہ: (اجماع کا چوتھا مرتبہ) مجتہدین کا کسی ایسے قول پر اجماع کر لینا ہے جس میں پہلے کسی کا اختلاف منقول ہو یعنی پہلے دور کے مجتہدین کے کسی مسئلہ پر دو اقوال پائے جاتے تھے، پھر بعد کے مجتہدین نے ان دو میں سے کسی ایک قول پر اجماع کر لیا۔ اجماع کا یہ مرتبہ تمام مراتب میں سب سے ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس قسم کا اجماع خبر واحد کی طرح ہے جس کی بنیاد پر عمل کرنا تو واجب ہوتا ہے لیکن یہ مرتبہ (ایسے) علم یقین کا فائدہ نہیں دیتا (جس کی بنیاد پر ہم اس کے منکر کو کافر یا گمراہ کہہ سکیں۔)

مثال: ام ولد کی بیع کے عدم جواز پر اجماع

ام ولد کی بیع بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں جائز ہے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں جائز نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد مجتہدین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ام ولد کی بیع جائز نہیں۔

ملا جیون شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی رحمہ اللہ (ت 1130ھ) لکھتے ہیں:

نَظِيرُهُ مَسْأَلَةُ بَيْعِ امِّ الْوَلَدِ ، فَإِنَّهُ عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَجُوزُ ، وَعِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَجُوزُ ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ أَجْمَعُوا عَلَى عَدَمِ جَوَازِ بَيْعِهَا. [130]

ترجمہ: اس کی نظیر ام ولد کی بیع (کے جواز و عدم جواز) کا مسئلہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں ام ولد کی بیع جائز نہیں جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں ام ولد کی بیع جائز ہے۔ پھر صحابہ کرام کے اس اختلاف کے بعد بعد کے مجتہدین نے ام ولد کی بیع کے عدم جواز پر اجماع کر لیا۔

فائدہ: ”ام ولد“ اس باندی کو کہتے ہیں جس سے اس کا مالک ہم بستر ہوا اور اس سے اولاد پیدا ہو گئی ہو۔

فائدہ نمبر 1: اجماع کل اور اجماع اکثری

[129] نور الانوار: ص 234

[130] نور الانوار: ص 232

اجماع کرنے والے حضرات کے اعتبار سے اجماع کی دو قسمیں ہیں:

۱: اجماع کلی ۲: اجماع اکثری

اور اجماع کی دوسری تقسیم؛ اجماع کے مراتب کے پیش نظر اجماع کے حکم کے اعتبار سے ہے اور اس اعتبار سے اجماع کی چار قسمیں ہیں:

- 1: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قولی اجماع
- 2: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوتی اجماع
- 3: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں صحابہ کا اختلاف منقول نہ ہو)
- 4: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کا اجماع (جس میں سابق مجتہدین کا اختلاف منقول ہو)

فائدہ نمبر 2: ہر اجماع کا منکر کافر نہیں

اجماع کی مذکورہ تقسیم سے معلوم ہوا کہ ہر اجماع کا منکر کافر نہیں۔

فائدہ نمبر 3: ہر فن میں معتبر اجماع کا معیار

جس فن کی بات ہوگی اسی فن والوں کا اجماع معتبر ہوگا۔ اگر علم الکلام کی بات ہو تو متکلمین کا اعتبار ہوگا، علم تفسیر کی بات ہو تو مفسرین کا اعتبار ہوگا، علم حدیث کی بات ہو تو محدثین کا اعتبار ہوگا، علم فقہ کی بات ہو تو فقہاء کا اعتبار ہوگا اور علم تصوف کی بات ہو تو مشائخ طریقت کا اعتبار ہوگا۔

امام نظام الدین ابویقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت 335ھ) فرماتے ہیں:

وَالْمُعْتَبَرُ فِي هَذَا الْبَابِ أَجْمَاعُ أَهْلِ الرَّأْيِ وَالْإِجْتِهَادِ فَلَا يُعْتَبَرُ بِقَوْلِ الْعَوَامِ وَالْمُتَكَلِّمِ
وَالْمُحَدِّثِ الَّذِي لَا بَصِيرَةَ لَهُ فِي أَصُولِ الْفِقْهِ. [131]

ترجمہ: فقہی مسائل میں مجتہدین اہل رائے حضرات کا اجماع معتبر ہے۔ عوام، متکلمین اور وہ حضرات جو محض

محدث ہیں، فقیہ نہیں ہیں تو فقہی مسائل میں ان کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
اول منکر اجماع:

اس دنیا میں سب سے پہلے اجماع کا انکار ابلیس نے کیا ہے۔

﴿فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا ابْنِيسَ﴾ [132]

ترجمہ: چنانچہ سارے کے سارے فرشتوں نے یکبارگی سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔
منکر اجماع کی سزا:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ [133]

ترجمہ: اگر کوئی شخص راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے اور مؤمنین کے راستے سے الگ راہ پر چلے تو ہم اسے اس کی اختیار کردہ راہ پر چلنے دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں منکر اجماع کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں:

1: دنیا میں اس کو ہدایت نہیں ملتی۔ 2: آخرت میں اس کو جنت نہیں ملتی۔

شبہ:

اس آیت سے تو معلوم ہو رہا ہے کہ منکرین اجماع کو ہدایت نہیں ملتی جبکہ مشاہدہ یہ ہے کہ بعض منکرین اجماع ہدایت پر آجاتے ہیں۔ اس لیے آیت تو مشاہدہ کے خلاف نظر آرہی ہے۔

جواب:

[132] سورة ص: 74، 75

[133] سورة النساء: 115

منکرِ اجماع کی دو قسمیں ہیں:

- 1: ایسا منکرِ اجماع جو دلیل نہ ملنے کی وجہ سے انکار کرتا ہے۔ ایسے منکر کو اگر دلیل مل جائے تو وہ مان لیتا ہے اور ہدایت پر آجاتا ہے۔ آیت میں یہ شخص مراد نہیں اس لیے اس کا ہدایت پر آجانا اس آیت کے خلاف نہیں۔
 - 2: ایسا منکرِ اجماع جو دلیل نہ ملنے کی وجہ سے نہیں بلکہ محض ضد اور عناد کی وجہ سے انکار کرتا ہے۔ ایسے شخص کو اگر دلیل مل بھی جائے تب بھی وہ انکار کرتا ہے اور ہدایت پر نہیں آتا۔
- آیت میں منکرِ اجماع سے مراد یہی شخص ہے۔
- فاسد العقیدہ کے انکار سے اجماع متاثر نہیں ہوتا:

اگر کسی عقیدہ پر اہل حق متفق ہو جائیں تو بعض فاسد العقیدہ لوگوں کے انکار سے نہ تو اس عقیدہ کی حقانیت پہ کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ہی اجماع کی حجیت پر۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں۔

وَالْإِجْمَاعُ الْمُنْعَقِدُ عَلَى ذَلِكَ عَلَى مَا مَرَّ وَالْخَوَارِجُ خَوَارِجُ عَمَّا انْعَقَدَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ فَلَا اعْتِدَادَ بِهِمْ. [134]

ترجمہ: مرتکب کبیرہ کے کافر نہ ہونے کی ایک دلیل اجماع امت بھی ہے، خوارج اس اجماع سے الگ ہیں مگر ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

مثال: اس بات پر اجماع ہے کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں۔

إِجْمَاعُ الْأُمَّةِ مِنْ عَصْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا بِالصَّلَاةِ عَلَى مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْقَبْلَةِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ وَالِدُعَاءِ وَالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ مَعَ الْعِلْمِ بِأَرْكَبِهِمُ الْكِبَائِرَ بَعْدَ الْإِتِّفَاقِ عَلَى

أَنَّ ذَٰلِكَ لَا يَجُوزُ لِغَيْرِ الْمُؤْمِنِ. [135]

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک سے لے کر آج تک امت اس بات پر متفق چلی آرہی ہے کہ جو اہل قبلہ (مسلمان) بغیر توبہ کے فوت ہو جائے اور لوگوں کو معلوم بھی ہو کہ وہ مرتکب کبیرہ تھابت بھی اس کا جنازہ ادا کرنا اور اس کے حق میں دعا اور استغفار کرنا جائز ہے۔ اور اس بات پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ غیر مسلم کا نماز جنازہ ادا کرنا اور اس کی بخشش کی دعا کرنا جائز نہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى
آلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ
وَرَحِمْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ

فصل پنجم

ترجیح النقل علی العقل

ترجیح النقل علی العقل

اگر شریعت کا کوئی عقیدہ و نظریہ دلائل نقلیہ قطعیہ سے ثابت ہو اور اس کا مضمون بظاہر عقل کے خلاف ہو تو اس میں نقل کو عقل پر ترجیح دی جائے گی، محض بظاہر عقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے نصوص میں بے جاتاویل کرنا اور اس عقیدہ کا انکار کرنا جائز نہیں۔

علامہ بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ الزرکشی رحمہ اللہ (ت 794ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْمِلَّةِ أَنَّ النَّبِيَّ الصَّادِقَ إِذَا أَخْبَرَ خَبَرًا لَا يُدْرِكُهُ الْعَقْلُ وَجَبَ الْإِيمَانُ بِهِ وَتَلَقَّيْهِ بِالْقَبُولِ وَتِلْكَ خَصِيصَةُ الْإِيمَانِ بِالْغَيْبِ الَّتِي مَدَحَ اللَّهُ بِهَا الْمُؤْمِنِينَ. [136]

ترجمہ: اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی چیز کے بارے بتائیں جو ماورائے عقل ہو (سمجھ نہ آئے) تو اس بات پر ایمان لانا، اسے قبول کرنا واجب ہے اور یہی ایمان بالغیب ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی تعریف فرمائی ہے۔

مثال:

واقعہ معراج

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم النیشاپوری الشافعی رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى أَصْبَحَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِذَلِكَ فَارْتَدَّ نَاسٌ مِمَّنْ كَانَ آمَنُوا بِهِ وَصَدَّقُوهُ وَسَعَوْا بِذَلِكَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالُوا: هَلْ لَكَ إِلَى صَاحِبِكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ؟ قَالَ: أَوْ قَالَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: لَيْنَ كَانَ ذَلِكَ لَقَدْ صَدَقَ قَالُوا: أَوْ تُصَدِّقُهُ أَنَّهُ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَجَاءَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنِّي لَأُصَدِّقُهُ فِيمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذَلِكَ أُصَدِّقُهُ بِخَبَرِ السَّيِّئِ

فِي غَدْوَةٍ أَوْ رَوْحَةٍ فَلِذَلِكَ سُبِّيَ أَبُو بَكْرٍ "الصَّدِيقُ" [137]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی۔ دوسرے دن صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے لوگوں کو بتلایا، تو وہ لوگ جو آپ کو صادق مانتے تھے انہوں نے (اس خرق عادت واقعہ کو دیکھ کر آپ کے صادق ہونے کا) انکار کر دیا۔ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: آپ کے دوست (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں آج رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی ہے کیا آپ اپنے دوست کی تصدیق کرتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا واقعتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ رات بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے واپس آ گئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی بالکل! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اس خبر کے بارے میں بھی کرتا ہوں جو اس سے زیادہ (بظاہر) بعید (از عقل) ہے۔ میں تو صبح و شام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کرتا ہوں۔ اسی سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب ”صدیق“ مشہور ہو گیا۔

فائدہ نمبر 1: کوئی عقیدہ حقیقتاً عقل کے خلاف ہر گز نہیں ہوتا البتہ بسا اوقات عقل سے ماوراء ہو سکتا ہے۔ بعض لوگ کسی عقیدہ کے عقل سے ماوراء ہونے کو عقل کے خلاف سمجھ لیتے ہیں اور اس عقیدہ کا انکار کر دیتے ہیں جس طرح معتزلہ بعض عقائد کو اپنی عقل کے خلاف سمجھ کر ان عقائد کا انکار کر دیتے ہیں۔

امام بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ الزرکشی رحمہ اللہ (ت 794ھ) لکھتے ہیں:

وَالْمُعْتَزِلَةُ لَمَّا قَلَّدُوا عُقُولَهُمْ أَنْكَرُوا عَذَابَ الْقَبْرِ وَسُؤَالَ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ وَوَزْنَ الْأَعْمَالِ

وَوَقَّعُوا فِي عَقَالِ الضَّلَالِ حَيْثُ عَدَلُوا عَنْ قَوْلِ الْمُعْصُومِ^[138].

ترجمہ: معتزلہ نے جب اپنی عقلوں کو بنیاد بنا کر عذاب قبر، منکر نکیر کے سوال اور وزن اعمال کا انکار کیا۔ تو وہ معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنے کی وجہ سے گمراہی کے گڑھے میں جا گرے۔
توضیح:

معتزلہ چونکہ عقل کو بنیاد بناتے اس لیے اگر قرآن کریم کی کوئی آیت یا حدیث میں منقول کوئی بات عقل کے خلاف ہوتی تو اس کی یقینی تاویل کر لیتے اور اگر تاویل ممکن نہ ہوتی تو اس کا انکار کر دیتے۔
مثال نمبر 1:

﴿إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾^[139]

ترجمہ: بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا ساتھی بنا دیا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔
مثال نمبر 2:

﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ﴾^[140]

ترجمہ: اور سلیمان (علیہ السلام) کے لیے اس کے لشکر جنات، انسانوں اور پرندوں میں سے جمع کیے گئے، تو وہ صف بستہ کر کے روکے جاتے تھے۔

ان آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین اور جنات کا وجود ہے لیکن بہت سے فلاسفہ، قدریہ کی ایک بڑی جماعت، تمام زنادقہ (محدین)، اور اکثر معتزلہ نے ان کے وجود کا انکار کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے وجود کو عقل تسلیم نہیں کرتی حالانکہ ان کے وجود کو تسلیم کرنے میں کوئی عقلی محال لازم نہیں آتا۔

[138] البحر المحیط فی اصول الفقہ: ج 1 ص 114

[139] سورة الاعراف: 27

[140] سورة النمل: 17

حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 855ھ) لکھتے ہیں:

وَقَالَ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ فِي كِتَابِهِ (الشَّامِلِ): اِعْلَمُوا رَحِمَكُمُ اللَّهُ، إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْفَلَاسِفَةِ وَجَبَاهِيرِ الْقَدَرِيَّةِ وَكَافَّةِ الرَّنَادِقَةِ أَنْكَرُوا الشَّيَاطِينَ وَالْجِنَّ رَأْسًا، وَلَا يَبْعُدُ لَوْ أَنْكَرَ ذَلِكَ مَنْ لَا يَتَدَيَّنُ وَلَا يَتَشَبَّثُ بِالشَّرِيعَةِ، وَإِنَّمَا الْعَجَبُ مِنْ إِنْكَارِ الْقَدَرِيَّةِ مَعَ نُصُوصِ الْقُرْآنِ وَتَوَاتُرِ الْأَخْبَارِ وَاسْتِفَاضَةِ الْأَثَارِ.

وَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ الْأَنْصَارِيُّ فِي (شَرْحِ الْإِرْشَادِ): وَقَدْ أَنْكَرَهُمْ مُعْظَمُ الْمُعْتَزِلَةِ، وَدَلَّ إِنْكَارُهُمْ إِيَّاهُمْ عَلَى قِلَّةِ مَبَالِغِهِمْ وَرَكَكَةِ دِيَابَتِهِمْ، فَلَئِنْ فِي إِثْبَاتِهِمْ مُسْتَحِيلٌ عَقْلِيٌّ، وَقَدْ دَلَّتْ نُصُوصُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةُ عَلَى إِثْبَاتِهِمْ. [141]

ترجمہ: امام الحرمین نے اپنی کتاب الشامل میں فرمایا: "جان لیجیے - اللہ آپ پر رحم فرمائے - کہ بہت سے فلاسفہ، قدریہ کی ایک بڑی جماعت اور تمام زنادقہ نے شیطانوں اور جنات کے وجود کا کلی انکار کیا ہے۔ یہ انکار اس شخص سے تعجب کی بات نہیں جو نہ دین رکھتا ہو اور نہ شریعت سے کوئی وابستگی اختیار کرتا ہو لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ قدریہ نے انکار کیا ہے باوجود اس کے کہ قرآن کی نصوص، متواتر احادیث اور بکثرت آثار اس کو ثابت کرتے ہیں۔

اور ابو القاسم انصاری نے شرح الارشاد میں کہا: "بیشتر معتزلہ نے بھی انکار کیا ہے، اور ان کے اس انکار سے ان کی دین سے بے پروائی اور کمزوری ظاہر ہوتی ہے حالانکہ ان کے وجود کو ماننے میں کوئی عقلی استحالہ (ناممکن امر) نہیں ہے بلکہ قرآن و سنت کی نصوص ان کے اثبات پر دلالت کرتی ہیں۔"

مثال نمبر 3:

﴿وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُولُوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ [142]

[141] عمدة القاری شرح صحیح البخاری للعینی: ج 23 ص 70 باب ذکر الجن وثوابهم وعقابهم

[142] سورة البقرة: 115

ترجمہ: اور مشرق و مغرب، سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ تو تم جس طرف بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔
مثال نمبر 4:

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ﴾ [143]

ترجمہ: اللہ تمہیں اپنے نفس (ذات) سے ڈراتا ہے۔

مثال نمبر 5:

﴿يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ [144]

ترجمہ: اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔

ان تین آیات میں مذکور الفاظ، وجہ، ید، نفس سے معتزلہ نے صفات مراد لی ہیں اور صفات کا معنی بھی حتمی مراد لیا ہے یعنی وجہ سے مراد؛ رضامندی، ید سے مراد قدرت، اور نفس سے مراد ذات ہے۔ پھر یہ حتمی معانی کو اللہ کی صفت قرار دے کر حادث مانتا ہے۔ فرقہ معتزلہ اس کی دلیل یہ دیتا ہے کہ ان صفات کو اگر قدیم مانا جائے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم سمجھا جائے تو جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے اسی طرح ان صفات کو بھی قدیم ماننا پڑے گا۔ اس سے تعدد قدماء لازم آئے گا جو توحید کے منافی ہے اور شرک ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ توحید کے منافی ہونا اور شرک ہونا اس وقت لازم آتا ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ذات کو قدیم مانیں جو لائق عبادت ہو (تو اس وقت یہ شرک فی الذات ہو گا)، یا اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور کے لیے ایسی صفات کو قدیم مانیں جو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ خاصہ کی طرح ہوں (تو اس وقت یہ شرک فی الصفات ہو گا) جبکہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی ذات اور اللہ تعالیٰ ہی کی صفات کو قدیم مانتے ہیں۔ تو یہاں نہ شرک فی الذات لازم آرہا ہے نہ شرک فی الصفات کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور ذات کو

[143] سورة آل عمران: 28

[144] سورة الفتح: 10

قدیم نہیں مان رہے کہ تعدد ذاتِ قدماء لازم آئے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور ذات کے لیے صفاتِ خاصہ کو ثابت کر رہے ہیں کہ صفاتِ خاصہ کا کسی اور کے لیے اثبات لازم آئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

وَلَهُ يَدٌ وَوَجْهُ وَنَفْسٌ كَمَا ذَكَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ فَمَا ذَكَرَهُ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ مِنْ ذِكْرِ الْوَجْهِ وَالْيَدِ وَالنَّفْسِ فَهُوَ لَهُ صِفَاتٌ بِلَا كَيْفٍ وَلَا يُقَالُ إِنَّ يَدَهُ قُدْرَتُهُ أَوْ نِعْمَتُهُ لِأَنَّ فِيهِ إِبْطَالُ الصِّفَةِ وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْقَدْرِ وَالْإِعْتِزَالِ وَلَكِنْ يَدُهُ صِفَتُهُ بِلَا كَيْفٍ وَغَضَبُهُ وَرِضَاهُ صِفَتَانِ مِنْ صِفَاتِ اللَّهِ تَعَالَى بِلَا كَيْفٍ. [145]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا يد، وجہ اور نفس ہے جیسا کہ اس نے خود قرآن میں ذکر فرمایا ہے لیکن اس نے قرآن میں جو وجہ، يد اور نفس کا ذکر فرمایا ہے تو یہ اس کی صفات بلا کیف ہیں۔ یوں نہیں کہنا چاہیے کہ ”يد“ سے مراد اللہ کی قدرت یا اس کی نعمت ہے کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی صفت کا ابطال لازم آتا ہے جو کہ قدریہ اور معتزلہ کا عقیدہ ہے (بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ) اللہ کا ”يد“ اس کی صفت بلا کیف ہے۔ اسی طرح اللہ کا غضب اور رضا بھی اس کی مجملہ صفات میں سے دو صفتیں ہیں جو بلا کیف ہیں۔

فائدہ نمبر 2:

شریعت کی بنیاد وحی الہی پر ہے، نہ کہ محض عقل پر۔ اس کی علت یہ ہے کہ عقل کے لیے کوئی آفاقی اور ثابت معیار نہیں، بلکہ وہ افراد کے لحاظ سے مختلف اور متغیر ہے۔ مرد و عورت، بوڑھے و جوان، عالم و غیر عالم، ہر ایک کی عقل میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے وحی ایک ہے، غیر متبدل ہے اور سب کے لیے یکساں حجت ہے۔ لہذا جب شریعت کی اساس وحی کو بنایا جائے تو تمام عقول اس کے تابع اور منضبط ہو جاتی ہیں؛ لیکن اگر عقل کو بنیاد مانا جائے تو اس کی مختلف جہات و آراء کے باعث کوئی مشترک معیار قائم ہی نہیں ہو سکتا۔

فصل ششم

حَقِيقَةُ الْإِعْتِقَادِ

حَقِیَّةُ الْإِعْتِقَادِ

ہر مؤمن کو یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ میرا عقیدہ حق ہے اور میرے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔ اس لیے کہ ایمان کا معنی ”یقین“ ہے۔ اگر اپنے عقیدے کے حق ہونے کا یقین نہ ہو تو بندہ مؤمن ہی نہیں رہتا۔

امام زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت 970ھ) فرماتے ہیں:

وَإِذَا سَأَلْنَا عَنْ مُعْتَقِدِنَا وَمُعْتَقَدِ خُصُومِنَا فِي الْعَقَائِدِ يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نَقُولَ: الْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَيْهِ خُصُومُنَا. [146]

ترجمہ: جب ہم سے ہمارے اور ہمارے مخالف کے عقیدے کے متعلق پوچھا جائے تو ہماری ذمہ داری ہے ہم یہ جواب دیں کہ ہمارا عقیدہ ہی ٹھیک ہے اور ہمارے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔

دلیل نمبر 1:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی مشرک قوم کو فرمایا۔

﴿لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ [147] (۵۴)

ترجمہ: بیشک تم اور تمہارے آباء و اجداد کھلی گمراہی میں مبتلا رہے۔

دلیل نمبر 2:

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

﴿فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ﴾ [148] (۷۹)

ترجمہ: لہذا آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں، آپ یقیناً صریح حق پر ہیں۔

[146] الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان: ص 330 فائدہ فی اعتقاد الانسان فی مذہبہ ومذہب غیرہ

[147] سورة الانبياء: 54

[148] سورة النمل: 79

دلیل نمبر 3:

اللہ تعالیٰ مشرکین کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۚ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ (۱۱) [149]

ترجمہ: یہ تو ہوئی اللہ تعالیٰ کی تخلیق! اب تم مجھے دکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں نے کیا پیدا کیا ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

دلیل نمبر 4:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ (۲) ذَلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾ [150]

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور اس کی تصدیق کی جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی جو کہ ان کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تو اللہ نے ان کے گناہوں کو معاف کر دیا اور ان کے احوال درست کر دیے۔ یہ اس لیے کہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ باطل کی پیروی کرتے ہیں اور جو ایمان لائے وہ اس حق کے پیچھے چلے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے آیا ہے۔

دلیل نمبر 5:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: فَاتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: أَلَسْتَ نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟

[149] سورة لقمان: 11

[150] سورة محمد: 2، 3

قَالَ: "بَلَىٰ". قُلْتُ: أَكُنْتُمْ عَلَى الْحَقِّ وَعَدُّوْنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: "بَلَىٰ". [151]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (حدیبیہ کے موقع پر) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں نے عرض کیا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کیوں نہیں! (یعنی واقعی ہم اہل حق اور ہمارے مخالف اہل باطل ہیں)

شبہ:

اپنے عقائد کو یقین کے ساتھ برحق کہنا اور خود کو اہل حق کہنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ قُلِ اللّٰهُ ۚ وَاِنَّا اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هٰدٰى اَوْ فِى ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (۲۴) [152]

ترجمہ: آپ پوچھئے: تمہیں آسمان و زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ پھر خود ہی فرمادیجئے: اللہ! اب لامحالہ ہم اور تم میں سے کوئی ایک ہی راہ راست پر ہے یا صریح گمراہی میں ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں ہم حق پہ ہیں یا تم حق پہ ہو! یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یقین کے ساتھ خود کو حق پہ نہیں فرما رہے بلکہ شک کے ساتھ فرما رہے ہیں۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس یقین سے خود کو اہل حق نہیں فرما رہے تو عام افراد کا خود کو یقین کے ساتھ اہل حق کہنا کہاں درست ہو سکتا ہے!

جواب نمبر 1:

اس آیت کریمہ مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل حق ہونے پہ شک تھا۔ معاذ

[151] صحیح البخاری: رقم الحدیث 2732

[152] سورۃ سبا: 24

اللہ۔ بلکہ آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس میں اہل حق کے حق پر ہونے اور اہل باطل کے باطل پر ہونے کو بیان کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ مفسرین کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

(1): امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی النیسابوری رحمہ اللہ (ت 427ھ) فرماتے ہیں:

هَذَا عَلَى وَجْهِهِ الْإِنْصَافِ فِي الْحِجَاجِ كَمَا يَقُولُ الْقَائِلُ: أَحَدُنَا كَاذِبٌ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ صَادِقٌ وَأَنَّ صَاحِبَهُ كَاذِبٌ وَالْمَعْنَى: مَا نَحْنُ وَأَنْتُمْ عَلَى أَمْرٍ وَاحِدٍ، إِنَّ أَحَدَ الْفَرِيقَيْنِ لَمُهْتَدٍ وَالْآخَرُ ضَالٌّ فَالْنَّبِيُّ وَمَنْ مَعَهُ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ خَالَفَهُ فِي ضَلَالٍ فَكَذَّبَهُمْ بِأَحْسَنَ مِنْ تَصْرِيحِ التَّكْذِيبِ. [153]

ترجمہ: آیت کریمہ میں یہ طریقہ دوسرے کو سمجھانے کے لیے اختیار فرمایا جیسے کسی شخص کا دوسرے سے اختلاف ہو تو ایک کہتا ہے کہ دیکھ ہم میں سے کوئی ایک تو جھوٹا ہے یہ بات کہنے والا جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور دوسرا جھوٹا ہے۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اے مشرکین ہمارا تمہارا ایک بات پہ تو اتفاق ہے کہ ہم میں سے ایک ہدایت یافتہ ہے اور دوسرا گمراہ۔ لہذا حضور علیہ السلام اور اہل ایمان ہدایت یافتہ ہیں اور آپ علیہ السلام کے مخالفین گمراہی میں مبتلا ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو جھوٹا قرار دیا ہے اور یہ (طرز بیان) صراحتاً تکذیب کرنے سے بہتر ہے۔

(2): امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی النیسابوری رحمہ اللہ (ت 427ھ) مزید فرماتے ہیں:

وَقِيلَ: هَذَا عَلَى جِهَةِ الْإِسْتِغْزَاءِ بِهِمْ وَهُوَ غَيْرُ شَاكٍ فِي دِينِهِ. [154]

ترجمہ: اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ حضور علیہ السلام کو اپنے ہدایت پہ ہونے میں کوئی شک نہیں تھا آپ نے یہ طریقہ اختیار فرما کے مشرکین پہ چوٹ لگائی (کہ اپنے ہاتھ سے پتھر تراش کر ان کو سجدے بھی کرتے ہو اور خود کو اہل حق بھی کہتے ہو؟)

(3): حافظ ابو الفدا عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف ابن کثیر رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

[153] تفسیر الکشف والبيان: ج 5 ص 157، 158 سورة سبا، رقم الآية 24 "وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَى هُدًى"

[154] تفسیر الکشف والبيان: ج 5 ص 158 سورة سبا، رقم الآية 24 "وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَى هُدًى"

﴿وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾: هَذَا مِنْ بَابِ اللَّفِّ وَالنَّشْرِ ... وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَزِيَادُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: مَعْنَاهُ "إِنَّا نَحْنُ لَعَلَىٰ هُدًى وَإِنَّكُمْ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ".^[155]

ترجمہ: یہ آیت کریمہ لف نشر مرتب کے باب سے ہے۔ چنانچہ امام عکرمہ اور زیاد بن ابی مریم رحمہما اللہ فرماتے ہیں آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم ہدایت پہ ہیں اور تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

فائدہ: لف کا معنی ہے لپیٹنا، نشر کا معنی ہے پھیلانا اور مرتب کا مطلب ہے پہلے چند چیزیں ذکر کرنا اور اس کے بعد ان کے مناسبات کو ترتیب سے ذکر کرنا۔ چنانچہ اس آیت میں پہلے دو فریقوں کا تذکرہ ہے۔ "إِنَّا" سے مراد اہل ایمان اور "إِيَّاكُمْ" سے مراد مشرکین اس کے بعد دو نتیجے ہیں: "لَعَلَىٰ هُدًى" اس کا تعلق (فریق اول) اہل ایمان سے ہے، "فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" کا تعلق (فریق دوم) مشرکین سے ہے۔

(4): امام علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم خازن بغدادی رحمہ اللہ (ت 725ھ) فرماتے ہیں:

﴿وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ مَعْنَاهُ مَا نَحْنُ وَأَنْتُمْ عَلَىٰ أَمْرٍ وَاحِدٍ بَلْ أَحَدُ الْفَرِيقَيْنِ مُهْتَدٍ وَالْآخَرُ ضَالٌّ، وَهَذَا لَيْسَ عَلَىٰ طَرِيقِ الشَّكِّ بَلْ عَلَىٰ جِهَةِ الْإِزَامِ وَالْإِنْصَافِ فِي الْحُجَّاجِ كَمَا يَقُولُ الْقَائِلُ: أَحَدُنَا كَاذِبٌ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ صَادِقٌ وَصَاحِبُهُ كَاذِبٌ فَالَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنِ اتَّبَعَهُ عَلَىٰ الْهُدَىٰ وَمَنْ خَالَفَهُ فِي ضَلَالٍ فَكَذَّبَهُمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُصْرَحَ بِالتَّكْذِيبِ.^[156]

ترجمہ: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم اور تم دونوں تو ٹھیک ہو نہیں سکتے بلکہ ہم میں سے ایک فریق ہدایت یافتہ ہے اور دوسرا فریق گمراہ ہے۔ اہل ایمان کا یہ کہنا شک کی وجہ سے نہیں [کہ انہیں اپنے اہل حق ہونے کا شک ہو] بلکہ یہ طریقہ دوسرے کو سمجھانے کے لیے اور ان پہ الزام قائم کرنے کے لیے اختیار فرمایا جیسے کسی شخص کا دوسرے سے اختلاف ہو تو ایک کہتا ہے کہ دیکھ ہم میں سے کوئی ایک تو جھوٹا ہے یہ بات کہنے والا جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور

[155] تفسیر القرآن الکریم لابن کثیر: ج 5 ص 260، سورۃ سبار قم الآیہ 24 "وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى"

[156] تفسیر الخازن: ج 3 ص 523 سورۃ سبار قم الآیہ 24 "وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى"

دوسرا جھوٹا ہے اب یہ بات متعین ہے کہ حضور علیہ السلام اور اہل ایمان ہدایت یافتہ ہیں اور آپ کے مخالفین گمراہی میں مبتلا ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو جھوٹا تو قرار دیا ہے لیکن صراحتاً یہ نہیں فرمایا کہ تم جھوٹے ہو۔

(5): امام علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم خازن بغدادی رحمہ اللہ (ت 725ھ) مزید فرماتے ہیں:

وَقِيلَ: ﴿أَوْ﴾ بِمَعْنَى "أَوْ" وَمَعْنَى الْآيَةِ "إِنَّا لَعَلَىٰ هُدًى وَإِنَّكُمْ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" [157]

ترجمہ: اس آیت کی ایک تقدیر مزید یہ ہے کہ اس میں "أَوْ" کا معنی "واو" ہو۔ اس صورت میں اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم ہدایت پہ ہیں اور تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

(6): امام شمس الدین محمد بن احمد الشربینی القاہری الشافعی رحمہ اللہ (ت 977ھ) فرماتے ہیں:

وَهَذَا لَيْسَ عَلَى طَرِيقِ الشَّكِّ لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَشْكْ أَنَّهُ عَلَىٰ هُدًى وَيَقِينٌ وَأَنَّ الْكُفَّارَ عَلَى ضَلَالٍ مُّبِينٍ وَإِنَّمَا هَذَا الْكَلَامُ جَارٍ عَلَى مَا تُخَاطَبُ بِهِ الْعَرَبُ مِنَ اسْتِعْمَالِ الْإِنْصَافِ فِي مُحَاوَرَاتِهِمْ عَلَى سَبِيلِ الْفَرْضِ وَالتَّقْدِيرِ، وَيُسَيِّبُهُ أَهْلُ الْبَيَانِ "الِاسْتِدْرَاجَ" [158]

ترجمہ: مشرکین سے خطاب کا یہ طریقہ اس وجہ سے نہیں کہ حضور علیہ السلام کو اپنے حق پہ ہونے کا شک تھا اس لیے کہ آپ علیہ السلام نے کبھی اپنے حق پہ ہونے اور کفار کے گمراہ ہونے میں شک ہی نہیں کیا بلکہ یہ کلام اہل عرب کے محاورات کے مطابق ہے جس میں ایک بات فرض کر کے دوسرے کو دعوت فکری دی جاتی ہے اہل بیان اس محاورہ کا نام استدراج رکھتے ہیں [کہ ہم موحد تم مشرک ہو اب خود سوچو ہم میں سے حق پہ کون ہے اور گمراہ کون ہے]۔

(7): شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (ت 1394ھ) فرماتے ہیں:

(تحقیق ہم یا تم میں سے ایک فریق یا تو صریح ہدایت پہ ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں) یہ تو ممکن نہیں کہ دونوں

[157] تفسیر الخازن: ج 3 ص 523 سورة سبار قم الآية 24 "وَإِنَّا أَوْ إِنَّا كُمْ لَعَلَىٰ هُدًى"

[158] تفسیر السراج المنیر: ج 3 ص 367 سورة سبار قم الآية 24 "وَإِنَّا أَوْ إِنَّا كُمْ لَعَلَىٰ هُدًى"

حق پر ہوں۔ اہل توحید اور اہل شرک دونوں حق پر ہوں یا دونوں غلطی پر ہوں۔ لامحالہ ایک حق پر ہو گا اور وہ ہدایت یافتہ ہو گا اور دوسرا باطل پر ہو گا اور وہ گمراہ ہو گا اور دلائل سے توحید کا حق ہونا زور و روش کی طرح واضح ہے۔ [159]

جواب نمبر 2:

اگر اس آیت کا یہ معنی مراد لیا جائے کہ ”ہمیں اپنے حق پر ہونے کا یقین نہیں ہونا چاہیے“ تو پھر اس آیت کا ان آیات سے تعارض لازم آئے گا جن میں مؤمنین کو حق اور کافروں کو باطل پر کہا گیا ہے جبکہ یہ بات واضح ہے کہ قرآن کریم میں تعارض نہیں ہے۔

جواب نمبر 3:

اگر یہ بات مان لی جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حق اور کفار کے باطل پر ہونے کا یقین نہیں تھا تو پھر اسلام کی ساری قربانیاں رائیگاں جاتی ہیں۔ معاذ اللہ۔ اس لیے کہ اگر اپنے حق پر ہونے کا یقین نہیں تھا تو غزوات کیوں کیے؟ ہجرت کیوں فرمائی؟ اپنی بیٹیوں کی طلاق ہوئی لیکن اپنے موقف کو کیوں نہیں چھوڑا؟ تو سوال ہو گا کہ جب حق پر نہیں تو یہ قربانیاں کس لیے؟؟

فائدہ نمبر 1:

عقائد کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا عقیدہ ہی حق اور ہمارے مخالف کا عقیدہ باطل ہے البتہ مسائل اجتہادیہ و مذاہب میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا مذہب درست ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال بھی ہے اور ہمارے مخالف کا مذہب خطا ہے لیکن اس میں درست ہونے کا احتمال بھی ہے۔

امام زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت 970ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا سُئِلْنَا عَنْ مَذْهَبِنَا وَمَذْهَبِ مُخَالِفِينَا فِي الْفُرُوعِ، يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نُجِيبَ بِأَنَّ مَذْهَبَنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَمَذْهَبِ مُخَالِفِينَا خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ؛ لِأَنَّكَ لَوْ قَطَعْتَ الْقَوْلَ لَبَأَ صَحَّ قَوْلُنَا

[159] تفسیر معارف القرآن کاندہ حلوی: ج 6 ص 369 سورۃ سبار قم الایۃ 24 "وَأَنَّا أَوْيَاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى"

إِنَّ الْمُجْتَهِدَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ. [160]

ترجمہ: جب فروعی مسائل کے بارے میں ہم سے ہمارے اور ہمارے مخالف کے موقف کے بارے میں پوچھا جائے تو ہماری ذمہ داری ہے ہم یہ جواب دیں کہ ”ہمارا موقف درست ہے لیکن اس میں خطاء کا احتمال ہے اور ہمارے مخالف کا موقف خطا ہے لیکن اس میں درست ہونے کا احتمال ہے۔“ اس لیے کہ اگر آپ نے حتمی طور پر یہ جواب دیا کہ ”ہمارا موقف ہی ٹھیک ہے“ تو پھر یہ کہنا کہ ”مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور اس کا اجتہاد درست بھی ہوتا ہے“ ٹھیک نہ ہوگا۔

فائدہ نمبر 2:

انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں عقائد میں اتفاق رہا ہے جبکہ ان کی شرائع میں اختلاف رہا ہے۔

فائدہ نمبر 3:

دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں عقائد میں اتفاق رہا ہے البتہ فروع میں اختلاف رہا ہے۔

فائدہ نمبر 4:

عقائد میں اختلاف دور تابعین سے شروع ہوا ہے اور سب سے پہلا اختلاف جو اہل السنۃ والجماعۃ سے کیا وہ فرقہ معتزلہ نے کیا۔ فرقہ معتزلہ نے عقل کو بنیاد بنا کر اہل السنۃ والجماعۃ سے اختلاف کیا ہے۔
امام حسن بصری رحمہ اللہ (ت 110ھ) کی درس گاہ کے ایک شاگرد ”ابو حذیفہ واصل بن عطاء غزال“ (ت 131ھ) نے جب یہ موقف اختیار کیا کہ مرتکب کبیرہ (کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا) ایمان سے نکل جاتا ہے، مگر کفر میں داخل نہیں ہوتا، تو امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”قَدْ اَعْتَزَلَ عَنَّا“ (یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا) اس وجہ سے ان کا نام معتزلہ رکھا گیا اور یہ خود کو ”اصحاب العدل والتوحید“ کہتے تھے۔

[160] الاشباہ والنظائر علی مذهب ابی حنیفۃ النعمان: ص 330 فائدہ فی اعتقاد الانسان فی مذہبہ ومذہب غیرہ

امام سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ رَأْيَهُمْ وَأَصْلَ بَنِ عَطَاءٍ اعْتَزَلَ عَنْ مَجْلِسِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ وَيُقَرَّرُ أَنَّ
مَنْ ارْتَكَبَ الْكِبِيرَةَ لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ وَلَا كَافِرٍ وَيُثْبِتُ الْمُنْزِلَةَ بَيْنَ الْمُنْزِلَتَيْنِ فَقَالَ الْحَسَنُ: قَدْ اعْتَزَلَ
عَنَّا، فَسَمُّوا الْمُعْتَزِلَةَ وَهُمْ سَمُّوا أَنْفُسَهُمْ "أَصْحَابَ الْعَدْلِ وَالْتَّوْحِيدِ".^[161]

ترجمہ: فرقہ معتزلہ کا بانی واصل بن عطاء؛ امام حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس سے یہ نظریہ اختیار کرتے ہوئے الگ
ہوا کہ جس بندے نے گناہ کبیرہ کیا وہ نہ مسلمان ہے اور نہ کافر۔ واصل بن عطاء ایمان اور کفر کے درمیان تیسرے
درجے کو ثابت کر رہا تھا تو امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ شخص ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ اس لیے ان کا نام
”معتزلہ“ رکھا گیا اور خود انہوں نے اپنا نام ”اصحاب العدل والتوحید“ رکھا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ
وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَبِيدٌ مَجِيدٌ

فصل ہفتم

ایمان کی قسمیں	ایمان کا لغوی و اصطلاحی معنی
شرائط ایمان	اَلْاِيْمَانُ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ

ایمان

ایمان کا لغوی معنی:

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

الْإِيمَانُ فِي اللُّغَةِ: التَّصَدِيقُ أَيْ ادِّعَانُ حُكْمِ الْخَبَرِ وَقَبُولُهُ وَجَعْلُهُ صَادِقًا. [162]

ترجمہ: ایمان کا لغوی معنی تصدیق ہے یعنی خبر دینے والے کی خبر کا یقین کر کے اسے قبول کرنا اور منجر کو سچا قرار دینا۔

ایمان کا اصطلاحی معنی:

علامہ سید محمود بن عبد اللہ بن محمود آلوسی بغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1270ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا فِي الشَّرْعِ فَهُوَ التَّصَدِيقُ بِمَا عَلِمَ مَجِيءُ النَّبِيِّ بِهِ ضَرُورَةً تَفْصِيلاً فِيمَا عَلِمَ تَفْصِيلاً وَاجِباً لَا فِيمَا عَلِمَ إجمالاً. [163]

ترجمہ: اصطلاح شریعت میں ایمان کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیزیں بدیہی طور پر ثابت ہیں ان تمام چیزوں کی تصدیق کرنا جو چیزیں تفصیلاً ثابت ہیں ان کی تفصیلی اور جو اجمالاً ثابت ہیں ان کی اجمالی تصدیق کرنا۔ ایمان کی قسمیں:

ایمان کی دو قسمیں ہیں:

- 1: ایمان اجمالی: جسے ایمان مجمل بھی کہتے ہیں۔
- 2: ایمان تفصیلی: جسے ایمان مفصل بھی کہتے ہیں۔

[162] شرح العقائد النسفية: ص 299

[163] تفسیر روح المعانی: ج 1 ص 110 سورة البقرة آیت 3

ایمان مجمل:

أَمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَقَبِلْتُ جَمِيعَ أَحْكَامِهِ إِقْرَارًا بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيقًا بِالْقَلْبِ.

ترجمہ: میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور اپنی صفات کے ساتھ موصوف ہے اور میں اس کے تمام احکامات کو قبول کرتا ہوں جس کا مجھے زبان سے اقرار ہے اور دل سے یقین ہے۔

ایمان مفصل:

أَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ.

ترجمہ: میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر، اچھی اور بری تقدیر کے اللہ کی جانب سے ہونے پر اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر۔

حافظ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ (ت 728ھ) نے اپنی کتاب ”أولياء الرحمن وأولياء الشيطان“ میں ایک عنوان قائم کیا ہے:

الإيمان المجمل والمفصل.

اور اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ [164]

مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ (ت 1372ھ) ”تعلیم الاسلام“ میں لکھتے ہیں:

”ایمان مجمل یہ ہے: أَمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ وَقَبِلْتُ جَمِيعَ أَحْكَامِهِ.“

”ایمان مفصل یہ ہے: أَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ“

مِنْ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ. "[165]

فائدہ نمبر 1:

اس حوالے سے چند باتیں قابل ذکر ہیں:

- (1): مومن ہونے کے لیے ایمانیات کا اجمالی اعتقاد کافی ہے، تفصیلات اور ان کے دلائل کا جاننا ضروری نہیں۔
 - (2): اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ایمانیات میں اصل الاصول کا درجہ رکھتا ہے۔ جب اس میں اجمالی ایمان کافی ہے تو باقی امور میں بھی اجمالی ایمان کافی ہو گا۔
 - (3): اللہ تعالیٰ پر اجمالی ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں جو صفات باری تعالیٰ بیان فرمائی ہیں بس ان کو مان لیا جائے، سمجھ میں آجائیں تب بھی مانا جائے اور اگر سمجھ میں نہ آئیں تب بھی مانا جائے۔
 - (4): اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام علیہم السلام، ملائکہ، آسمانی کتابیں اور آخرت وغیرہ کے بارے میں جو چیزیں قرآن و سنت میں بالتفصیل آئی ہیں ان پر تفصیلاً ایمان لانا۔
- فائدہ نمبر 2:

اہل علم کے لیے ایمان تفصیلی ضروری ہے اور عوام الناس کے لیے ایمان اجمالی کافی ہے۔ ہاں البتہ اگر کسی علاقے میں کوئی فتنہ یا فرقہ اپنے کسی غلط عقیدہ کا پرچار کر رہا ہو تو اس وقت عوام الناس پر بھی ضروری ہے کہ علمائے حق صحیح عقیدہ جس تفصیل و توضیح کے ساتھ سمجھائیں تو عوام اس کا اعتقاد رکھیں اور فاسد عقیدہ سے براءت کا اظہار کریں۔ ایسے وقت میں عوام کے لیے اجمالی ایمان کافی نہ ہو گا۔

مثال: ”عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم“

توضیح:

- 1: انبیاء علیہم السلام جسدِ غصری کے ساتھ زندہ ہیں۔
 - 2: روح اور جسد کے تعلق کے ساتھ زندہ ہیں۔
 - 3: احوالِ اصالۃ روح، تبعاً جسم پر آتے ہیں۔
 - 4: نماز اپنے جسدِ غصری کے ساتھ پڑھتے ہیں۔
 - 5: قبر مبارک پر جا کر درود پڑھا جائے تو خود سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچاتے ہیں۔
 - 6: "قبر مبارک کے قریب" کا مطلب حقیقی نہیں بلکہ تقریبی ہے جسے عرف میں قریب کہا جاتا ہے۔
- اب اگر کسی علاقے میں کوئی فرقہ اس صحیح عقیدہ کے خلاف فاسد عقیدہ پیش کرے تو اس وقت جب علمائے حق صحیح عقائد کی جو توضیح و تشریح کریں اور جس تنقیح سے عقیدہ واضح کریں تو عوام پر بھی لازم ہے کہ اسی توضیح، تنقیح اور تفصیل کے ساتھ اس کا اعتقاد رکھیں اور فاسد عقائد کا صراحتاً انکار کریں۔ محض اجمال پر اکتفا نہ کریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَبِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَلْاِيْمَانُ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت 150ھ) کے نزدیک ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

اِيْمَانُ اَهْلِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ .^[166]

ترجمہ: آسمان والوں اور زمین والوں کے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔

دلیل نمبر 1:

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

وَالْاِيْمَانُ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ؛ لِاَنَّهُ لَا يَتَصَوَّرُ نَقْصَانُهُ اِلَّا بِزِيَادَةِ الْكُفْرِ، وَلَا يَتَصَوَّرُ زِيَادَتُهُ اِلَّا بِنَقْصَانِ الْكُفْرِ، وَكَيْفَ يَجُوزُ اَنْ يَكُوْنَ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ مُؤْمِنًا وَكَافِرًا؟^[167]

ترجمہ: ایمان نہ بڑھتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے؛ کیونکہ ایمان میں کمی تبھی ہوگی جب کفر میں زیادتی ہو، اور ایمان میں زیادتی تبھی ہوگی جب کفر میں کمی ہو، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی شخص ایک ہی حالت میں بیک وقت مؤمن بھی ہو اور کافر بھی؟

دلیل نمبر 2:

”ایمان“ نام ہے اس تصدیق قلبی کا جو یقین کی حد تک پہنچی ہو جس میں کمی بیشی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ اگر یقین میں کمی ہو جائے تو بندہ مؤمن نہیں رہتا اور جب تصدیق؛ یقین کی حد تک پہنچ جائے تو اس میں اضافہ بھی نہیں ہو سکتا۔

[166] الفقه الاکبر: ص 25

[167] کتاب الوصیۃ للامام الاعظم ابی حنیفہ: ص 1

سوال:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ قرآن کریم کی آیات کے خلاف ہے اس لیے کہ کئی قرآنی آیات سے ایمان کا بڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ (۱۷۳) [168]

ترجمہ: جب لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہارے خلاف تو بہت لوگ جمع ہو چکے ہیں، لہذا تم ان سے ڈرو، تو اس بات نے ان کا ایمان بڑھا دیا اور وہ کہنے لگے: ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

﴿وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ (۱۲۴) [169]

ترجمہ: اور جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان [منافقین] میں سے بعض لوگ یوں کہتے ہیں: اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ اب جو لوگ اہل ایمان ہیں تو اس سورت نے ان کے ایمان کو بڑھا دیا اور وہ اس پر خوشیاں مناتے ہیں۔

﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾ (۲۳) [170]

ترجمہ: جب مؤمنین نے لشکروں کو دیکھا تو بول اٹھے: یہی ہے وہ چیز جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا، اور اس نے ان کے ایمان اور اطاعت گزاری میں مزید اضافہ کر دیا۔

[168] سورة آل عمران: 173

[169] سورة التوبة: 124

[170] سورة الاحزاب: 22

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ﴾^[171]

ترجمہ: اللہ وہی ہے جس نے مؤمنین کے دلوں میں اطمینان و سکون پیدا کر دیا تاکہ ان کے (موجودہ) ایمان میں مزید ایمان کا اضافہ ہو جائے۔

﴿وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيَقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا﴾^[172]

ترجمہ: ہم نے جہنم کے کارندے فرشتوں کو ہی مقرر کیا ہے۔ ہم نے ان فرشتوں کی تعداد اس لیے مقرر کی ہے تاکہ کافروں کی آزمائش ہو، اہل کتاب کو یقین آجائے اور اہل ایمان کا ایمان بڑھے۔

جواب نمبر 1:

ایک ہے ایمان کی کمیت یعنی ”ایمانیات“ کہ کن کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ ایمانیات میں سے کسی چیز کو چھوڑا جاسکتا ہے نہ ہی ان میں اضافہ کیا جاسکتا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے فرمان ”لَا يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ“ کا بھی یہی مطلب ہے، اور ایک ہے ایمان کی کیفیت یعنی حالت اور کیفیت جو کہ ماحول اور احوال کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہے۔ یہ کیفیت ماحول اچھا ملنے کی وجہ سے بڑھ جاتی اور ماحول اچھا نہ ملنے کی وجہ سے کم ہو جاتی ہے۔

تو جہاں قرآن کریم میں ہے کہ ایمان بڑھتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ ایمان کیفیت کے اعتبار سے کبھی بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے یہ آیات مبارکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے موقف کے خلاف نہیں ہیں۔

جواب نمبر 2:

ایک ہے ایمان اجمالی اور ایک ہے ایمان تفصیلی۔ ایمان اجمالی نہ بڑھتا ہے نہ کم ہوتا ہے ہاں البتہ ایمان تفصیلی میں تفصیلات معلوم ہونے کے ساتھ ایمان تفصیلی بڑھتا رہتا ہے۔

[171] سورة الفتح: 4

[172] سورة المدثر: 31

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

وَالْآيَاتُ الدَّالَّةُ عَلَى زِيَادَةِ الْإِيمَانِ مَحْمُولَةٌ عَلَى مَا ذَكَرَهُ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُمْ كَانُوا آمَنُوا فِي الْجُمْلَةِ ثُمَّ يَأْتِي فَرَضٌ بَعْدَ فَرَضٍ وَكَانُوا يُؤْمِنُونَ بِكُلِّ فَرَضٍ خَاصٍّ.^[173]

ترجمہ: قرآن کریم کی جن آیات میں ایمان بڑھنے کا تذکرہ ہے تو ان کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اجمالاً ایمان لاتے پھر کوئی حکم فرض ہو جاتا تو وہ اس پر بھی ایمان لے آتے اسی کو ایمان کے بڑھنے سے تعبیر کیا گیا۔

فائدہ: اس جواب میں جس قسم کے اضافے کا ذکر ہے وہ عہد نبوت کے ساتھ خاص تھا کیونکہ عہد نبوت میں وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ وحی کے ذریعے ایمانیات کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا جسے ”ایمان کے بڑھنے“ سے تعبیر کر دیا گیا۔ اب چونکہ وحی کا دروازہ بند ہو چکا ہے اس لیے کہ اب ایمان میں اس قسم کا اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾^[174]

ترجمہ: میں نے آج تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

اب حکم ہے کہ امت نے اس دین کامل کو مکمل طور پر ماننا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾^[175]

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

[173] شرح العقائد النسفية ص 309

[174] سورة المائدة: 3

[175] سورة البقرة: 208

شرائطِ ایمان

اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی بھی شخص مومن اس وقت شمار ہوتا ہے جب وہ ان تمام چیزوں کی دل و جان سے تصدیق کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، خواہ یہ شخص زبان سے اقرار کرے یا زبان سے اقرار نہ کرے۔

(1): امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی رحمہ اللہ (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِقَلْبِهِ لَمْ يَكُنْ عِنْدَ اللَّهِ مُؤْمِنًا ، وَمَنْ آمَنَ بِقَلْبِهِ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ بِلِسَانِهِ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ مُؤْمِنًا. [176]

ترجمہ: جو شخص زبان سے ایمان کا اقرار کرتا ہے لیکن دل سے تصدیق نہیں کرتا تو وہ اللہ کے ہاں مومن شمار نہیں ہو گا اور جو شخص دل سے تو تصدیق کرتا ہے لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتا تو ایسا شخص اللہ کے ہاں مومن شمار ہو گا۔

(2): امام سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ صَدَّقَ بِقَلْبِهِ وَلَمْ يُقَرِّ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ عِنْدَ اللَّهِ. [177]

ترجمہ: اگر کوئی شخص دل سے تو تصدیق کرتا ہے لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتا تو وہ عند اللہ مومن ہو گا۔

(3): شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1369ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ صَدَّقَ الرَّسُولَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمِيعِ مَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَعَالَى فَهُوَ مُؤْمِنٌ فِيمَا بَيَّنَّهُ وَبَيَّنَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِنْ لَمْ يُقَرِّ بِلِسَانِهِ. [178]

ترجمہ: جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام باتوں میں تصدیق کرتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی

[176] کتاب العالم والمتعلم: ص 10

[177] شرح العقائد النسفية: ص 122

[178] فتح الملہم شرح صحیح مسلم: ج 1 ص 434 کتاب الایمان، بحث الاقرار بشرط اللایمان ام لا

جانب سے لائے ہیں تو ایسا شخص مؤمن کہلائے گا اگرچہ وہ زبان سے اقرار نہ کرتا ہو۔
دلیل:

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ [179]

ترجمہ: یہ دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اے پیغمبر! آپ ان سے فرمادیجیے کہ تم لوگ ایمان تو نہیں لائے، البتہ یہ کہو کہ ہم نے ظاہری طور پر خود کو آپ کے سپرد کر دیا ہے اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

امام علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم خازن بغدادی رحمہ اللہ (ت 741ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا﴾ أَيْ صَدَقْنَا ﴿قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوا﴾ أَيْ لَمْ تُصَدِّقُوا بِقُلُوبِكُمْ ﴿وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا﴾ أَيْ اسْتَسْلَمْنَا وَانْقَدْنَا مَخَافَةَ الْقَتْلِ وَالسَّبْيِ ﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ أَخْبَرَ أَنَّ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ هُوَ التَّصَدِيقُ بِالْقَلْبِ، وَأَنَّ الْإِقْرَارَ بِاللِّسَانِ وَإِظْهَارَ شَرَائِعِهِ بِالْأَعْدَانِ لَا يَكُونُ إِيْمَانًا دُونَ التَّصَدِيقِ بِالْقَلْبِ وَالْإِخْلَاصِ. [180]

ترجمہ: {دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں} یعنی ہم نے تصدیق کی {آپ فرمادیجیے کہ تم لوگ ایمان تو نہیں لائے} یعنی تم نے دل سے تصدیق تو نہیں کی {البتہ یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں} یعنی ہم نے (ظاہری طور پر) اطاعت قبول کر لی اور ہم نے (ظاہری طور پر) فرمانبرداری اختیار کر لی قتل اور قید کے خوف سے۔ {ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا} اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ایمان کی حقیقت؛ "دل سے تصدیق" کرنا ہے۔ زبان سے اقرار کرنا اور بدن کے اعمال کے ذریعے اس کے احکام کو ظاہر کرنا، دل کی تصدیق اور اخلاص کے بغیر ایمان شمار نہیں ہوتا۔

[179] سورة الحجرات: 14

[180] تفسیر الحازن: ج 6 ص 232 تحت قولہ "قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا" سورة الحجرات: 14

فائدہ نمبر 1:

ایمان اصل میں ”تصدیق قلبی“ کا نام ہے۔ اقرار باللسان ایمان کی علامت و نشانی ہے۔
 شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1369ھ) امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی رحمہ اللہ
 (ت 505ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وَالْإِيمَانُ هُوَ التَّصَدِيقُ الْمَحْضُ وَاللِّسَانُ تَرْجُمَانُ الْإِيمَانِ" [181]

ترجمہ: ایمان محض تصدیق کا نام ہے اور زبان اس ایمان کی ترجمان ہے۔

فائدہ نمبر 2:

اقرار باللسان تین وقتوں میں ضروری ہے:

(1): زندگی میں ایک بار ایمان کا زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص دل سے تصدیق تو کرتا ہو لیکن
 بغیر عذر کے قدرت کے باوجود زبان سے اقرار نہ کرتا ہو تو اسے فاسق کہیں گے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1369ھ) امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی رحمہ اللہ
 (ت 505ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قَالَ الْغَزَالِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: "الدَّرَجَةُ الْخَامِسَةُ أَنْ يُصَدِّقَ بِالْقَلْبِ ، وَيُسَلِّمَ ، وَيُسَاعِدَهُ مِنْ
 الْعُمُرِ مُهْلَةً النُّطْقِ بِكَلِمَتِي الشَّهَادَةِ ، وَعَلِمَ وَجُوبَهَا ، وَلَكِنَّهُ لَمْ يَنْطِقْ بِهَا ، (وَلَمْ يَجْعَدْ بِهَا)
 فَيَحْتَمِلُ أَنْ يُجْعَلَ امْتِنَاعُهُ عَنِ النُّطْقِ كَامْتِنَاعِهِ عَنِ الصَّلَاةِ ، وَنَقُولُ: هُوَ مُؤْمِنٌ غَيْرُ مُخَلَّدٍ فِي
 النَّارِ" [182]

ترجمہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان کا پانچواں درجہ یہ ہے کہ انسان دل سے تصدیق کرے، (ظاہر

[181] فتح الملہم شرح صحیح مسلم: ج 1 ص 435 کتاب الایمان، بحث الاقرار شرط للایمان ام لا

[182] فتح الملہم شرح صحیح مسلم: ج 1 ص 435 کتاب الایمان، بحث الاقرار شرط للایمان ام لا

سے) تسلیم بھی کرے اور زندگی میں اسے اتنی مہلت ملے جس میں وہ زبان سے شہادتین کے الفاظ ادا کر سکتا ہو اور اسے یہ علم بھی ہو کہ (زندگی میں ایک بار) زبان سے ادائیگی واجب ہے اور پھر بھی یہ شخص زبان سے شہادتین کے الفاظ ادا نہیں کرتا اور اس کا انکار بھی نہیں کرتا تو اس میں یہ احتمال ہے کہ اس شخص کا زبان سے اظہار کرنے سے رکنا ایسا ہی ہو جیسے نماز (کو مانتے ہوئے اس) کی ادائیگی سے رکنا ہوتا ہے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں ہم یہ کہیں گے کہ یہ شخص مومن ہے (سزا پانے کے لیے جہنم میں جائے گا) لیکن ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔

(2): بوقت مطالبہ: جب کسی شخص کے بارے میں شبہ ہو کہ یہ مومن ہے یا کافر اور اس وقت اس سے مطالبہ کیا جائے تو اس وقت زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے۔

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید المعروف ابن الہمام رحمہ اللہ (ت 861ھ) فرماتے ہیں:

إِتَّفَقَ الْقَائِلُونَ بِعَدَمِ اعْتِبَارِ الْإِقْرَارِ عَلَى أَنْ يَعْتَقِدَ أَنَّهُ مَتَى طُولِبَ بِهِ أَتَى بِهِ فَإِنْ طُولِبَ بِهِ فَلَمْ يُقِرَّ فَهُوَ كُفْرٌ عِنَادٍ. [183]

ترجمہ: جن متکلمین کے ہاں اقرار باللسان ایمان کے لیے ضروری نہیں وہ سب بھی اس بات پر متفق ہیں کہ جب اقرار باللسان کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اقرار کرے اگر مطالبہ کے باوجود اقرار نہ کیا تو وہ عنادی کا فر ہو گا۔

(3): بوقت اجراء احکام۔ کسی شخص پر احکام اسلام اس وقت جاری ہوں گے جب وہ اپنی زبان سے اسلام کا اقرار کرے۔

امام ابو المعین میمون بن محمد بن محمد بن معبد بن مکحول النسفی الحنفی رحمہ اللہ (ت 508ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ أَتَى بِهَذَا التَّصْدِيقِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى، وَالْإِقْرَارُ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ لِيَقِفَ عَلَيْهِ الْخَلْقُ فَيُجْرُوا أَحْكَامَ الْإِسْلَامِ. [184]

[183] المسایرة شرح المسامرة عنوان: الخاتمة فی بحث الایمان

[184] التمهید فی اصول الدین للنسفی: ص 146 فصل فی ماهیة الایمان

ترجمہ: جو شخص یہ تصدیق کرے گا تو اس کا معاملہ اللہ کے ہاں بطور مؤمن ہو گا۔ اقرارِ لسانی کی ضرورت اس لیے پڑتی ہے تاکہ لوگ اس شخص کے ایمان کو جان سکیں اور احکام اسلام اس پر جاری کر سکیں۔

امام سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) لکھتے ہیں:

وَذَهَبَ جُمْهُورُ الْمُحَقِّقِينَ إِلَى أَنَّهُ هُوَ التَّصْدِيقُ بِالْقَلْبِ وَإِنَّمَا الْإِقْرَارُ شَرْطٌ لِإِجْرَاءِ الْأَحْكَامِ فِي الدُّنْيَا لِأَنَّ تَصْدِيقَ الْقَلْبِ أَمْرٌ بَاطِنٌ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ عَلَامَةٍ^[185].

ترجمہ: جمہور حضرات کا موقف یہ ہے کہ ایمان تو ”تصدیقِ قلبی“ ہی کا نام ہے۔ رہا زبان سے اقرار کرنا تو وہ دنیاوی احکام جاری کرنے کے لیے شرط ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تصدیق ایک باطنی امر ہے جس کے لیے کسی ظاہری علامت کا پایا جانا ضروری ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1369ھ) لکھتے ہیں:

الْإِقْرَارُ بِاللِّسَانِ شَرْطٌ لِلْإِيمَانِ فِي حَقِّ إِجْرَاءِ الْأَحْكَامِ فَقَطْ^[186].

ترجمہ: اقرار باللسان کا ایمان کے لیے شرط ہونا فقط دنیاوی احکام کے جاری ہونے کے اعتبار سے ہے۔

فائدہ نمبر 3:

یہ معاملہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہے مگر اسے کسی معاشرہ میں مؤمن اس وقت سمجھا جائے گا جب اس میں دو باتیں پائی جائیں:

1: اقرار باللسان یعنی زبان سے شہادتین کا اقرار کرنا۔

2: براءت عن اہل الباطل یعنی ادیانِ باطلہ سے براءت کا اعلان کرنا

[185] شرح العقائد النسفیة: ص 122

[186] فتح الملہم شرح صحیح مسلم: ج 1 ص 434 کتاب الایمان، بحث الاقرار بشرط للمایمان ام لا

فائدہ نمبر 4:

اگر کوئی شخص دل سے تصدیق بھی کرتا ہے، زبان سے اقرار بھی کرتا ہے لیکن دیگر ادیان کو باطل نہیں سمجھتا تو اس کا ایمان معتبر نہیں۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحسکفی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1088ھ) فرماتے ہیں:

(وَإِسْلَامُهُ أَنْ يَتَّبِعَ عَنِ الْأَذْيَانِ (سِوَى الْإِسْلَامِ) أَوْ عَمَّا انْتَقَلَ إِلَيْهِ) بَعْدَ نُطْقِهِ بِالشَّهَادَتَيْنِ. [187]

ترجمہ: مرتد کا اسلام تب قبول ہو گا جب وہ کلمہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے علاوہ تمام ادیان سے یا جو دین اس نے اختیار کر رکھا ہے اس سے اعلان برات کرے۔

علامہ علاء الدین الحسکفی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

وَلَوْ أَتَى بِهِمَا عَلَى وَجْهِ الْعَادَةِ لَمْ يَنْفَعُهُ مَا لَمْ يَتَّبِعْ (بِرَّازِيَّةً). [188]

ترجمہ: اور اگر کوئی شخص ادیان باطلہ سے اعلان برات کئے بغیر صرف کلمہ پڑھتا ہے تو اس سے اس شخص کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ یہ بات فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

[187] الدر المختار: ج 6 ص 348 کتاب الجہاد، باب المرتد

[188] الدر المختار: ج 6 ص 349 کتاب الجہاد، باب المرتد

فصل ہشتم

ایمان اور اسلام میں فرق	اسلام کا لغوی و اصطلاحی معنی
معیارِ ایمان	

اسلام

اسلام کا لغوی معنی:

لغت کی کتاب ”المنجد“ میں ہے:

الْإِسْلَامُ (مص) الْإِنْقِيَادُ لِأَمْرِ الْأَمِيرِ وَنَهْيِهِ بِلَا عِتْرَاضٍ. [189]

ترجمہ: اسلام؛ مصدر ہے۔ اس کا معنی ہے کہ کسی کے حکم کرنے یا منع کرنے کے سامنے بلاچوں چراسر جھکا دینا۔

اسلام کا اصطلاحی معنی:

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

وَالْإِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيمُ وَالْإِنْقِيَادُ لِأَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى. [190]

ترجمہ: اسلام؛ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو تسلیم کرنے اور ان کی اطاعت کرنے کا نام ہے۔

ایمان اور اسلام میں فرق:

(۱): ﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي

قُلُوبِكُمْ﴾ [191]

ترجمہ: یہ دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اے پیغمبر! آپ ان سے فرمادیجیے کہ تم لوگ ایمان تو نہیں لائے، البتہ یہ کہو کہ ہم نے ظاہری طور پر خود کو آپ کے سپرد کر دیا ہے اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

[189] المنجد فی اللغة: ص 347

[190] الفقه الاکبر: ص 25

[191] سورة الحجرات: 14

(۲): امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخْذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتُصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا"، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجَبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: "أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ"، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، قَالَ: "أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ"، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: "مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا، قَالَ: "أَنْ تَلِدَ الْأُمَةُ رُبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوُلُونَ فِي الْبُنْيَانِ"، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِي: "يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟" قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "فَإِنَّهُ جَبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ". [192]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے سامنے نمودار ہوا۔ اس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس شخص پر سفر کا کوئی نام و نشان دکھائی دیتا تھا نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ آکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیے، اور اپنے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر رکھ دیے، اور عرض

کی: اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے رسول ہیں، نماز کا اہتمام کیا کرو، زکوٰۃ ادا کیا کرو، رمضان کے روزے رکھا کرو اور اگر اللہ کے گھر تک کے راستہ کی استطاعت ہو تو اس کا حج کیا کرو۔“ اس آنے والے شخص نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ یہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا ہے اور خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخری دن پر ایمان رکھو اور اچھی اور بری تقدیر پر بھی ایمان لاؤ۔“ اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ پھر اس نے کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے (یعنی پہلی کیفیت پیدا نہ) تو (یہ تصور کرو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ پھر اس شخص نے کہا: مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس سے اس کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے، وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔“ پھر اس نے کہا: تو مجھے قیامت کی علامات ہی بتا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لو نڈی اپنی مالک کو جنے گی اور یہ کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن، محتاج، بکریاں چرانے والے لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ اونچی سے اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ (فخر و مباحثات) کر رہے ہیں۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر وہ سائل چلا گیا۔ میں کچھ وقت سوچتا رہا (کہ یہ شخص کون تھا؟)، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”اے عمر! تمہیں معلوم ہے کہ یہ سوالات پوچھنے والا شخص کون تھا؟“ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ جبریل علیہ السلام تھے، تمہارے پاس آئے تھے تاکہ تمہیں تمہارا دین سکھائیں!“

(۳): امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ قَالَ: "اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّتِنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، أَللَّهُمَّ مَنْ

أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ "۔^[193]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی میت کی نماز جنازہ پڑھتے تو یہ دعا مانگتے تھے: ”اے اللہ! ہمارے زندوں اور مردوں کو بخش دے، ہمارے حاضر اور غائب کو بخش دے ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کو بخش دے، ہمارے مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو موت دے تو ایمان کی حالت میں موت دے۔“

فائدہ:

ایمان اور اسلام میں جو بظاہر فرق نظر آرہا ہے یہ لغوی اعتبار سے ہے وگرنہ شرعی اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں کہ ”ایمان“ کا معنی ہے دل و جان سے یقین کرنا اور ”اسلام“ کا معنی ہے دل و جان سے خود کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرنا۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

فَمِنْ طَرِيقِ اللُّغَةِ فَرَقٌ بَيْنَ الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ وَلَكِنْ لَا يَكُونُ إِيْمَانٌ بِلَا إِسْلَامٍ وَلَا يُوجَدُ إِسْلَامٌ بِلَا إِيْمَانٍ وَهُمَا كَالظَّهْرِ مَعَ الْبَطْنِ۔^[194]

ترجمہ: لغوی اعتبار سے تو اسلام اور ایمان میں فرق ہے لیکن ایمان (شرعاً) اسلام کے بغیر اور اسلام (شرعاً) ایمان کے بغیر نہیں پایا جاسکتا۔ ان کا آپس میں تعلق ایسے ہے جیسے پیٹھ اور پیٹ کا تعلق ہے (کہ ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے)

فائدہ: ایمان اور اسلام میں معیار؛ صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایمان اور اسلام یعنی عقائد اور اعمال دونوں میں معیارِ حق ہیں۔

[193] السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 3 ص 367 کتاب الجنائز باب الدعاء فی الصلاة علی الجنائز

[194] الفقه الاکبر: ص 25

1: معیارِ ایمان

عقائد میں معیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں یعنی عقیدہ وہی معتبر ہو گا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین والا ہو گا۔

دلیل نمبر 1:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا﴾^[195]

ترجمہ: تو اگر وہ ان چیزوں پر ایمان لے آئیں جن پر تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پا جائیں گے۔

سوال:

اللہ رب العزت نے ایمان کے قبول ہونے کی شرط یہ لگائی کہ تمہارا ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان جیسا ہو تو میں قبول کروں گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان جیسا ایمان ہونا؛ ناممکن ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد نہ تو نبی کی صحبت ملنی ہے اور نہ ہی صحابی جیسا ایمان ہونا ہے۔ تو ہمیں اس چیز کا حکم دیا جا رہا ہے جس کی ہم میں استطاعت ہی نہیں۔ یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

جواب:

”مثل“ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

1: مثل بالکم (مقدار میں) 2: مثل بالکیف (کیفیات اور احوال میں)

تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمہاری ایمانی کمیت صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایمانی کمیت جیسی ہو، مطلب یہ کہ جن جن چیزوں پر وہ ایمان لائے ہیں ان چیزوں پر ایمان لاؤ گے تو کامیابی ہے، اس سے کیفیتِ ایمان مراد نہیں۔

فائدہ:

مثل بالکيف کی طرح مثل بالکم بھی قرآن مجید میں ذکر ہوئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ [196]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمائے اور سات ہی زمینیں پیدا فرمائیں۔

اس آیت کریمہ میں ”مثل“ سے مراد ”مثل بالکیت“ ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے آسمان سات بنائے

ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمینیں بھی سات ہی بنائی ہیں۔

دلیل نمبر 2:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذَوِ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّىٰ إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عِلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً." قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي." [197]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری

امت کے ساتھ وہی صورت حال پیش آئے گی جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آچکی ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنی

اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو اس کا

[196] سورة الطلاق: 12

[197] جامع الترمذی: رقم الحدیث 2641

مرتب ہو گا۔ (مزید فرمایا) بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک جماعت کو چھوڑ کر باقی سب فرقے جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جنت میں جانے والی جماعت کون سی ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو بات میری اور اس کا مطلب میرے صحابہ سے لیں گے۔

2: معیارِ اسلام

جس طرح ایمان یعنی عقائد میں معیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اسی طرح اسلام یعنی اعمال میں بھی معیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔

دلیل نمبر 1:

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ﴾ [198]

ترجمہ: مہاجرین و انصار میں سب سے پہلے سبقت لے جانے والے اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی؛ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔

اس آیت مبارکہ میں ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ﴾ کے الفاظ ہیں۔ ”اتباع“ کا معنی ہے ”اعمال میں کسی کے نقش قدم پر چلنا“۔

دلیل نمبر 2:

امام ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ قَتَادَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُتَأَسِّيًّا فَلَيْتَ نَاسٍ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَبْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوبًا وَأَعَمَقَهَا عِلْمًا وَأَقْلَهَا تَكَلُّفًا

وَأَقْوَمَهَا هَدًى وَأَحْسَنَهَا حَالًا، قَوْمًا اخْتَارَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِقَامَةِ دِينِهِ، فَاعْرِفُوا آلَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوهُمْ فِي آثَارِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهَدْيِ الْمُسْتَقِيمِ. [199]

ترجمہ: امام قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص اقتداء کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرے۔ کیونکہ یہ حضرات امت میں سب سے پاکیزہ دل والے تھے، گہرے علم والے تھے، مزاج میں سب سے زیادہ بے تکلف تھے، دینی امور میں نہایت معتدل اور بہترین اخلاق والے تھے۔ یہ وہ جماعت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ تم ان کی قدر پہچانو اور ان کے آثار کی اتباع کرو کیونکہ یہی لوگ صراط مستقیم پر ہیں۔

اشکال نمبر 1:

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گناہوں کا صدور ہوا ہے۔ اگر وہ معیارِ حق ہیں تو کیا اس کا یہی معنی ہوگا کہ ہم بھی انہی گناہوں کا ارتکاب کریں؟

جواب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے کا معنی یہ ہے کہ جو نیک اعمال وہ کریں ہم بھی وہی کریں اور اگر ہم سے گناہ ہو جائے تو پھر دیکھیں کہ جب صحابی سے گناہ سرزد ہوا تھا تو جس طرح انہوں نے توبہ کی تھی ہم بھی اسی طرح توبہ کریں۔

اشکال نمبر 2:

قرآن کریم اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم معیارِ حق ہیں نہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ اس لیے کہ قرآن کریم ہر اعتبار سے محفوظ ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں۔ تو معیارِ حق یہی دو ہیں۔

جواب:

قرآن کریم اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق۔
 قرآن کریم اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہونا واضح ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے کا معنی یہ ہے کہ ہم قرآن کریم اسی کتاب کو کہیں گے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے ہمیں ملی ہے۔ اسی طرح حدیث رسول، سنت رسول اور سیرت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بھی اسے ہی کہیں گے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے ہمیں ملی ہو۔
 اس معنی کے اعتبار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
 وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ

فصل نہم

کفر کی اقسام	کفر کا لغوی و اصطلاحی معنی
شرائط تکفیر	فتویٰ تکفیر میں احتیاط
معرفت عرف	شرائط اہل افتاء
تاویل کا لغوی و اصطلاحی معنی	تکفیر کے اسباب
موانع کفر	تاویل کے اصول و اقسام

کفر کا بیان

کفر کا لغوی معنی:

علامہ محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین المناوی رحمہ اللہ (ت 1031ھ) لکھتے ہیں:

الْكُفْرُ: تَعْطِيَةُ مَا حَقَّهٗ الْإِظْهَارُ. [200]

ترجمہ: جس چیز کو ظاہر کرنا چاہیے اسے چھپالینا ”کفر“ کہلاتا ہے۔

کفر کا اصطلاحی معنی:

الْكُفْرُ هُوَ التَّكْذِيبُ بِمَا عَلِمَ مَجِيءُ النَّبِيِّ بِهِ ضَرُورَةً. [201]

ترجمہ: نبی اکرم (علیہ السلام) سے جو چیزیں بدیہی (ضروریات دین) طور پر ثابت ہیں ان کا انکار کرنا کفر کہلاتا ہے۔

کفر کی اقسام

کفر کی تیرہ اقسام ہیں:

۱: کفر انکار	۲: کفر نفاق	۳: کفر ارتداد	۴: کفر شرک
۵: کفر کتابی	۶: کفر دہری	۷: کفر معطلی	۸: کفر زندقہ
۹: کفر جحود	۱۰: کفر عناد	۱۱: کفر مفادی	

ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

[1]: کفر انکار

هُوَ عَدَمُ الْإِقْرَارِ بِالْإِسْلَامِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا.

[200] التعاریف: فصل الفاء

[201] التنقیحات

اسلام کو ظاہر اور باطناً ماننا۔

مثال: عامة الکفار کا کفر۔

[2]: کفر نفاق

هُوَ إِظْهَارُ الْإِسْلَامِ بِاللِّسَانِ مَعَ إِضْمَارِ الْإِنْكَارِ فِي الْقَلْبِ.

زبان سے اسلام کا اظہار کرنا مگر دل سے انکار کرنا۔

مثال: عبد اللہ بن ابی کا کفر۔

نفاق کا معنی:

نفاق کا معنی ہے کہ باطن میں کچھ اور ہو، اور ظاہر میں کچھ اور ہو۔

نفاق کی قسمیں:

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

۱: نفاق اعتقادی

اسلام کا اظہار کر کے کفر کو چھپانا۔

مثال: عبد اللہ بن ابی بن سلول۔

کفر کی یہ قسم انتہائی خطرناک ہے اور اس کا اخروی انجام سب سے برا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾^[202]

ترجمہ: بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تمہیں ان کا کوئی مددگار نہ ملے گا۔

۲: نفاق عملی

دل میں ایمان موجود ہو اور زبان سے اس کا اظہار بھی کیا جائے لیکن بعض کام ایسے کیے جائیں جو منافقین کی عادات ہیں جیسے دھوکہ دینا، نماز میں سستی کرنا، ریاکاری، جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا۔

فائدہ نمبر 1: قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں منافقین کی کئی علامات بتائی گئی ہیں:

(1): ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۖ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (۱۴۲) [203]

ترجمہ: منافقین اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو دھوکا دے رہے ہیں، حالانکہ درحقیقت اس نے انہیں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔ اور جب یہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے اور لوگوں کے دکھانے کو کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

(2): امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أُؤْتِيَ خَانَ." [204]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف کرے اور اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

(3): امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ

[203] سورة النساء: 142

[204] صحيح البخاری: رقم الحديث 33

فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَّعَاهَا؛ إِذَا أَوْثَمَنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ. " [205]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار خصلتیں جس کے اندر ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس کے اندر ان چار میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں اسی خصلت کے بقدر نفاق ہو گا۔ وہ خصلتیں یہ ہیں:

- 1: جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔
 - 2: جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔
 - 3: جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔
 - 4: جب بحث و تکرار کرے تو گالم گلوچ پر اتر آئے۔
- فائدہ نمبر 2: یہ اور ان جیسی دیگر احادیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان اپنی ذات میں غور کرے کہ خود کو ان علامات سے بچانے کی فکر کرے۔ اگر خدا نخواستہ اس میں یہ علامات پائی جاتی ہوں تو انہیں دور کرنے کی کوشش کرے۔ ان احادیث کا مطلب یہ نہیں کہ انسان جس شخص میں یہ علامات دیکھے تو اس پر نفاق کا فتویٰ لگائے۔
- فائدہ نمبر 3: کفر کی قسم ”نفاق اعتقادی“ ہے نہ کہ ”نفاق عملی“۔

[3]: کفر ارتداد

هُوَ الرُّجُوعُ عَنِ الْإِسْلَامِ بَعْدَ الدُّخُولِ فِيهِ بِإِلَاحْتِيَارٍ وَالرِّضَا.

اپنی مرضی اور رضامندی سے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جانا۔

مثال: عبد اللہ بن نواحہ کا کفر۔

فائدہ: مسیلمہ کذاب نے جب دعویٰ نبوت کیا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو قاصد بھیجے ان میں

سے ایک عبد اللہ بن نواحہ اور دوسرا؛ ثمامہ بن اثال تھا۔ سن 11 ہجری میں جب مسلمہ اور اس کے تبعین پر چڑھائی کی گئی تو مسلمہ اور اس کے کئی تبعین اس جنگ میں واصل جہنم ہوئے اور کئی تبعین بچ گئے۔ عبد اللہ بن نواحہ بھی انہی میں سے تھا جو بچ گئے۔ اس نے اسلام قبول کر لیا لیکن بعد میں مرتد ہو گیا اور اس ارتداد کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کروادیا۔

اس کے قتل کا واقعہ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم النیشابوری الشافعی رحمہ اللہ (ت 405ھ)

نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ! إِنَّ هَذَا قَوْمًا يَقْرَأُونَ مِنْ قِرَاءَةِ مُسَيْلَمَةَ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أَكُتَابُ غَيْرِ كِتَابِ اللَّهِ، أَوْ رَسُولُ غَيْرِ رَسُولِ اللَّهِ بَعْدَ فَشْوِ الْإِسْلَامِ؟ فَرَدَّهُ فَجَاءَ إِلَيْهِ بَعْدُ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ! وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ أَنَّهُمْ فِي الدَّارِ لَيَقْرَأُونَ عَلَى قِرَاءَةِ مُسَيْلَمَةَ، وَإِنَّ مَعَهُمْ لِمُصْحَفًا فِيهِ قِرَاءَةُ مُسَيْلَمَةَ، وَذَلِكَ فِي زَمَانِ عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لِقِرْطَظَةَ وَكَانَ صَاحِبَ حَيْلٍ: "انْطَلِقْ حَتَّى تُحِيطَ بِالدَّارِ فَتَأْخُذَ مَنْ فِيهَا، فَفَعَلَ فَأَتَاهُ بِمَنْائِينَ رَجُلًا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ: "وَيُحْكُمُ أَكُتَابُ غَيْرِ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى، أَوْ رَسُولُ غَيْرِ رَسُولِ اللَّهِ؟" فَقَالُوا: نَتُوبُ إِلَى اللَّهِ، فَإِنَّا قَدْ ظَلَمْنَا، فَتَرَكَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ لَمْ يُقَاتِلْهُمْ، وَسَيَّرَهُمْ إِلَى الشَّامِ، غَيْرَ رَئِيسِهِمُ ابْنِ النَّوَاحَةِ أَبِي أَنْ يَتُوبَ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لِقِرْطَظَةَ: "أَذْهَبْ فَأَضْرِبْ عُنُقَهُ، وَاطْرَحْ رَأْسَهُ فِي حَجَرٍ أَمٍّ، فَإِنِّي أَرَاهَا قَدْ عَلِمْتَ فَعَلَهُ فَفَعَلَ."

ثُمَّ أُنْشَأَ عَبْدُ اللَّهِ يُحَدِّثُ بِحَدِيثٍ، فَقَالَ: "إِنَّ هَذَا جَاءَ هُوَ وَابْنُ أَثَالٍ رَسُولَيْنِ مِنْ عِنْدِ مُسَيْلَمَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَشْهَدُ أَيْ رَسُولُ اللَّهِ؟" فَقَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلَمَةَ رَسُولُ اللَّهِ؟" فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْلَا إِنَّكَ رَسُولُ لَقَتَلْتُكَ." فَجَرَّتِ السُّنَّةُ يَوْمَئِذٍ أَنْ لَا يُقْتَلَ رَسُولٌ."

ترجمہ: قاسم بن عبد الرحمن بن عبد اللہ المسعودی اپنے والد عبد الرحمن بن عبد اللہ المسعودی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا: ابو عبد الرحمن! یہاں کچھ لوگ ہیں جو مسیلہ کی قرأت پڑھتے ہیں (یعنی قرآن کو چھوڑ کر مسیلہ کی کتاب پڑھتے ہیں) تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اسلام پھیل چکا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے علاوہ بھی کوئی کتاب ہے اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی علاوہ بھی کوئی رسول ہے؟ (کہ جس کی پیروی کی جائے) چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے (بہی بات کہہ کر ان لوگوں کی) تردید فرمادی۔ وہ شخص پھر آیا اور کہنے لگا: اے عبد اللہ! اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی پرودگار نہیں، یہ لوگ ایک گھر میں جمع ہیں اور مسیلہ کی قرأت پڑھتے ہیں اور ان کے پاس ایک مصحف ہے جس میں مسیلہ کی قرأت ہے۔ یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے کا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرظہ کو حکم فرمایا جو کہ گھڑ سوار تھا کہ جاؤ، اس مکان کا محاصرہ کرو اور جو افراد اُس میں موجود ہوں انہیں پکڑ لو۔ چنانچہ وہ گیا اور اسی افراد کو پکڑ کر لے آیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم لوگوں پر افسوس ہے، کیا اللہ کی کتاب کے علاوہ بھی کوئی کتاب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھی کوئی رسول ہے؟ (کہ جن کی اتباع کی جائے؟) ان سب نے عرض کی کہ ہم توبہ کرتے ہیں، واقعی ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سب کو چھوڑ دیا اور قتل نہ کیا بلکہ انہیں شام کی طرف روانہ کر دیا سوائے ان کے سربراہ عبد اللہ بن نواحہ کے کیوں کہ اس نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرظہ کو فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اور اس کی گردن اڑادو اور اس کے سر کو اس کی ماں کی گود میں ڈال دو کیونکہ مجھے علم ہے کہ اس کی ماں کو اس کے ان کرتوتوں کا پتا ہے۔ چنانچہ قرظہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان فرمانے لگے، فرمایا کہ

یہ (عبداللہ بن نواحہ) اور ابن اُثال مسلمانہ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نمائندے بن کر آئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا تھا کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ مسلمانہ اللہ کے رسول ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا تھا کہ ”اگر تو سفیر نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔“ اس وقت سے یہ طریقہ کار جاری ہوا کہ سفیر کو قتل نہیں کیا گیا۔

[4]: کفر شرک

هُوَ الْإِفْرَارُ بِاللَّهِ مَعَ إِشْرَاكَ غَيْرِهِ فِي ذَاتِهِ أَوْ صِفَاتِهِ الْخَاصَّةِ.
اللہ کو مان کر اس کی ذات یا مخصوص صفات میں کسی غیر کو شریک کرنا۔
مثال: مشرکین مکہ۔

[5]: کفر کتابی

هُوَ الْإِيْمَانُ بِكِتَابٍ سَابِقٍ مَعَ انْكَارِ الْقُرْآنِ بَعْدَ بَعْثَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
پہلی کسی آسمانی کتاب کو ماننے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد قرآن کریم کا انکار کرنا۔

مثال: یہود و نصاریٰ۔

[6]: کفر دہری

هُوَ الْقَوْلُ بِقَدَمِ الْعَالَمِ وَنَسْبَةِ الْحَوَادِثِ إِلَى الدَّهْرِ.
عالم کو قدیم مان کر حوادث کو زمانہ کی طرف منسوب کرنا۔
مثال: فرقہ دہریہ

[7]: کفر معطلی

هُوَ انْكَارُ وُجُودِ اللَّهِ تَعَالَى.

وجود باری تعالیٰ کا انکار کرنا۔

مثال: فرقہ معطلہ

[8]: کفر زندقہ

وَلَهُ صُورَتَانِ: اس کی دو صورتیں ہیں:

۱: دَعْوَى الْإِيمَانِ مَعَ الْإِنْكَارِ الصَّرِيحِ لَضُرُورِيٍّ مِنْ ضُرُورِيَّاتِ الدِّينِ.

کہ ایمان کا دعویٰ کر کے ضروریات دین کا صراحتاً انکار کرنا۔

مثال: دعویٰ اسلام کے ساتھ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انکار۔

۲: حَبْلُ النَّصِّ عَلَى تَأْوِيلٍ يُخَالِفُ الْعَقِيدَةَ الْمُتَوَاتِرَةَ لِلْأُمَّةِ.

کہ ایسی تاویل کرنا جو امت کے متواتر عقیدہ کے منافی ہو۔

مثال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مان کر ختم نبوت میں ظلی اور بُرُوزی کی تاویل کرنا۔

فائدہ: بُرُوزی کا معنی:

”بُرُوز“ (با اور را کے ضمہ کے ساتھ) کا معنی ہے کہ کسی ایک شخصیت کی جگہ کوئی دوسرا شخص ظاہر ہو

جائے۔ مرزائی لوگ مرزا قادیانی کو ”بروزی نبی“ مانتے ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ - معاذ اللہ - مرزا قادیانی؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر ظاہر ہوا ہے۔

[9]: کفر جحود

هُوَ اعْتِقَادُ حَقَائِقِ الْإِيمَانِ فِي الْقَلْبِ مَعَ عَدَمِ الْإِقْرَارِ بِاللِّسَانِ.

دل سے ایمان کی حقائق سمجھنا اور زبان سے اعتراف نہ کرنا۔

مثال: ابلیس۔

[10]: کفر عناد

هُوَ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ فِي الْقَلْبِ، وَالْإِقْرَارُ بِهِ بِاللِّسَانِ، مَعَ عَدَمِ الْقَبُولِ وَالِاسْتِسْلَامِ لَهُ.

دل سے حق سمجھنا، زبان سے اقرار بھی کرنا مگر اسے قبول نہ کرنا۔

مثال: ہر قتل بادشاہ کا کفر۔

[11]: کفر مفادی

هُوَ أَنْ يَصِفَ الرَّجُلُ نَفْسَهُ بِالْكَفْرِ كَلَامًا أَوْ كِتَابَةً مِنْ أَجْلِ مَنْفَعَةٍ دُنْيَوِيَّةٍ.
کسی دنیاوی مفاد کی غرض سے اپنے آپ کو کافر کہنا یا لکھنا۔

مثال: بعض لوگوں کا کسی کافر ملک کا ویزہ حاصل کرنے کے لیے ویزا فارم میں دین (Religion) کے خانے میں خود کو ”قادیانی“ یا کوئی اور غیر مسلم لکھوانا۔

فائدہ: اپنے آپ کو صراحتاً کسی کافر فرقہ یا اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی طرف منسوب کرنا موجب کفر ہے۔
تفصیل آگے آرہی ہے۔

سوال:

کفر مفادی (جس میں لوگ خود کو ”قادیانی“ یا کوئی اور غیر مسلم لکھ دیتے ہیں) اگر کفر ہے تو حالتِ اضطرار یا کسی دینی مصلحت کے پیشِ نظر کلمہ کفر کہنا بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ اس میں بھی انسان کلمہ کفر زبان سے کہتا ہے۔

جواب:

ایک ہے دفعِ مضرت (نقصان سے بچنے) کے لیے کلمہ کفر کہنا اور ایک ہے جلبِ منفعت (مفاد کے حصول) کے لیے کلمہ کفر کہنا۔ دونوں میں فرق ہے۔ اول؛ کفر نہ ہو گا جبکہ ثانی کفر ہو گا۔ نیز دفعِ مضرت کے لیے کلمہ کفر کہنے کی گنجائش اس وقت ہے جب وہ مضرت ایسی ہو جسے شریعت نے مضرت سمجھا ہو۔

فائدہ: حالتِ اضطرار یا کسی دینی مصلحت کی وجہ سے کلمہ کفر کہنا موجب کفر نہیں۔ اس کی تفصیل اور دلیل آگے آرہی ہے (بہ عنوان: موانع کفر، سبب نمبر 4 ”دینی ضرورت“)

فائدہ نمبر 1: کفر کی گیارہ اقسام کا ماخذ

کفر کی ان گیارہ (11) اقسام میں سے آٹھ اقسام کا تذکرہ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) نے جبکہ قسم نمبر نو (9) اور دس (10) کا اضافہ خاتم المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری

رحمہ اللہ (ت 1352ھ) نے کیا ہے۔ گیارہویں (11) قسم صراحت کے ساتھ کتب علم الکلام میں ہماری نظر سے نہیں گزری لیکن موجودہ دور میں چونکہ ایسا معاملہ پیش آتا رہتا ہے اس لیے بندہ نے ان اقسام میں اس قسم کا اضافہ کر دیا ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) لکھتے ہیں:

- [1]: قَدْ ظَهَرَ أَنَّ الْكَافِرَ اسْمٌ لِمَنْ لَا إِيمَانَ لَهُ
 - [2]: فَإِنْ أَظْهَرَ الْإِيمَانَ خُصَّ بِاسْمِ الْمُنَافِقِ
 - [3]: وَإِنْ طَرَأَ كُفْرُهُ بَعْدَ الْإِسْلَامِ خُصَّ بِاسْمِ الْمُتَدَلِّلِ لِرُجُوعِهِ عَنِ الْإِسْلَامِ
 - [4]: وَإِنْ قَالَ بِإِلَهَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ خُصَّ بِاسْمِ الْمُشْرِكِ لِثَبَاتِهِ الشَّرِيكَ فِي الْأُلُوهِيَّةِ
 - [5]: وَإِنْ كَانَ مُتَدَيِّنًا بِبَعْضِ الْأَدْيَانِ وَالْكَتُبِ الْمُنْسُوخَةِ خُصَّ بِاسْمِ الْكِتَابِيِّ كَالْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ
 - [6]: وَإِنْ كَانَ يَقُولُ بِقَدَمِ الدَّهْرِ وَإِسْنَادِ الْحَوَادِثِ إِلَيْهِ خُصَّ بِاسْمِ الدَّهْرِيِّ
 - [7]: وَإِنْ كَانَ لَا يُثَبِّتُ الْبَارِئُ تَعَالَى خُصَّ بِاسْمِ الْمُعْطَلِ
 - [8]: وَإِنْ كَانَ مَعَ اعْتِرَافِهِ بِنُبُوءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِظْهَارِهِ شَعَائِرَ الْإِسْلَامِ يَنْطِنُ عَقَائِدُ هِيَ كُفْرٌ بِالْإِتِّفَاقِ خُصَّ بِاسْمِ الزِّنْدِيقِ. [207]
- ترجمہ:

- [1]: یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو مومن نہ ہو اسے ”کافر“ کہتے ہیں۔
- [2]: اگر دل میں ایمان نہ ہو مگر ایمان کا دعویٰ کرے تو وہ ”منافق“ ہے۔
- [3]: اگر ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے تو اسے ”مرتد“ کہتے ہیں اس لیے کہ وہ اسلام سے پھر گیا ہے۔

[207] شرح المقاصد فی علم الکلام: ج 3 ص 460 المبحث السادس فی تعریف الکفر

[4]: اگر کوئی معبودوں کی عبادت کا قائل ہو تو اسے ”مشرک“ کہا جائے گا اس لیے کہ وہ الوہیت میں شرکت کا قائل ہے۔

[5]: اگر کوئی شخص پہلی آسمانی کتابوں میں سے کسی کتاب یا گزشتہ ادیان میں سے کسی دین کا پابند ہو جیسے یہود و نصاریٰ تو اسے ”کتابی“ کہا جاتا ہے۔

[6]: اگر کسی کا نظریہ ہو کہ عالم قدیم ہے اور وہ حوادث کو زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہو تو اسے ”دھریہ“ کہتے ہیں۔

[7]: اگر کوئی شخص وجود باری تعالیٰ کا قائل ہی نہ ہو تو اسے ”معطلی“ کہا جاتا ہے۔

[8]: اگر کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قائل ہو اور ظاہری طور پر اسلامی شعائر (نماز، روزہ وغیرہ) کا پابند ہو مگر دل میں ایسے نظریات رکھتا ہو جو بالاتفاق کفریہ ہیں تو اسے ”زندیق“ کہتے ہیں۔
خاتم الحدیث علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) لکھتے ہیں:

[9]: وَأَمَّا كُفْرُ الْجُحُودِ فَهُوَ أَنْ يَعْرِفَ الْحَقَّ بِقَلْبِهِ وَلَا يُقَرِّ بِلسَانِهِ كُفْرَ ابْلِيسَ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ﴾ يَعْنِي كُفْرَ الْجُحُودِ.

[10]: وَأَمَّا كُفْرُ الْمُعَانَدَةِ فَهُوَ أَنْ يَعْرِفَ بِقَلْبِهِ وَيُقَرِّ بِلسَانِهِ وَلَا يَقْبَلَ وَلَا يَتَدَيَّنَ بِهِ كُفْرَ أَبِي طَالِبٍ. [208]

ترجمہ:

[9]: کفر جحود دل سے حق کو پہچانتا ہو لیکن زبان سے اس کا اقرار نہ کرتا ہو جیسے ابلیس کا کفر اور یہود کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس وہ حق لے کر آئے جسے وہ پہچانتے تھے تو انہوں نے انکار کر دیا۔

[10]: کفر عناد دل سے بھی حق سمجھتا ہو زبان سے اقرار بھی کرتا ہو لیکن اسے قبول نہ کرے جیسے ابو طالب۔

کفر کی گیارہویں قسم ”کفر مفادی“ ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے:

[11]: وَأَمَّا كُفْرُ الْمَفَادِ فَهُوَ أَنْ يَصِفَ الرَّجُلُ نَفْسَهُ بِالْكَفْرِ كَلَامًا أَوْ كِتَابَةً مِنْ أَجْلِ مَصْلَحَةٍ دُنْيَوِيَّةٍ. [209]

ترجمہ: کسی شخص کا کسی دنیاوی مفاد کی غرض سے اپنے آپ کو کافر کہنا یا لکھنا۔

فائدہ نمبر 2:

کفر کی تمام اقسام اگرچہ آج موجود ہیں لیکن ہم کسی شخص کو کفر نفاق کی بنیاد پر منافق نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ کفر نفاق میں زبان سے اسلام کا اظہار اور دل میں کفر ہوتا ہے جسے معلوم کرنے کا واحد ذریعہ وحی الہی ہے اس لیے کفر نفاق دور نبوت کے ساتھ مختص ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (ت 1396ھ) لکھتے ہیں:

”کیا کفر و نفاق عہد نبوی کے ساتھ مخصوص تھا یا اب بھی موجود ہیں؟ اس معاملہ میں صحیح یہ ہے کہ منافق کے نفاق کو پہچاننا اور اس کو منافق قرار دینا دو طریقوں سے ہوتا تھا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بذریعہ وحی بتلادیا کہ فلاں شخص دل سے مسلمان نہیں منافق ہے دوسرے یہ کہ اس کے کسی قول و فعل سے کسی عقیدہ اسلام کے خلاف کوئی بات یا اسلام کی مخالفت کا کوئی عمل ظاہر اور ثابت ہو جائے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے بعد انقطاع وحی کے سبب ان کے پہچاننے کی پہلی صورت تو باقی نہ رہی مگر دوسری صورت اب بھی موجود ہے جس شخص کے کسی قول و فعل سے اسلامی قطعی عقائد کی مخالفت یا ان پر استہزاء یا تحریف ثابت ہو جائے مگر وہ اپنے ایمان و اسلام کا مدعی بنے تو وہ منافق سمجھا جائے گا ایسے منافق کا نام قرآن کریم کی اصطلاح میں ملحد ہے، ”إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا“ (سورۃ فصلت: 40) اور حدیث میں اس کو زندیق کے نام سے

موسوم کیا گیا ہے مگر چونکہ اس کا کفر دلیل سے ثابت اور واضح ہو گیا اس لیے اس کا حکم سب کفار جیسا ہو گیا الگ کوئی حکم اس کا نہیں ہے اسی لیے علماء امت نے فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد منافقین کا قضیہ ختم ہو گیا اب جو مومن نہیں وہ کافر کہلائے گا۔“ [210]

فائدہ نمبر 3:

اگر کوئی شخص خود کو کسی کافر فرقہ کی طرف منسوب کرے تو اس کو کافر ہی سمجھا جائے گا اگرچہ اسے اس کافر فرقہ کے عقائد کا علم نہ ہو جس طرح اگر کوئی شخص خود کو مسلمان کہے تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا اگرچہ اسے اسلامی عقائد کا علم نہ ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

مُسْلِمٌ قَالَ: "أَنَا مُلْحِدٌ" يَكْفُرُ، وَكَوَقَالَ: "مَا عَلِمْتُ أَنَّهُ كُفْرٌ" لَا يُعْذَرُ بِهَذَا رَجُلٌ. [211]

ترجمہ: کوئی مسلمان یہ کہے کہ ”میں ملحد ہوں“ تو ایسا کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر وہ یہ کہے کہ ”مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ خود کو ملحد کہنا کفر ہے“ تب بھی اس کا یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

[210] تفسیر معارف القرآن: ج 1 ص 126 تفسیر سورۃ البقرۃ آیت 8

[211] فتاویٰ عالمگیری: ج 2 ص 279 کتاب السیر

فتویٰ تکفیر میں احتیاط

کسی کے بارے میں کفر کا فتویٰ دینا ایک نازک مرحلہ ہے جس میں اعتدال کی بے حد ضرورت ہے۔ اس

لیے کہ کسی پر کفر کا فتویٰ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ

- (1) اسے سلام کرنا جائز نہیں۔
- (2) اس سے قلبی تعلق رکھنا جائز نہیں۔
- (3) اس سے کسی مسلمان کا نکاح کرنا جائز نہیں۔
- (4) اگر اس کا نکاح پہلے سے کسی مسلمان سے ہوا ہو تو وہ نکاح باطل ہے۔
- (5) اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔
- (6) اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔
- (7) اس کے لیے استغفار جائز نہیں۔
- (8) اس کے لیے استشفاع جائز نہیں۔
- (9) اس کے لیے ایصالِ ثواب جائز نہیں۔
- (10) اس کو وراثت میں حصہ دینا اور اس کی وراثت سے حصہ لینا جائز نہیں۔

قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی رحمہ اللہ (ت 544ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ إِذْ خَالَ كَافِرٌ فِي الْمِلَّةِ أَوْ أَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْهَا عَظِيمٌ فِي الدِّينِ.^[212]

ترجمہ: کسی کافر کو ملت (اسلام) میں داخل سمجھنا یا کسی مسلمان کو ملت سے خارج قرار دینا بہت نازک مسئلہ ہے۔

[212] الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: ج 2 ص 167 فصل في تحقيق القول في إكفار المتأولين

شرائط تکفیر

- کسی شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دینا ایک نازک اور اہم ترین مرحلہ ہے اور یہ افتاء کا ایک اہم جز ہے۔ اس لیے فتویٰ کفر دینے میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ فتویٰ کفر دینے میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:
- (1) فتویٰ دینے والا شخص اہل افتاء میں سے ہو۔
 - (2) فتویٰ دینے والا شخص عرف سے واقف ہو۔
 - (3) جس شخص کے بارے میں فتویٰ کفر دیا جا رہا ہے اس میں اسباب کفر میں سے کوئی سبب موجود ہو۔
 - (4) جس شخص کے بارے میں فتویٰ کفر دیا جا رہا ہے اس میں موانع کفر موجود نہ ہوں۔^[213]

شبہ نمبر 1:

اگر کوئی شخص مفتی نہ ہو تو کیا وہ کسی کافر کو کافر نہ کہے؟

جواب:

جو مفتی نہ ہو وہ کفر کا فتویٰ خود نہ لگائے البتہ کسی مفتی کے فتویٰ کفر لگانے کے بعد وہ کسی کو کافر کہے۔

شبہ نمبر 2:

اگر کوئی شخص ضروریات دین مثلاً توحید، رسالت، قیامت کا انکار کرتا ہو تو کیا اس کو بھی عام شخص کافر نہ کہے اور اس کو کافر کہنے کے لیے مفتی کے فتویٰ کا انتظار کرے؟

جواب:

یہ جو ہم نے کہا کہ کسی کے بارے میں فتویٰ کفر دینے کے لیے آدمی کا ”مفتی“ ہونا ضروری ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کفر واضح نہ ہو اور اس کے کفر میں کوئی شبہ موجود ہو کہ ممکن ہے کہ اس میں ایمان کا کوئی

احتمال موجود ہو تو ایسے شخص پر فتویٰ کفر صادر کرنے کے لیے ”مفتی“ ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اس کی تحقیق و تفتیش کرے۔ باقی جو شخص ضروریات دین کا انکار کرتا ہو جیسے وجود باری تعالیٰ کا انکار، نبوت کا انکار یا قیامت کا انکار کرتا ہو تو اس کے کفر میں کوئی شبہ ہی نہیں، ایسے شخص کا کفر چونکہ بالکل واضح ہے اس لیے اسے کافر کہنے کے لیے کسی مفتی کے فتویٰ کی حاجت نہیں۔^[214]

شرائط اہل افتاء

امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ) نے مفتی کی یہ شرائط بیان کی ہیں:

1. كَوْنُهُ مُكَلَّفًا: عاقل و بالغ ہو، (شریعت کے احکام کا مکلف ہو، نابالغ اور مجنون نہ ہو)۔
2. مُسْلِمًا: مسلمان ہو۔
3. ثِقَّةً: اپنے فن میں پختہ ہو۔
4. مَأْمُونًا: با اعتماد ہو۔
5. مُتَنَزِّهًا عَنْ أَسْبَابِ الْفُسْقِ: اسباب فسق سے بچنے والا ہو۔
6. وَخَوَارِمِ الْمُرُوءَةِ: خلاف مروت امور سے بچنے والا ہو۔
7. فَقِيهَ النَّفْسِ: فقہی ذوق کا حامل ہو۔
8. سَلِيمَ الذِّهْنِ: ذکاوت و فطانت والا ہو۔
9. رَصِينَ الْفِكْرِ: پختہ رائے والا ہو۔
10. صَحِيحَ التَّصَرُّفِ وَالْإِسْتِنْبَاطِ: اصول و قواعد کو فروعات پر منطبق کرنے اور دلائل کی تہہ میں چھپے

[214] شبہات کے جوابات از محمد الیاس گھمن

مسائل نکالنے کا درست ملکہ رکھنے والا ہو۔

11. مُتَيَقِّظًا: بیدار مغز ہو۔^[215]

فائدہ:

یہ اہل افتاء کی شرائط تھیں البتہ آزاد ہونا، مرد ہونا، بیٹا ہونا، بولنے اور لکھنے پر قادر ہونا شرط نہیں بلکہ غلام، عورت، نابینا اور اشارہ سے بتا سکنے پر قادر ہونے والے افراد میں بھی اگر مذکورہ شرائط پائی جاتی ہوں تو وہ بھی فتویٰ دے سکتے ہیں۔

علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ) لکھتے ہیں:

سَوَاءٌ فِيهِ الْحُرُّ وَالْعَبْدُ وَالْمَرْأَةُ وَالْأَعْلَى وَالْأَخْرَسُ إِذَا كَتَبَ أَوْ فَهِمَتْ إِشَارَتَهُ.^[216]

ترجمہ: فتویٰ دینے میں آزاد، غلام، عورت، نابینا، گونگا جب کہ وہ لکھ کر یا اشارے سے فتویٰ دے اور اس کا اشارہ سمجھ آ سکتا ہو، سب برابر ہیں۔

معرفتِ عرف

کفر کا فتویٰ دینے والے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عرف، سوسائٹی اور معاشرہ کو جانتا ہو۔ بسا اوقات کوئی جملہ شریعت کی نظر میں بہت خطرناک ہوتا ہے لیکن عرف اور ماحول میں وہ لفظ کسی اور مقصد کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس جملہ بولنے والے کو گمراہ نہیں کہیں گے کیونکہ عرف کی وجہ سے احکام بدل جاتے ہیں۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز بن احمد ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) لکھتے ہیں:

فَكثِيرٌ مِنَ الْأَحْكَامِ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ لِتَغْيِيرِ عُرْفِ أَهْلِهِ.^[217]

[215] مقدمة المجموع شرح المہذب: ج 1 ص 469

[216] مقدمة المجموع شرح المہذب: ج 1 ص 469

[217] مجموعة رسائل ابن عابدین: ج 2 ص 125 رسالۃ نشر العرف فی بناء بعض الأحكام علی العرف

ترجمہ: بہت سے احکام زمانے کی تبدیلی کے باعث تبدیل ہو جاتے ہیں کیونکہ اہل زمانہ کے عرف (درواج) بدل جاتے ہیں۔

مثال: غیر نبی بچے کو معصوم کہنا

ہمارا عقیدہ ہے کہ انسانوں میں انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں۔

امام اعظم امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

وَالْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كُلُّهُمْ مُنْزَهُونَ عَنِ الصَّغَائِرِ وَالْكِبَائِرِ وَالْكَفْرِ وَالْقَبَائِحِ. [218]

ترجمہ: سارے انبیاء علیہم السلام صغیرہ، کبیرہ گناہوں اور کفر اور بے ہودہ کاموں سے پاک ہوتے ہیں۔

اگر کوئی انسانوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کو معصوم مانے اور غیر نبی کو نبی کے برابر درجہ دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے لیکن ہمارے عرف میں چھوٹے بچوں کو معصوم کہہ دیا جاتا ہے۔ چونکہ کہنے والے اس کا شرعی معنیٰ مراد نہیں لیتے بلکہ عرفی معنیٰ (سادہ، بھولا بھالا، نا سمجھ) مراد لیتے ہیں اس لیے بچوں کو معصوم کہنے والے کافر نہیں ہوتے۔

فائدہ:

نبی کو معصوم ماننے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی سے گناہ ہونے نہیں دیتے۔ جہاں تک ہمارے عرف میں چھوٹے بچے کو معصوم کہنے کا تعلق ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ بچہ ہے، اگر یہ بچہ کوئی گناہ کر بھی لے تو نابالغ ہونے کی وجہ سے اس کے گناہوں کو لکھا نہیں جاتا۔

تکفیر کے اسباب

چند ایسے اسباب ہیں جن کی وجہ سے بندہ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔

1: انکار

2: استحلّال

3: استخفاف

4: استہزاء

5: تاویل باطل

ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

1: انکار

هُوَ الْجُحُودُ صَرَّاحَةً لِّشَيْءٍ مِنْ ضَرُورِيَّاتِ الدِّينِ.^[219]

ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا صراحتاً انکار کرنا۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) لکھتے ہیں:

وَرَدُّ النُّصُوصِ بِأَنْ يُنْكِرَ الْأَحْكَامَ الَّتِي دَلَّتْ عَلَيْهَا النُّصُوصُ الْقَطْعِيَّةُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

كَحَشْرِ الْأَجْسَادِ مَثَلًا كُفْرًا.^[220]

ترجمہ: نصوص کو اس طرح نظر انداز کرنا کہ جن احکام کے بارے نصوص قطعیہ موجود ہیں ان احکام کا انکار کر دیا جائے تو یہ کفر ہے جیسے قیامت کے دن جسموں کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنا۔

[219] التنقيحات

[220] شرح العقائد النسفية: ص 388

2: استحلال

هُوَ الْحُكْمُ بِحِلِّيَّةِ مَا جَعَلَتْهُ الشَّرِيعَةُ مُحَرَّمًا. [221]

جن امور کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے ان کو حلال سمجھنا۔

اس کے لیے دو شرطیں ہیں:

(1) حلال سمجھنے والے کو معلوم ہو کہ یہ چیز حرام ہے۔

(2) اس چیز کی حرمت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) لکھتے ہیں:

وَالِإِسْتِحْلَالُ كُفْرٌ لِمَا فِيهِ مِنَ التَّكْذِيبِ الْمُنَافِي لِلتَّصْدِيقِ. [222]

ترجمہ: گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے کیونکہ یہ تصدیق کے منافی اور تکذیب کی نشانی ہے۔

3: استخفاف

هُوَ جَعْلُ الْعَظِيمِ حَقِيرًا، وَعَدُّ غَيْرِ الْمُعْتَادِ عَادِيًّا. [223]

کسی غیر معمولی چیز کو معمولی سمجھنا اور عظیم چیز کو حقیر سمجھنا۔

اس کی دو صورتیں ہیں:

(1) جن چیزوں کو شریعتِ مطہرہ نے عزت و احترام بخشا ہے ان کی توہین و تذلیل کرنا۔

مثال: اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا، قرآن کریم کی توہین کرنا۔

(2) شریعت کی حرام کردہ چیزوں کی حرمت کو معمولی سمجھنا اور وعیدوں کو اہمیت نہ دینا۔

[221] التنقيحات

[222] شرح العقائد النسفية: ص 289

[223] التنقيحات

مثال: زنا کی حرمت کو ہلکا سمجھنا، سود کی حرمت کو معمولی سمجھنا۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) لکھتے ہیں:

إِذَا كَانَ بِطَرِيقِ الْإِسْتِحْلَالِ وَالْإِسْتِخْفَافِ كَانَ كُفْرًا لِكُونِهِ عَلَامَةً لِلتَّكْذِيبِ.^[224]

ترجمہ: کسی حرام کو حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کرنا یا شریعت کی حرام کردہ چیزوں کی حرمت کو معمولی سمجھنا (یعنی وعیدوں کو اہمیت نہ دینا) کفر ہے کیونکہ یہ تکذیب کی علامت ہے۔

4: استہزاء

هُوَ اتِّخَاذُ أَحْكَامِ الشَّرْعِ هُزُوءًا وَلَعِبًا.^[225]

شرعی احکام کا مذاق اڑانا۔

مثال: ڈاڑھی کا مذاق اڑانا۔

امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی رحمہ اللہ (ت 370ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الْإِسْتِهْزَاءَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَبِشَيْءٍ مِنْ شَرَائِعِ دِينِهِ كُفْرٌ.^[226]

ترجمہ: آیات اللہ کا اور دین کے امور شرعیہ (عقائد و احکام) میں سے کسی ایک امر کا استہزاء کفر ہے۔

فائدہ: کسی سے دل لگی کرنے کے لیے تین لفظ استعمال ہوتے ہیں۔

(1) مزاح:

هُوَ مَلَاظَفَةٌ مَقْصُودُهَا الْإِيْنَسُ وَالتَّسْرِيفُ، دُونَ أَنْ تَتَضَمَّنَ اسْتِهْزَاءً أَوْ تَحْقِيرًا.^[227]

[224] شرح العقائد النسفية: ص 277

[225] التنقيحات

[226] احکام القرآن للجصاص: تفسیر سورة التوبة آیت 65، 66

[227] التنقيحات

یہ ایسی دل آویز نرمی ہے جس کا مقصد اُنس (وسکون) اور خوشی دینا ہو، بغیر اس کے کہ اس میں اہانت یا تحقیر شامل ہو۔

حکم: یہ جائز بلکہ بسا اوقات مستحب ہے۔

مثال: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنِّي حَامِلُكَ عَلَى وَلَدٍ نَاقَةٍ" فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللَّهِ: مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَهَلْ تَلِدُ إِلَّا بِلَ إِلَّا التُّوْقُ." [228]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لیے جانور طلب کیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت! میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑا اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

(2) مذاق:

هُوَ مُبَازَحَةٌ لَا يَقْصَدُ بِهَا التَّحْقِيرُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ يُشْعَرُ مِنْهَا بِالتَّحْقِيرِ. [229]

ایسی دل لگی جس میں تحقیر مقصود نہ ہو، لیکن کبھی اس سے تحقیر کا احساس پیدا ہو جائے۔

حکم: یہ مکروہ و ناپسندیدہ ہے، اس سے اجتناب بہتر ہے۔

مثال: کسی کے بھاگنے یا چلنے کے انداز کو خوش طبعی سے نقل کرنا، نیت محض مزاح ہو، لیکن دوسرے کو اس میں تحقیر کا پہلو نظر آجائے۔

[228] شامل الترمذی: بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مَزَاحِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[229] التنقيحات

(3) استہزاء:

[230] هُوَ مُبَارَكَةٌ يُقْصَدُ بِهَا تَحْقِيقُ الْآخِرِ وَتَذْلِيلُهُ.

ایسی دل لگی جس سے مقصود دوسرے کی تحقیر و تذلیل ہو۔

حکم: یہ ناجائز ہے۔

مثال: کسی اپاج شخص کو لنگڑا کہنا یا ہاتھ پاؤں کے اشارے سے اس کی نقل اتارنا۔

5: تاویل باطل

هُوَ صَرَفُ النَّصِّ أَوْ الْعَقِيدَةِ الْقَطْعِيَّةِ عَنْ ظَاهِرِهَا إِلَى مَا يُنَاقِضُ نَصًّا قَطْعِيًّا أَوْ إِجْمَاعًا ثَابِتًا.

[231]

کسی نص یا قطعی عقیدہ میں ایسی تاویل کرنا جو دیگر نصوص قطعیہ یا اجماعی عقیدہ کے خلاف ہو۔

شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ (ت 1176ھ) لکھتے ہیں:

وَتَأْوِيلُ يُصَادَرُ مَا ثَبَتَ بِقَاطِعٍ فَذَلِكَ الزُّنْدَقَةُ. [232]

ترجمہ: ایسی تاویل جو کسی ایسے عقیدے یا مسئلے کے خلاف ہو جو دلیل قطعی سے ثابت ہے ایسی تاویل زندقہ و کفر

ہے۔

مثال: مرزا غلام احمد قادیانی نے ”خاتم النبیین“ کا خود تراشیدہ معنی کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اور اس کی امت کے لیے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہو گا اور بجز اس کے کوئی نبی

صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے اور اس

[230] التنقيحات

[231] التنقيحات

[232] المسوّی شرح الموطا: ج 2 ص 130

کی ہمت اور ہمدردی نے امت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصول معرفت کی اصل جڑ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لیے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص امتی نہ ہو اس پر وحی الہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پاسکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے۔“ [233]

التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّكِيَّاتُ لِلَّهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، أَلَسَّالَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، أَلَسَّالَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ

تاویل

عقائد کے بارے میں تاویل کو کافی اہمیت حاصل ہے اس لیے اس بارے چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں۔

تاویل کا لغوی معنی:

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ (ت 816ھ) لکھتے ہیں:

التَّأْوِيلُ فِي الْأَصْلِ: التَّرْجِيْعُ. [234]

ترجمہ: تاویل کا اصلی اور لغوی معنی ہے لوٹانا۔

تاویل کا اصطلاحی معنی:

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ (ت 631ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ حَمْلُ اللَّفْظِ عَلَى غَيْرِ مَذْلُوْلِهِ الظَّاهِرِ مِنْهُ مَعَ احْتِمَالِهِ لَهُ. [235]

ترجمہ: تاویل کہتے ہیں لفظ کا ظاہری معنی چھوڑ کر کوئی اور معنی مراد لینا بشرطیکہ لفظ اس معنی کا احتمال رکھتا ہو۔

تاویل کی قسمیں:

تاویل کی دو قسمیں ہیں:

1: التاویل الصحیح 2: التاویل الباطل

تفصیل یہ ہے:

[1]: التاویل الصحیح

هُوَ حَمْلُ النَّصِّ عَلَى مَعْنَى لَا يُخَالِفُ نَصُوصًا أُخْرَى وَلَا إِجْمَاعًا لِلْأُمَّةِ، مَعَ كَوْنِ النَّصِّ

[234] التعريفات: باب التاء

[235] الأحكام في أصول الأحكام: ج 3 ص 50

مُحْتَمِلًا لِذَلِكَ الْمَعْنَى، فَهُوَ تَأْوِيلٌ جَائِزٌ مَقْبُولٌ^[236].

کسی نص کا ایسا معنی مراد لینا جو دیگر نصوص اور اجماع امت کے خلاف بھی نہ ہو اور نص میں اس معنی کا احتمال بھی ہو یہ تاویل جائز اور مقبول ہے۔

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ (ت 631ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا التَّأْوِيلُ الْمَقْبُولُ الصَّحِيحُ فَهُوَ حَمْلُ اللَّفْظِ عَلَى غَيْرِ مَذْلُومِهِ الظَّاهِرِ مِنْهُ مَعَ احْتِمَالِهِ لَهُ بِدَلِيلٍ يَعْضُدُّ^[237].

ترجمہ: جائز اور مقبول تاویل وہ ہے جس میں لفظ کا ظاہری معنی چھوڑ کر دوسرا ایسا معنی مراد لیا جائے جس کا یہ لفظ احتمال بھی رکھتا ہو اور اس معنی کی تائید میں کوئی دلیل بھی موجود ہو۔

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ (ت 816ھ) جائز تاویل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صَرَفُ اللَّفْظِ عَنْ مَعْنَاهُ الظَّاهِرِ إِلَى مَعْنَى يَحْتَمِلُهُ إِذَا كَانَ الْمُحْتَمَلُ الَّذِي يَرَاهُ مُوَافِقًا لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ^[238].

ترجمہ: لفظ کا ظاہری معنی و مفہوم مراد لینے کی بجائے ایسا معنی مراد لینا جس کا یہ لفظ احتمال بھی رکھتا ہو جب دوسرا محتمل معنی قرآن و سنت کے موافق ہو۔

مثال:

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ (ت 816ھ) لکھتے ہیں:

مِثْلُ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ إِنَّ أَرَادَ بِهِ إِخْرَاجَ الطَّيْرِ مِنَ الْبَيْضَةِ كَانَ

[236] التنقيحات

[237] الأحكام في أصول الأحكام: ج 3 ص 59

[238] التعريفات: باب التاء

تَفْسِيرًا وَإِنْ أَرَادَ بِهِ إِخْرَاجَ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْكَافِرِ أَوْ الْعَالِمِ مِنَ الْجَاهِلِ كَانَ تَأْوِيلًا. [239]

ترجمہ: جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ کہ اللہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے کا معنی یہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ پرندے کو انڈے سے نکالتا ہے تو یہ اس آیت کی تفسیر کہلائے گی اور اگر معنی یہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو کافر سے یا عالم کو جاہل سے پیدا کرتا ہے تو یہ تاویل کہلائے گی۔

[2]: التاویل الباطل

هُوَ حَمْلُ النَّصِّ عَلَى مَعْنَى يُخَالِفُ النَّصُّ الْقُطْعِيَّةَ، مَعَ عَدَمِ احْتِمَالِ النَّصِّ لِذَلِكَ الْمَعْنَى، فَهُوَ تَأْوِيلٌ بَاطِلٌ غَيْرُ جَائِزٍ. [240]

نص کا ایسا معنی مراد لینا جو دیگر نصوص قطعیہ کے خلاف ہو اور نص اس معنی کا احتمال بھی نہ رکھتی ہو یہ تاویل باطل اور ناجائز ہے۔

شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ (ت 1176ھ) لکھتے ہیں:

وَتَأْوِيلٌ يُصَادَرُ مَا ثَبَتَ بِقَاطِعٍ فَذَلِكَ الزُّنْدَقَةُ. [241]

ترجمہ: ایسی تاویل جو کسی ایسے عقیدے یا مسئلے کے خلاف ہو جو دلیل قطعی سے ثابت ہے ایسی تاویل زندقہ ہے۔

فائدہ: دلائل قطعیہ

دلائل قطعیہ تین ہیں:

1: قرآن کریم کی غیر مؤول آیات

2: احادیث متواترہ

[239] التعریفات: باب التاء

[240] التنقیحات

[241] المسویٰ شرح الموطا: ج 2 ص 130

3: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قولی اجماع

مثال:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (ت 1176ھ) اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَكِنْ مَعْنَى هَذَا الْكَلَامِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ أَنْ يُسَمَّى بَعْدَهُ أَحَدٌ بِالنَّبِيِّ. [242]

ترجمہ: کوئی شخص یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نام ”نبی“ نہیں رکھ سکتے (تو یہ شخص زندیق ہے)

فائدہ: ”تاویل باطل“ کو تاویل کہنے کا مطلب

”تاویل باطل“ کو تاویل کہنا ایسے ہی ہے جیسے من گھڑت بات کو ”حدیث موضوع“ کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ موضوع بات ”حدیث“ نہیں ہوتی لیکن اس پر حدیث کا لفظ اس لیے بول دیا جاتا ہے کیونکہ اسے گھڑ کر پیش کرنے والا اسے ”حدیث“ کہہ کر پیش کرتا ہے تو ”حدیث موضوع“ کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شخص نے جو بات حدیث کے نام پر پیش کی ہے یہ بناوٹی اور گھڑی ہوئی بات ہے۔ بالکل اسی طرح کسی نص کا غلط مفہوم و مطلب بیان کرنے والا شخص اپنی اس توجیہ کو ”تاویل“ کا نام دے کر پیش کرتا ہے اس لیے اس کا رد کرنے کے لیے ”تاویل باطل“ کا لفظ کہہ دیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شخص نے جو توجیہ ”تاویل“ کے نام پر پیش کی ہے یہ باطل اور غلط توجیہ ہے۔

تاویل کے اصول و اقسام:

اس کی تین صورتیں ہیں:

1: بعض مقامات پر تاویل واجب ہے

اس کی دو صورتیں ہیں:

۱: لغوی اور ظاہری معنیٰ مراد لینا متعذر ہو

۲: ظاہری معنیٰ کے خلاف دلیل یقینی موجود ہو

2: بعض مقامات میں تاویل جائز ہے۔

پھر اس کی دو شرائط ہیں:

۱: لفظ میں تاویل کا احتمال ہو

۲: مؤول؛ تاویل اہل بھی ہو

3: بعض مقامات میں تاویل باطل ہے۔

تفصیل درج ذیل ہے:

1: بعض مقامات پر تاویل واجب ہے

اس کی درج ذیل دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: لغوی اور ظاہری معنیٰ مراد لینا متعذر ہو

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّمَا يَجِبُ التَّأْوِيلُ عِنْدَ تَعَذُّرِ الظَّاهِرِ. [243]

ترجمہ: ظاہری معنیٰ لینا متعذر ہونے کی صورت میں نصوص کی تاویل کرنا واجب ہے۔

مثال:

﴿وَأَمِنتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ﴾ (۱۶) [244]

[243] شرح المقاصد فی علم الکلام: ج 3 ص 1347 المبحث الثانی: اختلف الناس فی المعاد

[244] سورة الملك: 16

ترجمہ: کیا تم کو اس ذات کا خوف نہیں رہا جس کی سلطنت آسمان میں ہے، کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور اس وقت زمین ہلنے لگے۔

اس آیت کا ظاہری معنی مراد لینا ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے آسمان میں ہے کیونکہ آسمان؛ عرش سے بہت چھوٹا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو آسمان میں مانا جائے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ عرش سے بھی چھوٹے ہوں حالانکہ دلائل قطعیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں۔

امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی الشافعی رحمہ اللہ (ت 606ھ) فرماتے ہیں:

وَأَعْلَمُ! أَنَّ الْمُسْتَبْهَةَ احْتَجُّوا عَلَى إِثْبَاتِ الْمَكَانِ لِلَّهِ تَعَالَى بِقَوْلِهِ: ﴿ءَأَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ﴾، وَالْجَوَابُ عَنْهُ: أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ لَا يُمَكِّنُ إِجْرَاؤَهَا عَلَى ظَاهِرِهَا بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، لِأَنَّ كَوْنَهُ فِي السَّمَاءِ يَفْتَضِي كَوْنَ السَّمَاءِ مُحِيطًا بِهِ مِنْ جَمِيعِ الْجَوَانِبِ، فَيَكُونُ أَصْغَرُ مِنَ السَّمَاءِ، وَالسَّمَاءُ أَصْغَرُ مِنَ الْعَرْشِ بِكَثِيرٍ، فَيَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ تَعَالَى شَيْئًا حَقِيرًا بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْعَرْشِ، وَذَلِكَ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ مُحَالٌ، وَلِأَنَّهُ تَعَالَى قَالَ: ﴿قُلْ لِّمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ قُلُّ لِلَّهِ﴾ فَلَوْ كَانَ اللَّهُ فِي السَّمَاءِ لَوَجَبَ أَنْ يَكُونَ مَالِكًا لِنَفْسِهِ وَهَذَا مُحَالٌ، فَعَلَيْنَا أَنْ هَذِهِ الْآيَةُ يَجِبُ صَرْفُهَا عَنْ ظَاهِرِهَا إِلَى التَّأْوِيلِ. [245]

ترجمہ: یہ بات جان لیجئے کہ فرقہ مشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کو ثابت کرنے کے لیے اس آیت ﴿ءَأَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ﴾ کہ ”کیا تمہیں اس ذات کا خوف نہیں رہا جو آسمانوں میں ہے“ سے استدلال کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کا ظاہری معنی ہرگز مراد نہیں کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو آسمان میں مانیں تو ماننا پڑے گا کہ آسمان اللہ تعالیٰ کو محیط ہو۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ آسمان سے چھوٹے قرار پائیں گے حالانکہ آسمان تو عرش سے بہت چھوٹا ہے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ عرش کی نسبت بہت چھوٹا ہو حالانکہ اس بات کے محال اور

[245] التفسیر الکبیر للرازی: ج 30 ص 61 سورة الملك، رقم الآية 16 "ءَأَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ"

ناممکن ہونے پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر فرمایا ہے: ﴿قُلْ لِّمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلُّ لِلّٰهِ﴾ کہ ”آپ پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ اس کا جواب بھی خود فرمادیں کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے“ تو اگر اللہ تعالیٰ کو آسمان میں مان لیا جائے تو اس سے یہ بات لازم ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کا مالک ہو اور یہ بات محال اور ناممکن ہے۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک ہیں، مملوک نہیں) اس سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اس آیت کا ظاہری معنی ہرگز مراد نہیں بلکہ اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔

فائدہ:

”أَنْ يَكُوْنَ مَالِكًا لِّنَفْسِهِ“ کی صورت یہ بنے گی کہ کوئی ذات بیک وقت اپنی ہی مالک بھی ہو اور اپنی ہی مملوک بھی، اور یہ امر محال و ناممکن ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم:

اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور سلطنت آسمان میں بھی ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین الرازی الشافعی رحمہ اللہ (ت 606ھ) اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَنْ فِي السَّمَاءِ سُلْطَانُهُ وَمُلْكُهُ وَقُدْرَتُهُ، وَالْعَرْضُ مِنْ ذِكْرِ السَّمَاءِ تَفْخِيمُ سُلْطَانِ اللَّهِ وَتَعْظِيمُ قُدْرَتِهِ. [246]

ترجمہ: اس سے مراد وہ ذات ہے جس کی بادشاہت، سلطنت اور قدرت آسمان میں ہے۔ آسمان کا تذکرہ کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور اس کی قدرت کی بڑائی کو بیان کرنے کے لیے ہے۔

دوسری صورت: ظاہری معنی کے خلاف دلیل یقینی موجود ہو

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

[246] التفسیر الکبیر للرازی: ج 30 ص 62 سورة الملك، رقم الآية 16 "أَمْ تَنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ"

(وَالنُّصُوصُ) مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ (تُحْمَلُ عَلَى ظَوَاهِرِهَا) مَا لَمْ يُصَرِّفْ عَنْهَا دَلِيلٌ قَطْعِيٌّ كَمَا فِي الْآيَاتِ الَّتِي تُشْعِرُ بِظَوَاهِرِهَا بِالْجِهَةِ وَالْجَسْبِيَّةِ. [247]

ترجمہ: کتاب و سنت کے نصوص کا ظاہری معنیٰ مراد لیا جائے گا جب تک کوئی ایسی دلیل قطعی موجود نہ ہو جو اس کے ظاہری معنیٰ چھوڑنے کا سبب بنے جیسے وہ آیات جن سے بظاہر اللہ تعالیٰ کے لیے خاص جہت اور جسم ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ:

ظاہری معنیٰ سے عدول کا سبب بننے والی دلیل تین قسم کی ہو سکتی ہے:

- 1: نص
- 2: اجماع
- 3: عقلی قطعی

مولانا عبد العزیز پرباڑوی رحمہ اللہ (ت 1239ھ) لکھتے ہیں:

(تُحْمَلُ عَلَى ظَوَاهِرِهَا) أَيْ عَلَى الْمَعَانِي الظَّاهِرَةِ بِحَسَبِ الْوَضْعِ اللَّغَوِيِّ الشَّائِعِ فِي الْعَرَبِ وَالْوَضْعِ الشَّرْعِيِّ الْمَشْهُورِ فِي أَهْلِ الْإِسْلَامِ (مَا لَمْ يُصَرِّفْ عَنْهَا) أَيْ عَنِ الظَّوَاهِرِ (دَلِيلٌ قَطْعِيٌّ) مِنْ بُرْهَانٍ عَقْلِيٍّ أَوْ اِجْمَاعٍ أَوْ نَصٍّ قَاطِعٍ. [248]

ترجمہ: (قرآن و سنت کی) نصوص کا ظاہری معانی مراد لیا جائے گا اور ظاہری معنیٰ سے مراد وہ معنیٰ ہے جو لغت کے اعتبار سے عرب میں معروف ہے اور وہ معنیٰ ہے جو اصطلاح شرعی کے اعتبار سے اہل اسلام میں مشہور ہے۔ ہاں جب ظاہری معنیٰ کے خلاف دلیل قطعی یعنی عقلی قطعی دلیل یا اجماع یا نص موجود ہو تو ظاہری معنیٰ کو ترک کر دیا

[247] شرح العقائد النسفية: ص 167

[248] النبراس شرح شرح العقائد: ص 337

جائے گا۔

اشکال:

علامہ عبد العزیز پر ہاڑوی رحمہ اللہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ”دلیل عقلی“ بھی ”دلائل قطعیہ“ میں شامل ہے جبکہ آپ نے دلیل قطعی صرف ان تین دلیلوں کو شمار ہے:

1: قرآن کریم کی غیر مؤول آیات

2: احادیث متواترہ

3: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قولی اجماع

آپ کی بات اور علامہ عبد العزیز پر ہاڑوی رحمہ اللہ کی بات میں تضاد ہے۔

جواب:

ہم نے ان تین دلیلوں کو ”دلائل قطعیہ“ اس معنی میں کہا ہے کہ اگر اسلام کا کوئی عقیدہ ان تین دلائل میں سے کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو اس کا ماننا لازم ہے اور اس کا انکار کفر ہے جبکہ کوئی عقیدہ اگر صرف ”دلیل عقلی“ سے ثابت ہو رہا ہو (جس کے مؤید دلائل نقلیہ نہ ہوں) تو اس کا انکار کفر نہیں ہے۔ اس لیے ”دلیل عقلی“ اس معنی میں (کہ اس سے ثابت شدہ عقیدہ کا انکار کفر ہو) دلائل قطعیہ میں شامل نہیں۔

اور علامہ عبد العزیز پر ہاڑوی رحمہ اللہ نے ”دلیل عقلی“ کو جو دلیل قطعی کہا ہے تو اس کی دو جہیں ہیں:

1: یہ ایسی دلیل عقلی ہوگی جس کی مؤید دلیل نقلی بھی ہوگی۔

2: نص کے ظاہری معنی سے عدول کرنے کے لیے چونکہ دلیل یقینی ضروری ہوتی ہے اور یہ ”یقین“ دلیل عقلی میں بھی پایا جاتا ہے اس لیے یہ اس معنی میں قطعی (یعنی یقینی) ہے۔

لہذا دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔

نص کی مثال:

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَكُنَّ وَجْهَ اللّٰهِ﴾ [249]

ترجمہ: اور مشرق و مغرب، سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ تو تم جس طرف بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ”وجہ“ کا لفظ استعمال ہوا جس کا ظاہری اور اصلی معنی چہرہ ہے لیکن یہ معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مراد لینا درست نہیں اس لیے کہ یہ معنی نصوص کے خلاف ہے۔

﴿اللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ [250]

ترجمہ: اللہ بے نیاز ہے۔

امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ (ت 710ھ) فرماتے ہیں:

[الَّذِي] لَا يَحْتَاجُ إِلَى أَحَدٍ وَيَحْتَاجُ إِلَيْهِ كُلُّ أَحَدٍ. [251]

ترجمہ: ”صمد“ اس ذات کو کہتے ہیں جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سارے اس کے محتاج ہوں۔

اللہ تعالیٰ موجود ہونے میں جسم کے، سننے میں کان کے، دیکھنے میں آنکھ کے اور پکڑنے میں ہاتھ کے محتاج

نہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ جسم اور اعضاء جسم سے پاک ہیں۔

اس لیے اس آیت کا ظاہری معنی مراد لینے کی بجائے اس میں مناسب تاویل کریں گے کہ یہاں ”وجہ“ کا

معنی چہرہ نہیں بلکہ ”ذات“ ہے۔

اجماع کی مثال:

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُبَيِّنُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ

[249] سورة البقرة: 115

[250] سورة اخلاص: 2

[251] تفسير المدا رك للامام النسفی ج 2 ص 842 تحت قوله تعالى: اللّٰهُ الصمد

تُرْجَعُونَ (۲۸) ﴿[252]﴾

ترجمہ: تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمہیں زندگی بخشی۔ پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر زندہ فرمائے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اس آیت سے بظاہر دو موتیں ثابت ہوتی ہیں: ایک موت دنیا میں آنے سے پہلے اور دوسری دنیوی زندگی مکمل ہونے کے بعد اور اس آیت سے بظاہر دو حیاتیں ثابت ہوتی ہیں: ایک دنیا والی اور دوسری آخرت والی۔ بظاہر اس آیت میں قبر کی حیات کی نفی ہوتی ہے اس لیے کہ اگر قبر کی زندگی مانی جائے تو زندگیاں تین بن جاتی ہیں۔ لیکن یہ معنی اجماع امت کے خلاف ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ التفازانی رحمہ اللہ (ت 791ھ) فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ أَهْلُ الْحَقِّ عَلَى أَنَّ اللَّهَ يُعِيدُ إِلَى الْمَيِّتِ فِي الْقَبْرِ نَوْعَ حَيَاةٍ قَدَرُ مَا يَتَأَلَّمُ وَيَتَلَذَّذُ وَيَشْهَدُ بِذَلِكَ الْكِتَابُ وَالْأَخْبَارُ وَالْأَكْبَارُ. [253]

ترجمہ: اہل حق کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کو اتنی حیات عطا فرماتا ہے جس سے وہ ثواب و عذاب کو محسوس کرتی ہے، اس عقیدہ پہ قرآنی آیات اور احادیث و آثار موجود ہیں۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) فرماتے ہیں:

وَأَعْلَمُ! أَنَّ أَهْلَ الْحَقِّ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ اللَّهَ يَخْلُقُ فِي الْمَيِّتِ نَوْعَ حَيَاةٍ فِي الْقَبْرِ قَدَرُ مَا يَتَأَلَّمُ أَوْ يَتَلَذَّذُ. [254]

ترجمہ: اہل حق کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے والے کو قبر میں اتنی حیات عطا فرماتا ہے کہ جس سے وہ ثواب یا عذاب کو محسوس کرتا ہے۔

[252] سورة البقرة: 28

[253] شرح المقاصد فی علم الکلام للتفتازانی: ج 3 ص 366 المبحث السادس سؤال القبر وعذابه

[254] شرح الفقه الاکبر: ص 121

اس لیے اس آیت میں مناسب تاویل کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں:

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے ایسی زندگی جس میں حیات کے آثار نظر آئیں اور وہ حیات کامل اور مستقل ہو وہ دو ہیں ایک دنیا کی دوسری آخرت کی۔ رہی قبر کی زندگی تو یہ آخرت کی زندگی کا مقدمہ ہے اور یہ ایسی مخفی حیات ہے جو کامل نہیں بلکہ نوع من الحیاء ہے جس میں میت یا اجزاء میت سے روح کا صرف اتنا تعلق رہتا ہے جس سے میت ثواب یا عذاب کو محسوس کرتی ہے۔ قبر کی زندگی کوئی مستقل زندگی نہیں جس طرح ماں کے پیٹ میں ملنے والی زندگی مستقل نہیں بلکہ دنیاوی زندگی کا مقدمہ ہے۔ ان آیات میں کلی اور ظاہری حیاتوں کا تذکرہ ہے۔

دلیل عقلی کی مثال:

﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾^[255]

ترجمہ: وہ بڑا مہربان ہے، عرش پر مستوی ہے۔

اس آیت سے بظاہر اللہ تعالیٰ کا جسم کے ساتھ عرش پر ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ معنیٰ مراد لینا مشکل ہے اس لیے کہ اس کے خلاف قطعی عقلی دلیل موجود ہے وہ یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو جسم کے ساتھ عرش پر مانیں تو حقیقی وجود کے ساتھ کسی چیز پر ہونا یہ خاصیت جسم کی ہے اور اللہ تعالیٰ تو جسم سے پاک ہیں کیونکہ ہر جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہیں۔

اس لیے اس میں مناسب تاویل کریں گے چنانچہ ہم کہتے ہیں یہاں استواء علی العرش سے مراد ”اللہ تعالیٰ کا عرش پر غالب ہونا ہے۔“

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) فرماتے ہیں:

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿اسْتَوٰی﴾ عَلَا ﴿عَلَى الْعَرْشِ﴾^[256]

[255] سورۃ طہ: 5

[256] صحیح البخاری: کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء

ترجمہ: امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: استواء علی العرش کا معنی اللہ تعالیٰ کا عرش پر غالب ہونا ہے۔
فائدہ:

اللہ تعالیٰ کو جسم کے ساتھ عرش پر ماننا ایسی دلیل عقلی کے خلاف ہے جس کی مؤید دلیل نقلی بھی موجود ہے۔ جیسے:

﴿وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُولُوا فَتَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ [257]

ترجمہ: اور مشرق و مغرب، سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ تو تم جس طرف بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

2: بعض مقامات میں تاویل جائز ہے

پھر اس کی دو شرائط ہیں:

پہلی شرط: لفظ میں تاویل کا احتمال ہو

حقیقی معنی کے ساتھ ساتھ دوسرا معنی اس وقت مراد لیا جاسکتا ہے جب لفظ اس معنی کا احتمال بھی رکھتا ہو۔

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ (ت 631ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا التَّأْوِيلُ الْمَقْبُولُ الصَّحِيحُ فَهُوَ حُلُّ اللَّفْظِ عَلَى غَيْرِ مَذْلُوقِهِ الظَّاهِرِ مِنْهُ مَعَ احْتِمَالِهِ

لَهُ بِدَلِيلٍ يَعْضُدُّهُ. [258]

ترجمہ: جائز اور مقبول تاویل وہ ہے جس میں لفظ کا ظاہری معنی چھوڑ کر دوسرا ایسا معنی مراد لیا جائے جس کا یہ لفظ احتمال بھی رکھتا ہو اور اس معنی کی تائید میں کوئی دلیل بھی موجود ہو۔

مثال:

سید علی بن محمد بن علی الجرجانی رحمہ اللہ (ت 816ھ) لکھتے ہیں:

[257] سورة البقرة: 115

[258] الإحكام في أصول الأحكام: ج 3 ص 59

مِثْلُ قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿يُخْرِجُ النَّجَى مِنَ الْمَيِّتِ﴾ إِنَّ أَرَادَ بِهِ إِخْرَاجَ الظَّيْرِ مِنَ الْبَيْضَةِ كَانَ تَفْسِيرًا وَإِنْ أَرَادَ بِهِ إِخْرَاجَ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْكَافِرِ أَوْ الْعَالِمِ مِنَ الْجَاهِلِ كَانَ تَأْوِيلًا. [259]

ترجمہ: جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿يُخْرِجُ النَّجَى مِنَ الْمَيِّتِ﴾ کہ اللہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے کا معنی یہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ پرندے کو انڈے سے نکالتا ہے تو یہ اس آیت کی ”تفسیر“ کہلائے گی اور اگر معنی یہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو کافر سے یا عالم کو جاہل سے پیدا کرتا ہے تو یہ ”تاویل“ کہلائے گی۔

فائدہ:

اس مثال میں زندہ سے مومن اور مردہ سے کافر مراد لینے پر دلیل یہ آیت ہے:

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ﴾ [260]

ترجمہ: زندہ لوگ اور مردہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔

اس آیت میں مسلمان کو ”زندہ“ کہا گیا ہے اور کافر کو ”مردہ“۔

امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی الشافعی رحمہ اللہ (ت 606ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ثُمَّ قَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ﴾ مَثَلًا آخَرَ فِي حَقِّ الْمُؤْمِنِ وَالْكَافِرِ.

[261]

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں مومن اور کافر کی ایک دوسری مثال دی ہے۔

اسی طرح زندہ سے عالم اور مردہ سے جاہل مراد لینے پر دلیل یہ حدیث مبارک ہے:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) نقل کرتے ہیں:

[259] التعريفات: باب التاء

[260] سورة فاطر: 22

[261] التفسير الكبير للرازي: ج 26 ص 15 سورة فاطر، رقم الآية 22، "وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ"

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ". [262]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے زندہ جیسی ہے اور اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا مردہ جیسی ہے۔ اس حدیث میں ذکر کرنے والے کو ”زندہ“ اور ذکر نہ کرنے والے کو ”مردہ“ کہا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اہل علم کو اہل ذکر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (٤٣) [263]

ترجمہ: اب اگر تم لوگ خود نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔ اس لیے حدیث مذکور میں ذکر کرنے والے سے ”عالم“ مراد لینا اور اس کے تقابل میں ذکر نہ کرنے والے سے ”جاہل“ مراد لینا درست ہے۔

دوسری شرط: مؤول اہل ہو

یعنی تاویل کرنے والا قرآن کریم، حدیث مبارک اور عربی لغت، زبان کے محاورات سے واقف ہو۔

علامہ علی بن محمد الآمدی رحمہ اللہ (ت 631ھ) لکھتے ہیں:

وَشُرُوطُهُ أَنْ يَكُونَ النَّاطِرُ الْمُتَأَوَّلُ أَهْلًا لِذَلِكَ. [264]

ترجمہ: تاویل کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ کتاب و سنت کو دیکھنے والا اور تاویل کرنے والا تاویل کا اہل ہو۔

فائدہ: مؤول کے اہل ہونے کا معنی یہ ہے کہ تفسیر کے لیے جن پندرہ علوم کی ضرورت ہے یہ شخص ان علوم کا

[262] صحیح البخاری: رقم الحدیث 6407

[263] سورة النحل: 43

[264] الاحکام فی اصول الاحکام: ج 3 ص 60

حامل ہو۔ وہ پندرہ علوم یہ ہیں:

1: لغت	2: نحو	3: صرف	4: اشتقاق
5: معانی	6: بیان	7: بدیع	8: قرأت
9: عقائد	10: اصول فقہ	11: اسباب نزول	12: نسخ و منسوخ
13: فقہ	14: احادیث	15: علم لَدُنِّی	

ان علوم کی تفصیل بندہ کی تصنیف ”اصول تفسیر“ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

3: بعض مقامات میں تاویل باطل ہے

دین کے وہ بنیادی عقائد و احکام جو ہر کسی کو معلوم ہوں اور ان کا معنی اور مفہوم متواتر ہو تو اس میں تاویل کرنا جائز نہیں۔

خاتم المحدثین علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ التَّصَرُّفَ فِي ضَرُورِيَّاتِ الدِّينِ وَالتَّأْوِيلَ فِيهَا وَتَحْوِيلَهَا إِلَى غَيْرِ مَا كَانَتْ عَلَيْهِ وَإِخْرَاجَهَا عَنْ صُورَةٍ مَا تَوَاتَرَتْ عَلَيْهِ كُفْرٌ.^[265]

ترجمہ: ضروریاتِ دین میں بے جا تصرف کرنا، ان کی تاویل کرنا، ان (کا غلط معنی بیان کر کے اس) کی صورت بگاڑنا اور ان کا جو مطلب امت تو اتر سے سمجھتی چلی آرہی ہو، اسے ختم کرنا کفر ہے۔

مثال:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور یہ عقیدہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اب کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مان کر اس میں ظلی، بروزی، تشریعی وغیرہ تشریعی کی تاویل کر کے کسی قسم کی نئی نبوت کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ کافر ہوگا۔

[265] اکفار المحدثین: ص 73

موانع کفر

جس شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جا رہا ہے ضروری ہے کہ اس کی بات یا عمل میں موانع کفر موجود نہ ہوں۔ اگر اس شخص میں موانع کفر موجود ہوں تو ایسے شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ یہاں موانع تکفیر میں سے چند ذکر کیے جاتے ہیں:

1: احتمال

اگر کوئی مومن ایسا جملہ یا کلمہ کہہ دے جس میں کئی احتمالات ہوں، ان میں اکثر احتمالات کفریہ اور کوئی ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہوئے اس کے قول میں تاویل کر کے اسے کفر سے بچانے کی کوشش کی جائے گی۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت 970ھ) فرماتے ہیں:

"وَفِي الْخُلَاصَةِ وَغَيْرِهَا إِذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ وَجُوهٌ تُوجِبُ التَّكْفِيرَ وَوَجْهٌ وَاحِدٌ يَمْنَعُ التَّكْفِيرَ فَعَلَى الْمُفْتِي أَنْ يَبْيِّنَ إِلَى الْوَجْهِ الَّذِي يَمْنَعُ التَّكْفِيرَ تَحْسِينًا لِلظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ زَادَ فِي الْبَزَازِيَةِ إِلَّا إِذَا صَرَحَ بِإِزَادَةٍ مُوجِبِ الْكُفْرِ فَلَا يَنْفَعُهُ التَّأْوِيلُ حِينَئِذٍ." [266]

ترجمہ: خلاصۃ الفتاویٰ اور دیگر کتب میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی احتمال کفر کے اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو مفتی کو چاہیے ایمان والے احتمال کو لے (کفر کا فتویٰ نہ دے) اس لیے کہ مسلمان کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے۔ بزاز یہ میں یہ اضافہ ہے کہ اگر قائل خود ہی کفر والے احتمال کو متعین کر دے تو پھر کسی کی تاویل اسے کفر سے نہیں بچا سکتی۔

مثال:

[266] البحر الرائق شرح كنز الدقائق: ج 5 ص 210 کتاب السیر، باب احکام المرتدین

امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 942ھ) امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت 150ھ) کے بارے لکھتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا قَصَدَ أَبَا حَنِيفَةَ فَقَالَ:

ایک شخص جو امام صاحب سے بغض رکھتا تھا، آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ
مَا تَقُولُ فِي رَجُلٍ لَا يَرْجُو الْجَنَّةَ، وَلَا يَخَافُ مِنَ النَّارِ، وَلَا يَخَافُ اللَّهَ تَعَالَى، وَيَأْكُلُ الْمَيْتَةَ،
وَيُصَلِّي بِلا رُكُوعٍ وَلَا سُجُودٍ، وَيُشْهَدُ بِمَا لَا يَرَى، وَيُبْغِضُ الْحَقَّ، وَيُحِبُّ الْفِتْنَةَ، وَيَفِرُّ مِنَ الرَّحْمَةِ،
وَيَصَدِّقُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى؟

سائل: ایک شخص خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے مگر نہ توجنت کی خواہش رکھتا ہے اور نہ ہی جہنم سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، مردار کھاتا ہے، بغیر رکوع اور سجدے کے نماز پڑھتا ہے، اس چیز کی گواہی دیتا ہے جسے اس نے دیکھا بھی نہیں، حق بات کو پسند نہیں کرتا، فتنہ سے محبت کرتا ہے، اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے اور یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے۔ تو ایسے آدمی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

فَقَالَ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ وَكَانَ يَعْرِفُهُ شَدِيدَ الْبُغْضِ لَهُ يَا فُلَانُ! سَأَلْتَنِي عَنْ هَذِهِ، وَ لَكَ بِهَا عِلْمٌ؟

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو علم تھا کہ یہ شخص ان سے بہت زیادہ بغض رکھتا ہے۔ تو آپ نے اس آدمی سے کہا:
امام ابو حنیفہ: اے فلاں آدمی! تو نے مجھ سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھا ہے حالانکہ تو ان باتوں کا مطلب جانتا ہے۔

فَقَالَ الرَّجُلُ: لَا وَلَكِنْ لَمْ أَجِدْ شَيْئًا هُوَ أَشْنَعُ مِنْ هَذَا فَسَأَلْتُكَ عَنْهُ.

سائل: مجھے اس کا علم نہیں ہے، میرے خیال میں تو اس سے زیادہ برا کوئی شخص نہیں ہو گا۔ تو میں مزید تسلی کے لیے آپ سے سوال کر رہا ہوں۔

فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لِأَصْحَابِهِ: مَا تَقُولُونَ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا،

امام ابو حنیفہ: اس شخص کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟

قَالُوا: شَرُّ رَجُلٍ، هَذِهِ صِفَاتُ كَافِرٍ.

شاگردانِ ابی حنیفہ: جس شخص میں یہ باتیں موجود ہوں وہ تو بہت ہی برا انسان ہے، یہ تو کافر کی صفات ہیں۔

فَتَبَسَّمَ أَبُو حَنِيفَةَ وَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: هُوَ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ تَعَالَى حَقًّا.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مسکرائے اور اپنے شاگردوں سے فرمایا: یہ شخص اللہ کا ولی ہے۔

ثُمَّ قَالَ لِلرَّجُلِ: إِنَّنَا أَحْبَبْنَاكَ أَنْتَ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ حَقًّا تَكْفُ عَنِّي شَرَّ لِسَانِكَ، وَلَا تُنْبِئْ عَلَى

الْحَفَظَةِ مَا يَصْرُكَ؟

پھر امام صاحب نے اس سائل کو کہا:

امام ابو حنیفہ: اگر میں تیرے سامنے یہ بات ثابت کر دوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ہے تو کیا تم اپنی

زبان کو مجھے تکلیف پہنچانے سے روک لو گے اور تم اپنا نامہ اعمال ان چیزوں سے نہیں بھرو گے جو تجھے نقصان پہنچاتی

ہیں؟

قَالَ: نَعَمْ!

سائل: جی بالکل۔

فَقَالَ: أَمَّا قَوْلُكَ "إِنَّهُ لَا يَزُجُّو الْجَنَّةَ، وَلَا يَخَافُ مِنَ النَّارِ" فَإِنَّهُ يَزُجُّو رَبَّ الْجَنَّةِ وَيَخَافُ رَبَّ

النَّارِ،

تمہارا یہ کہنا کہ ”وہ شخص جنت کی خواہش نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا“ اس کا مطلب ہے کہ یہ شخص

جنت کے بجائے جنت کے مالک کو چاہتا ہے اور جہنم سے ڈرنے کے بجائے جہنم کے مالک سے ڈرتا ہے۔

وَقَوْلُكَ "لَا يَخَافُ اللَّهُ" فَإِنَّهُ لَا يَخَافُ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يَجُورَ عَلَيْهِ ... قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ﴾.

تمہارا یہ کہنا کہ ”وہ شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا“ تو اس کا مطلب ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اس بات کا

خوف نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ظلم کرے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ﴾.

کہ تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

وَقَوْلُكَ: "يَأْكُلُ الْمَيِّتَةَ" فَهُوَ أَكَلُ السَّيِّئِ،

تمہارا یہ کہنا کہ ”وہ شخص مردار کھاتا ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص مچھلی کھاتا ہے جسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَقَوْلُكَ: "يُصَلِّيْ بِلا رُكُوعٍ وَلَا سُجُودٍ" أَرَادَ صَلَوةَ الْجَنَازَةِ وَفِي رِوَايَةٍ أَرَادَ الصَّلَوةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

تمہارا یہ کہنا کہ ”وہ شخص بغیر رکوع اور سجدہ کے نماز پڑھتا ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جنازہ کی نماز پڑھتا ہے جس میں رکوع اور سجدہ نہیں ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔

وَقَوْلُكَ: "يُشْهَدُ بِمَا لَمْ يَرَ" فَهُوَ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ،

تمہارا یہ کہنا کہ ”وہ شخص بغیر دیکھے گواہی دیتا ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

وَقَوْلُكَ: "يُبْغِضُ الْحَقُّ" فَهُوَ يُحِبُّ الْبَقَاءَ حَتَّى يُطِيعَ اللَّهَ تَعَالَى يُبْغِضُ الْمَوْتَ وَهُوَ الْحَقُّ، قَالَ

اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾

تمہارا یہ کہنا کہ ”وہ شخص حق کو مبغوض رکھتا ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص زندگی کو پسند کرتا ہے تاکہ اللہ کی عبادت زیادہ سے زیادہ کر سکے اور موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ کہ موت کی سختی تو ضرور آکر رہے گی۔

وَقَوْلُكَ: "يُحِبُّ الْفِتْنَةَ" أَرَادَ أَنَّهُ يُحِبُّ الْمَالَ وَالْوَلَدَ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَ

أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾

تمہارا یہ کہنا کہ ”وہ شخص فتنہ کو پسند کرتا ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مال اور اولاد سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَ أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے فتنہ

(آزمائش) ہے۔

وَقَوْلُكَ: "يَغْفِرُ مِنَ الرَّحْمَةِ" أَرَادَ أَنْ يَغْفِرَ مِنَ الْمَطَرِ،

تمہارا یہ کہنا کہ ”وہ شخص رحمت سے بھگتا ہے“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بارش سے بھگتا ہے کیونکہ

بارش اللہ کی رحمت ہے۔

وَقَوْلُكَ: "يُصَدِّقُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى" أَرَادَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ كَيْسَتِ النَّصْرَى عَلَى

شَيْءٍ ۖ وَقَالَتِ النَّصْرَى كَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ﴾

تمہارا یہ کہنا کہ ”وہ یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے“ تو اس کا مطلب ہے کہ وہ یہود کے اس قول ”كَيْسَتِ

النَّصْرَى عَلَى شَيْءٍ“ اور نصاریٰ کے اس قول ”كَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ“ کی تصدیق کرتا ہے جو کہ عین ایمان

ہے۔

فَقَامَ الرَّجُلُ وَقَبَّلَ رَأْسَهُ وَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ عَلَى الْحَقِّ. [267]

یہ سن کر وہ آدمی کھڑا ہوا اور امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے حق

فرمایا۔

شبہ:

اس طرح کی عبارات سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر ہوں اور ایک وجہ

ایمان کی ہو تو بھی اس کو مسلمان سمجھا جائے گا۔

ازالہ:

اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص تمام ضروریات دین کو مانگتا ہو

اور وہ ایسا جملہ بولتا ہے جس میں ننانوے احتمال کفر کے ایک احتمال ایمان کا ہو تو اسے کافر نہ کہا جائے بلکہ ایمان والے

[267] عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان: ص 246

احتمال کو ترجیح دی جائے گی۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1362ھ) ”امداد الفتاویٰ“ میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ سوال وجواب دونوں نقل کیے جاتے ہیں:

سوال 498: مشہور ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو اس پر کفر کا فتویٰ دینا نہ چاہئے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے کلمات کو کفر کیلئے وضع کیا ہے تو پھر کلمات کفر کو کفر کے لیے وضع کرنے سے کیا فائدہ؟ اگر محض زجر مقصود ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ فی زمانہ بڑے بڑے عالم بعض لوگوں کو ذرا سی بات پر بلکہ حقیقت میں کلمات کفر کے ارتکاب پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں، اس فتویٰ کو کس پر محمول کرنا چاہئے؟

جواب: اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر ننانوے باتیں کفر کی موجب پائی جاویں تب بھی فتویٰ نہ دیں گے، ننانوے تو بہت ہوتی ہیں اگر ایک امر بھی موجب کفر یقینی پایا جاوے تب بھی فتویٰ دیدیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خود اس امر میں بہت سے احتمال ہیں بعض احتمالات پر تو وہ موجب کفر ہے اور وہ احتمالات ننانوے ہیں، اور بعض احتمال پر وہ موجب کفر نہیں اور وہ ایک ہے تو اس صورت میں اس امر کو محمول اسی احتمال پر کریں گے جو موجب کفر نہیں اور تکفیر سے احتیاط کریں گے۔ [268]

2: سبقت لسانی

اگر کسی انسان کی زبان اس کے قابو میں نہ ہو اور غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے کفریہ کلمہ نکل جائے تو وہ کافر نہ ہوگا۔

امام فخر الدین حسن بن منصور المعروف قاضی خان رحمہ اللہ (ت 592ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْخَاطِئُ إِذَا جَرَى عَلَى لِسَانِهِ كَلِمَةُ الْكُفْرِ خَطَأً بِأَنْ كَانَ أَرَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِمَا كَيْسَ بِكَفْرِ

فَجَرَى عَلَى لِسَانِهِ كَلِمَةَ الْكُفْرِ خَطَاكُمْ يَكُنْ ذَلِكَ كُفْرًا عِنْدَ الْكُلِّ. [269]

ترجمہ: اگر کسی شخص کی زبان سے غلطی سے کفریہ کلمہ نکل جائے کہ وہ ایسی بات کہنا چاہتا ہے جو کفریہ نہیں لیکن غلطی سے اس کی زبان سے کفریہ کلمہ نکل جاتا ہے تو بالاتفاق وہ کافر نہیں ہوگا۔

مثال:

امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتُوبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَأَنفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيَسَ مِنْهَا فَأَتَى شَجَرَةً فَأَصْطَبَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيَسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخَطَمِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: أَللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأُ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ. [270]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی بندہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتے ہیں جو ایک غیر آباد صحرا میں اپنی سواری پر سفر کر رہا ہو اس کا کھانا، پینا۔ ساز و سامان اسی سواری پر ہو اور وہ سواری گم ہو جائے۔ وہ انسان اس کی واپسی سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے میں لیٹ جائے۔ وہ اسی مایوسی کے عالم میں اچانک دیکھتا ہے کہ وہ اونٹنی اس کے پاس کھڑی ہے، وہ اسے نکیل کی رسی سے پکڑ کر بے حد خوشی میں کہتا ہے: اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ وہ بندہ خوشی کی شدت کی وجہ سے غلطی کر گیا۔

فائدہ: سبقت لسانی؛ مانع کفر اس وقت ہوگی جب اس شخص کو خود خیال آئے اور یہ اپنی بات سے رجوع کر لے یا

[269] فتاویٰ قاضی خان: ج 4 ص 469 کتاب السیر، باب مایکون کفر من المسلم وما لا یکون

[270] صحیح مسلم: رقم الحدیث 2747

کوئی اس شخص کو متوجہ کرے تو رجوع کر لے۔

3: اکراہ

اگر کسی بندے کو کفریہ کلمہ کہنے پر مجبور کیا جائے کہ فلاں کلمہ کہو وگرنہ جان سے مار دیں گے یا تمہارا کوئی عضو کاٹ دیں گے اور وہ زبان سے کفریہ کلمہ کہہ دے تو کافر نہیں ہوگا بشرطیکہ دل ایمان پر مطمئن ہو اور اسے تصدیق قلبی حاصل ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وَإِنْ أَكْرِهَ عَلَى الْكُفْرِ بِاللَّهِ تَعَالَى أَوْ سَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ أَوْ قَطْعِ رِجْلٍ لَهُ
إِظْهَارُ كَلِمَةِ الْكُفْرِ وَالسَّبِّ فَإِنْ أَظْهَرَ ذَلِكَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ فَلَا يَأْثُمُ وَإِنْ صَبَرَ حَتَّى قُتِلَ كَانَ
مُثَابًّا. [271]

ترجمہ: اگر کسی بندے کو قتل کی یا کسی عضو کے کاٹنے کی دھمکی دے کر اللہ تعالیٰ کی ذات کے انکار یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے پر مجبور کیا گیا تو اس کے لیے کفریہ کلمہ کہنے کی اجازت ہے چنانچہ اگر اس نے زبان سے کفریہ کلمہ کہہ دیا مگر دل میں تصدیق موجود ہے تو گناہ گار و کافر نہ ہوگا اور اگر اس شخص نے کفریہ کلمہ کہنے سے انکار کر دیا اور قتل ہو گیا تو اس پر اسے اجر ملے گا۔ (اس صورت میں رخصت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار نہیں ہوگا بلکہ ماجور ہوگا)

مثال:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الیہی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَخَذَ الْمُشْرِكُونَ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ
فَكَمَّ يَتْرُكُوهُ حَتَّى سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ إِلَهُتَهُمْ بِخَيْرٍ ثُمَّ تَرَكَوهُ فَكَبَّأْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا وَرَاءَكَ؟" قَالَ: شَرٌّ، يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا تُرِكَتُ حَتَّى نَلْتُ مِنْكَ وَذَكَرْتُ إِلَهُتَهُمْ بِخَيْرٍ. قَالَ: "كَيْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ؟" قَالَ: مُطْمَئِنًّا بِإِلْيَافِ إِيْمَانٍ. قَالَ: "إِنْ عَادُوا فَفَعْدُ." [272]

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے پکڑ لیا اور اس شرط پر چھوڑنے کا وعدہ کیا کہ عمار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات کہے اور مشرکین کے معبودوں کی تعریف کرے آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا جس پر مشرکین نے ان کو چھوڑ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت عمار نے عرض کیا یا رسول اللہ بہت برا واقعہ پیش آیا مشرکین مجھے نہیں چھوڑ رہے تھے یہاں تک کہ میں آپ کی شانِ اقدس میں نازیبا الفاظ کہتا اور ان کے معبودوں کا اچھے الفاظ سے ذکر کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس وقت تمہارے دل کی کیا کیفیت تھی؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا دل ایمان پر مطمئن تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ آئندہ بھی اس طرح کا مطالبہ کریں تو تم بھی اس طرح کے جملے کہہ دینا۔

فائدہ:

یہ حکم اس وقت ہے جب انسان کو اپنی جان جانے کا یا کسی عضو کے کٹنے کا یقینی خوف لاحق ہو، ورنہ محض کسی معمولی اندیشے یا معمولی ضرر کے وہم کی بنیاد پر کلمہ کفر کہنا ہرگز جائز نہیں۔

4: دینی ضرورت

إِذَا نَطَقَ الْإِنْسَانُ كَلِمَةَ الْكُفْرِ لِحَاجَةٍ دِينِيَّةٍ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِإِلْيَافِ إِيْمَانٍ فَإِنَّهُ لَا يُكْفَرُ. [273]

اگر کسی شخص کے دل میں ایمان موجود ہو اور وہ کسی دینی ضرورت کی وجہ سے زبان سے کفریہ کلمہ کہہ دے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

[272] السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 8 ص 208 باب الْمَكْرَهِ عَلَى الرَّدَّةِ

[273] التنقيحات

مثال:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ." فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: "نَعَمْ!" قَالَ: فَأَذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا. قَالَ: "قُلْ." فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً وَإِنَّهُ قَدْ عَنَانَا وَإِنِّي قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ. قَالَ: وَأَيْضًا وَاللَّهِ لَتَمْلُئَنَّهُ. قَالَ: إِنَّا قَدْ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيْ شَيْءٍ يَصِيرُ شَأْنُهُ وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ نُسَلِفْنَا وَسُقَاؤُ وَسُقَيْنِ قَالَ: ازْهِنُونِي نِسَاءَ كُمْ! قَالُوا: كَيْفَ نَزْهِنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ. قَالَ: فَازْهِنُونِي أَبْنَاءَ كُمْ. قَالُوا: كَيْفَ نَزْهِنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيَسِبُّ أَحَدُهُمْ فَيُقَالُ: زُهْنِ بَوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ، هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَزْهِنُكَ اللَّأَمَةَ. قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي السِّلَاحَ. فَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَجَاءَهُ لَيْلًا وَمَعَهُ أَبُو نَائِلَةَ وَهُوَ أَخُو كَعْبٍ مِنَ الرِّضَاعَةِ فَدَعَاهُمُ إِلَى الْحِصْنِ فَانْزَلَ إِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: أَيْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَةَ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ: أَسْمِعْ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ. قَالَ: إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيْعِي أَبُو نَائِلَةَ، إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ بَلِيلٍ لَأَجَابَ. قَالَ: وَيَدْخُلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ فَقَالَ: إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعْرِهِ فَأَشْبَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمَكَنْتُمْ مِنْ رَأْسِهِ فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ وَقَالَ مَرَّةً ثُمَّ أَشْبِكُمْ فَانْزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفُخُ مِنْهُ رِيحَ الطِّيبِ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا أَيْ أَطْيَبَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَ: عِنْدِي أَعْظَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ. قَالَ عَمْرٍو فَقَالَ: أَتَأْذُنِي لِي أَنْ أَشْمَ رَأْسَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشْمَ أَصْحَابَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَتَأْذُنِي لِي؟ قَالَ: نَعَمْ. فَلَمَّا اسْتَمَكَنْ مِنْهُ قَالَ: دُونَكُمْ! فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ. [274]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف اللہ اور اس کے رسول کو بہت تکلیف دے رہا ہے، اس بد بخت کا کام کون تمام کرے گا؟ اس پر محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا: پھر آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس سے کچھ باتیں کہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ اب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا: یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا دیا ہے، اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب نے کہا: ابھی تم آگے دیکھنا، بخدا تم بالکل اکتا جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: چونکہ ہم نے ان کا کلمہ پڑھ لیا اس لیے جب تک ان کا واضح انجام سامنے نہ آجائے انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں، فی الحال میں تم سے ایک وسق یادو وسق غلہ قرض لینے آیا ہوں (ایک وسق کی مقدار 191 کلو گرام اور 4 گرام بنتی ہے)۔ کعب بن اشرف نے کہا: میرے پاس کچھ گروی رکھ دو پھر قرض لے جاؤ۔ محمد بن مسلمہ نے پوچھا: کیا چیز گروی رکھیں؟ کعب نے کہا: اپنی عورتوں کو رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم عرب کے بہت خوبصورت مرد ہو، ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں! اس نے کہا: تو پھر اپنے بچوں کو گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بچوں کو کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں؟ کل ہمارے بچوں کو عار دلائی جائے گی کہ ایک یادو وسق غلے پر انہیں رہن رکھ دیا گیا تھا، یہ تو غیرت کے خلاف بات ہے، ہاں البتہ ہم تمہارے پاس اپنے ہتھیار گروی رکھ سکتے ہیں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور رات کے وقت اس کے یہاں آئے۔ ان کے ساتھ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی ابونائلہ بھی موجود تھے۔ قلعہ کے پاس جا کر انہوں نے کعب کو آواز دی۔ وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کہ اتنی رات گئے کہاں باہر جا رہے ہو؟ اس نے کہا: وہ تو محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابونائلہ ہے۔ بعض راویوں کے بیان کے مطابق کعب کی بیوی نے اس سے کہا تھا کہ مجھے تو یہ آواز ایسی لگتی ہے جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہو۔ کعب نے جواب دیا کہ میرے بھائی محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابونائلہ ہیں، شریف آدمی کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ مزید دو ساتھیوں کو بھی اندر لے آئے جنہیں انہوں نے معاملہ

سمجھا دیا تھا کہ جب کعب آئے تو میں اس کے سر کے بال پکڑوں گا (اور انہیں سو نگھوں گا)۔ جب تمہیں اندازہ ہو جائے کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہیں اس کی خوشبو سو نگھاؤں گا۔ چنانچہ کعب بن اشرف چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا۔ اس کے جسم سے بہت زیادہ خوشبو آرہی تھی۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سے اچھی خوشبو میں نے کبھی نہیں سو نگھی۔ عمرو کے علاوہ دوسرے راوی کا بیان ہے کہ اس پر کعب نے کہا: میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے کہا: کیا میں تمہارے سر کو سو نگھ سکتا ہوں؟ اس نے اجازت دے دی۔ پہلے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے خود اس کا سر سو نگھا اور اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو بھی سو نگھایا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا دوبارہ سر سو نگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے اس مرتبہ بھی اجازت دے دی۔ جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے پوری طرح اپنے قابو میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی۔

5: لزوم کفر

اگر کوئی شخص ایسی بات کہے جو موجب کفر نہ ہو لیکن اس سے کفر لازم آ رہا ہو تو محض لزوم کفر سے قائل کافر نہ ہو گا جب تک وہ کفر کا التزام نہ کرے ہاں اگر لزوم کفر یقینی اور بالکل واضح ہو تو پھر یہ بھی کفر ہو گا۔ علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ لَزِمَ الْمَذْهَبَ لَيْسَ بِمَذْهَبٍ. [275]

ترجمہ: کسی نظریہ سے لازم آنے والی چیز اصل نظریہ نہیں ہوتی۔

[275] رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی: ج 4 ص 134 کتاب النکاح، مطلب مهم فی وطء السراری الخ

مثال:

معتزلہ کے عقائد و نظریات کے بارے میں جب بحث ہو تو کہہ دیا جاتا ہے کہ ”معتزلہ کا یہ موقف کفر ہے“ اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ ”ان کی فلاں بات سے کفر لازم آتا ہے“ لزوم کفر؛ کفر نہیں ہوتا اس لیے ہم معتزلہ کو ان کے عقائد فاسدہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) فرماتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: (وَإِنْ وَقَعَ الزَّامُ فِي الْمَبَاحِثِ) مَعْنَاهُ وَإِنْ وَقَعَ التَّصَرُّعُ بِكُفْرِ الْمُعْتَزِلَةِ وَنَحْوِهِمْ عِنْدَ الْبَحْثِ مَعَهُمْ فِي رَدِّ مَذْهَبِهِمْ بِأَنَّهُ كُفْرٌ أَيْ يُلْزَمُ مِنْ قَوْلِهِمْ بِكَذَا الْكُفْرُ وَلَا يَقْتَضِي ذَلِكَ كُفْرَهُمْ. [276]

ترجمہ: معتزلہ کے ساتھ بحث کے دوران بعض مباحث میں اگر الزام تکفیر کی بھی گئی ہے تو اس کا معنی یہ کہ ان کے موقف و دعویٰ سے کفر لازم آرہا ہے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ کافر ہو گئے ہیں۔

فائدہ:

اگر کوئی شخص اس لزوم کا اقرار کر لے کہ میری مراد یہی لزوم ہی ہے تو اب اس کا کفر ہونا متعین ہو جائے

گا۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت 970ھ) فرماتے ہیں:

"إِذَا صَرَحَ بِإِدْعَاءِ مُوجِبِ الْكُفْرِ فَلَا يَنْفَعُهُ التَّأْوِيلُ حِينَئِذٍ." [277]

ترجمہ: جب قائل خود ہی کفر والے احتمال کو متعین کر دے تو پھر کسی کی تاویل اسے کفر سے نہیں بچا سکتی۔

[276] رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی: ج 4 ص 134 کتاب النکاح، مطلب مهم فی طوع السراری الخ

[277] البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ج 5 ص 210 کتاب السیر، باب احکام المرتدین

فصل دہم

مرتبہ کبیرہ کا حکم	اہل قبلہ کا لغوی و اصطلاحی معنی
اہل قبلہ کا حکم	

مر تکبِ کبیرہ کا حکم

اگر کوئی مسلمان حالت ایمان میں کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اس کی وجہ سے اس پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے

گا۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوئی رحمہ اللہ (ت 150ھ) فرماتے ہیں:

وَلَا تُكْفَرُ مُسْلِمًا بِذَنْبٍ مِنَ الذُّنُوبِ وَإِنْ كَانَتْ كَبِيرَةً إِذَا لَمْ يَسْتَحِلِّهَا وَلَا نُزِيلُ عَنْهُ اسْمَ الْإِيمَانِ وَنُسَبِيَّتِهِ مُؤْمِنًا حَقِيقَةً وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مُؤْمِنًا فَاسِقًا غَيْرَ كَافِرٍ. [278]

ترجمہ: ہم کسی مسلمان کو گناہ کرنے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے اگرچہ وہ گناہِ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے۔ ہم اس سے ”ایمان“ کا لفظ ختم نہیں کر سکتے بلکہ اسے حقیقی مؤمن ہی کہیں گے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ ایک شخص مؤمن ہو اور فاسق ہو لیکن کافر نہ ہو۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ) فرماتے ہیں:

وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْإِسْلَامِ فِيمَنْ ارْتَكَبَ الْكَبِيرَةَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَمَاتَ قَبْلَ التَّوْبَةِ فَالْمَذْهَبُ عِنْدَنَا عَدَمُ الْقَطْعِ بِالْعَفْوِ وَلَا بِالْعِقَابِ بَلْ كِلَاهُمَا فِي مَشِيئَةِ اللَّهِ تَعَالَى لَكِنْ عَلَى تَقْدِيرِ التَّعْذِيبِ نَقْطَعُ بِأَنَّهُ لَا يُخْلَدُ فِي النَّارِ بَلْ يَخْرُجُ الْبَتَّةَ لَا بِطَرِيقِ الْوُجُوبِ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى بَلْ بِمُقْتَضَى مَا سَبَقَ مِنَ الْوَعْدِ وَثَبَّتَ بِالذَّلِيلِ كَتَخْلِيدِ أَهْلِ الْجَنَّةِ. [279]

ترجمہ: اہل اسلام کا مرتکبِ کبیرہ مومن کے بارے میں اختلاف ہے جو توبہ کرنے سے پہلے فوت ہو جائے۔ ہمارا (اہل السنۃ والجماعۃ) کا موقف یہ ہے کہ ہم صاحبِ کبیرہ کے لیے قطعی طور پر معافی کے قائل ہیں نہ سزا پانے کے بلکہ معافی اور سزا کو اللہ کی مشیت کے سپرد کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اگر

[278] الفقه الاکبر: ص 22

[279] شرح المقاصد فی علم الکلام للتفتازانی: ج 3 ص 381 البعث العاشر؛ الخلود فی الآخرة

مرتکب کبیرہ کو سزا ہوئی تو یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں جائے گا بلکہ سزا پانے کے بعد جہنم سے ضرور نکلے گا۔ ہاں جہنم سے نکالنا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کی وجہ سے ہے (کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو جنت میں ضرور داخل کرے گا) اور اس دلیل کی بنا پر ہے (کہ اہل ایمان ہمیشہ جہنم میں نہیں جائیں گے) جس طرح اہل جنت کا جنت میں ہمیشہ رہنا دلیل کی بنا پر ہے۔

چند اشکالات کے جوابات:

اشکال نمبر 1:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرِبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرِبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهَبُ نَهْبَةً يَفْعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ. [280]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔ شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو اس وقت بھی اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔ چوری کرنے والا جب چوری کرتا ہے تو اس وقت بھی اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔ چھینا چھٹی کرنے والا جب چھینتا ہے اور لوگ اس کو (کھلم کھلا) چھینتے ہوئے دیکھتے ہیں (لیکن خوف و دہشت کے مارے بے بس ہو جاتے ہیں اور چیخ و پکار کے علاوہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ پاتے) تو اس وقت بھی اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔

جوابات:

1: اس سے مراد کمال ایمان اور نور ایمان کی نفی ہے، نفس ایمان کی نفی نہیں۔ یعنی گناہ کرنے والا یہ شخص مؤمن تو ہوتا ہے لیکن کامل ایمان والا نہیں رہتا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) نقل فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: يُنْتَعَمُ مِنْهُ نُورُ الْإِيمَانِ فِي الزَّانَا. [281]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زانی سے عین زنا کے وقت نور ایمان سلب کر لیا جاتا ہے۔

2: ”حیا“ ایمان کا ایک بہت بڑا شعبہ ہے۔ عین زنا کے وقت ایمان کا یہ اہم شعبہ ختم ہو جاتا ہے۔ تو حیا کے ختم ہو جانے کو ایمان کے ختم ہو جانے سے تعبیر کر دیا گیا۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری اللہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:

وَأَصْحَابُنَا أَوَّلُوهُ بِأَنَّ الْمُرَادَ ... مُؤَمِّنٍ مُسْتَحٍ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى؛ لِأَنَّ الْحَيَاءَ شُعْبَةً مِنَ الْإِيمَانِ، فَلَوْ اسْتَحَى مِنْهُ وَاعْتَقَدَ أَنَّهُ نَاطِقٌ لَمْ يَزْكَبْ هَذَا الْفِعْلَ الشَّيْبَعِ. [282]

ترجمہ: ہمارے حضرات (اہل السنۃ والجماعۃ) نے اس حدیث کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ (زنا کے وقت) یہ شخص اللہ سے حیا کرنے والا مومن نہیں رہتا کیونکہ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ اگر یہ شخص اللہ سے حیا کرتا اور اسے یہ یقین ہوتا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے تو یہ کبھی بھی اس برے فعل کا ارتکاب نہ کرتا۔

اشکال نمبر 2:

امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ كَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ فَإِذَا انْقَطَعَ رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيمَانُ. [283]

[281] صحیح البخاری: کتاب الحدود باب لا یُشرب الخمر

[282] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج 1 ص 209 کتاب الایمان، باب الکبائر، الفصل الاول

[283] سنن ابی داؤد: رقم الحدیث 4690

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل کر اس کے سر پر سائبان کی طرح معلق ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ بندہ اس گناہ سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

جوابات:

- 1: یہ خروج عارضی ہے، نہ کہ دائمی۔ کیونکہ بندہ جب اس گناہ سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان اس کی طرف دوبارہ لوٹ آتا ہے جبکہ معتزلہ خروج دائمی کے قائل ہیں۔ لہذا ان کا استدلال درست نہیں۔
- 2: زجر پر محمول ہے تاکہ بندہ اس کا ارتکاب نہ کرے۔
- 3: مراد یہ ہے کہ اس نے ان لوگوں جیسا کام کیا جن کے پاس ایمان کی دولت نہیں۔

اشکال نمبر 3:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَبِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جَهَارًا. [284]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی تو اس نے کھلم کھلا کفر کا ارتکاب کیا۔ اس روایت میں تو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے کفر ثابت ہو رہا ہے۔

جوابات:

- 1: اس سے مراد یہ ہے کہ اس شخص نے کافروں والا کام کیا۔
- 2: یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جو نماز کا انکار کرے۔

3: یہ باعتبار انجام کے بتایا گیا ہے کہ جب انسان نماز کو چھوڑ دے گا تو بالآخر یہ کام اسے کفر تک لے جائے گا۔

4: یہ خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کے بارے میں کفر پر مرنے کا خدشہ ہے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:

قُلْتُ: وَنِعْمَ الرَّأْيُ رَأْيُ أَبِي حَنِيفَةَ؛ إِذَا الْأَقْوَالُ بَاقِيَهَا ضَعِيفَةً، ثُمَّ مِنَ التَّأْوِيلَاتِ أَنْ يَكُونَ مُسْتَجِلًّا لِتَرْكِهَا، أَوْ تَرْكُهَا يُؤَدِّي إِلَى الْكُفْرِ، فَإِنَّ الْمَعْصِيَةَ بَرِيدُ الْكُفْرِ، أَوْ يُخْشَى عَلَى تَارِكِهَا أَنْ يَبُوءَ كَافِرًا، أَوْ فِعْلُهُ شَابَهُ فِعْلَ الْكَافِرِ.^[285]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ (اس حدیث کا معنی بیان کرنے میں) سب سے اچھی رائے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ہے کیونکہ اس کے علاوہ باقی سارے اقوال ضعیف ہیں۔ پھر اس حدیث کی تاویلات میں سے (۱) ایک تاویل یہ ہے کہ نماز چھوڑنے کو حلال سمجھنے والا کافر ہے۔ (۲) ایک تاویل یہ بھی ہے کہ نماز چھوڑنا کفر تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ معصیت کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ (۳) یا یہ خدشہ ہے کہ تارک صلوٰۃ کافر ہو کر مرے گا یا (۴) یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس نے نماز چھوڑ کر کافروں جیسا کام کیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

[285] مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج 2 ص 254 کتاب الصلاة الفصل الاول

اہل قبلہ

لغوی معنی:

لغوی اعتبار سے ”اہل قبلہ“ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو بیت اللہ کو قبلہ سمجھ کر اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔

مولانا عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ (ت 1239ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ اللَّغَوِيُّ مَنْ يُصَلِّي إِلَى الْكَعْبَةِ أَوْ يَعْتَقِدُهَا قِبْلَةً. [286]

ترجمہ: لغت میں اہل قبلہ سے مراد وہ شخص ہے جو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے یا کعبہ کے قبلہ ہونے کا عقیدہ رکھے۔

اصطلاحی معنی:

اصطلاح شریعت میں اہل قبلہ سے مراد ضروریات دین کو ماننے والے، اہل ایمان اہل اسلام ہیں۔

مولانا عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ (ت 1239ھ) فرماتے ہیں:

فِي اصطلاح المتكلمين مَنْ يُصَدِّقُ بِضُرُورِيَّاتِ الدِّينِ أَيِ الْأُمُورِ الَّتِي عُلِمَ ثُبُوتُهَا فِي الشَّرْعِ وَاشْتَهَرَ فَمَنْ أَنْكَرَ شَيْئًا مِّنَ الضَّرُورِيَّاتِ كَحُدُوثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْأَجْسَادِ وَعِلْمِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ بِالْجُزْئِيَّاتِ وَفَرْضِيَّةِ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ وَلَوْ كَانَ مُجَاهِدًا فِي الطَّاعَاتِ وَكَذَلِكَ مَنْ بَاشَرَ شَيْئًا مِّنْ أَمَارَاتِ التَّكْذِيبِ كَسُجُودِ الصَّنَمِ وَالْإِهَانَةِ بِأَمْرِ شَرْعِيٍّ وَالِاسْتِهْزَاءِ عَلَيْهِ فَلَيسَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ. [287]

ترجمہ: متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ اس شخص کو کہتے ہیں جو ضروریات دین یعنی ان چیزوں کی تصدیق کرے

[286] النبراس شرح شرح العقائد: ص 341

[287] النبراس شرح شرح العقائد: ص 342

جن کا ثبوت شریعت میں یقینی ہے اور یہ چیزیں معروف و مشہور بھی ہوں (کہ عوام الناس بھی ان سے واقف ہوں) تو اگر کوئی شخص ضروریاتِ دین مثلاً عالم کا حادث ہونا، قیامت کے دن جسموں کا دوبارہ اٹھنا، اللہ تعالیٰ کا جزئیات کو جاننا، نماز اور روزے کی فرضیت ان میں سے کسی کا انکار کر دے تو وہ اہل قبلہ نہیں ہو گا چاہے وہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایسا کام کرے جو تکذیب کی علامت ہو جیسے بتوں کو سجدہ کرنا، شریعت کے کسی معاملے کی اہانت کرنا اور اس کا مذاق اڑانا تو یہ شخص بھی اہل قبلہ نہ ہو گا۔

اہل قبلہ کا حکم:

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) فرماتے ہیں:

وَلَا تُكْفَرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ مَا لَمْ يَسْتَحِلَّهُ. [288]

ترجمہ: ہم کسی اہل قبلہ کو گناہ کرنے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے۔

اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا معنی:

اہل قبلہ کی تکفیر سے اجتناب کا معنی یہ ہے کہ محض گناہوں کے ارتکاب یا غیر واضح و غیر مشہور امور کے انکار کی بنا پر کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔

مولانا عبد العزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ (ت 1239ھ) فرماتے ہیں:

وَمَعْنَى عَدَمِ تَكْفِيرِ أَهْلِ الْقِبْلَةِ أَنْ لَا يُكْفَرَ بِإِرتِكَابِ الْمَعَاصِي، وَلَا بِإِنْكَارِ الْأُمُورِ الْخَفِيَّةِ غَيْرِ الْمَشْهُورَةِ، هَذَا مَا حَقَّقَهُ الْمُحَقِّقُونَ. [289]

ترجمہ: اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو گناہوں کے ارتکاب پر کافر قرار نہ دیا جائے، اور نہ ہی امور خفیہ غیر مشہورہ کے انکار پر۔ یہی بات محققین اہل علم نے تحقیق کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔

[288] العقيدة الطحاوية: ص 24

[289] العقيدة الطحاوية: ص 24

فائدہ نمبر 1:

یہ جو کہا جاتا ہے کہ ”اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے“ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ

- 1: انہیں ارتکابِ معاصی کی وجہ سے کافر نہ کہا جائے۔
- 2: انہیں امور خفیہ غیر مشہورہ (امورِ غیر بدیہہ) کے انکار کی وجہ سے کافر نہ کہا جائے۔
- 3: انہیں عقائد ظنیہ کے انکار کی وجہ سے کافر نہ کہا جائے۔^[290]

فائدہ نمبر 2: علامہ پرہاڑوی رحمہ اللہ کی اس عبارت میں ”امور خفیہ غیر مشہورہ“ سے مراد....

- 1: وہ اعتقادات ہیں جو عوام میں زیادہ شہرت نہ پاتے ہوں اور ان کا سمجھنا نظر و فکر پر منحصر ہو۔
- مثال: قرآن کریم کا قدیم ہونا

فرشتوں پر انبیاء علیہم السلام کی فضیلت

- 2: فقہاء کے اجتہادی مسائل۔

مثال: ”قروء“ سے مراد حیض ہونا،

سودی چیزوں میں کمی زیادتی اور ادھار کا حرام ہونا۔

فائدہ نمبر 3: علامہ پرہاڑوی رحمہ اللہ کی اس عبارت میں ”الْأُمُورُ الْخَفِيَّةُ غَيْرُ الْمَشْهُورَةِ“ یہ ”امور

بدیہیہ مشہورہ“ کے مقابلے میں ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر اہل قبلہ؛ امورِ بدیہیہ مشہورہ یعنی ضروریاتِ دین کا انکار کر دیں تو اب انہیں کافر کہا جائے گا۔

فائدہ نمبر 4:

عوام الناس میں اہل قبلہ کا جو اصطلاحی مفہوم مشہور ہے کہ ”اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو قبلہ کی

طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں“ تو یہ مفہوم لغوی ہے۔ ”اہل قبلہ“ ایک شرعی اصطلاح ہے جس کی مخصوص مراد ہے یعنی ضروریات دین کو ماننے والے لوگ۔

مثال: "اذان"

اس کا لغوی معنی ہے: "اعلان"۔

اور شرعی معنی ہے: مخصوص اوقات میں کیا جانے والا مخصوص اعلان۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت 970ھ) لکھتے ہیں:

هُوَ لُغَةً اِلْعْلَامٌ ... وَشَرْعًا: اِعْلَامٌ مَّخْصُوصٌ فِي وَقْتٍ مَّخْصُوصٍ. [291]

ترجمہ: اذان کا لغت میں معنی "اعلان" ہے... اور شریعت کی اصطلاح میں یہ ایک مخصوص وقت میں کیا جانے والا مخصوص اعلان ہے۔

[291] البحر الرائق شرح كنز الدقائق: ج 1 ص 442 کتاب الصلاة، باب الاذان

فصل یازدہم

جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو ان کا اُخروی حکم

جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو ان کا اُخروی حکم

اس اعتبار سے افراد کی پانچ قسمیں ہیں:

(1): ایک شخص کو دعوتِ اسلام نہیں پہنچی اور وہ عقیدہ توحید کے بغیر دنیا سے چلا گیا اور اس میں وجودِ باری تعالیٰ، توحیدِ باری تعالیٰ وغیرہ میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت موجود تھی تو وہ عند اللہ معذور نہیں ہو گا بلکہ اس کا مؤاخذہ ہو گا۔ [292]

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت 335ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَوْ لَمْ يَبْعَثِ اللَّهُ تَعَالَى رَسُولًا لَوَجَبَ عَلَى الْعُقَلَاءِ مَعْرِفَتُهُ بِعُقُولِهِمْ. [293]

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ کسی رسول کو مبعوث نہ فرماتے تب بھی عقل مندوں پر عقل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو پہچاننا ضروری ہوتا۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1362ھ) ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

اس شخص کو اگر کبھی کسی اہل حق کے کہنے سے یا خود کسی خیال کے آنے سے اپنے طریقہ میں شبہ پڑا ہو اور پھر بھی تحقیق کی فکر نہ کی ہو تب تو اس پر مؤاخذہ ہو گا۔ [294]

شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (ت 1394ھ) فرماتے ہیں:

کفر و شرک چونکہ امر بدیہی ہے کہ عقل و فطرت سے بھی معلوم ہو سکتا ہے اس لیے انکارِ خداوندی اور

[292] التنقيحات

[293] اصول الشاشی: ص 50 فصل فی الامر

[294] امداد الفتاویٰ: ج 5 ص 404

شرک پر ہر حال میں مواخذہ ہو گا۔ [295]

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (ت 1396ھ) لکھتے ہیں:

بعض ائمہ کے نزدیک جو اسلامی عقائد عقل سے سمجھے جاسکتے ہیں مثلاً خدا کا وجود، اس کی توحید وغیرہ پس جو

لوگ اس کے منکر ہوں گے ان کو کفر پر عذاب ہو گا اگرچہ ان کو کسی نبی و رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ [296]

(2): ایک شخص کو دعوتِ اسلام نہیں پہنچی اور وہ عقیدہ توحید کے بغیر دنیا سے چلا گیا اور اس میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت موجود نہیں تھی تو آخرت میں اس کا امتحان ہو گا کہ یہ شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ ایک منادی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس شخص کو پیغام دے گا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ! اگر یہ اس آگ میں داخل ہوا تو وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور پر امن ہو جائے گی اور یہ اطاعت گزار شمار ہو گا۔ اس صورت میں اس کا مواخذہ نہیں ہو گا۔ اگر اس نے اطاعت نہ کی تو یہ نافرمان شمار ہو گا۔ اس صورت میں اس کا مواخذہ ہو گا۔ [297]

فائدہ:

یہی حکم بہرے، پاگل اور بہت بوڑھے کا بھی ہے۔

شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (ت 1394ھ) فرماتے ہیں:

قولِ فیصل اس کے بارے میں یہ ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں کا امتحان ہو گا اور منجانب اللہ ان کے پاس ایک فرشتہ آئے گا اور کہے گا کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ دوزخ کی آگ میں داخل ہو جاؤ! پس جو حکم خداوندی کی اطاعت کرے گا آگ اس کے حق میں برد اور سلام بن جائے گی اور جو انکار کرے گا اس کو گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ حاصل کلام یہ کہ قیامت کے دن ان لوگوں کا اس طرح امتحان لیا جائے گا جو اطاعت کرے گا وہ بہشت

[295] معارف القرآن: ج 4 ص 264 تفسیر سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر 15

[296] معارف القرآن: ج 5 ص 456 تفسیر سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 15 ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾

[297] التنقیحات

میں داخل کر دیا جائے گا۔ جو نافرمانی کرے گا وہ ذلت و خواری کے ساتھ داخل نار ہو گا۔ [298]

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت کرتے ہیں:

عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ سَرِيعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَرْبَعَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَصَمٌّ لَا يَسْمَعُ شَيْئًا وَرَجُلٌ أَحْمَقٌ وَرَجُلٌ هَرَمٌ وَرَجُلٌ مَاتَ فِي فِتْرَةٍ فَأَمَّا الْأَصَمُّ فَيَقُولُ: رَبِّ! لَقَدْ جَاءَ الْإِسْلَامُ وَمَا أَسْمَعُ شَيْئًا وَأَمَّا الْأَحْمَقُ فَيَقُولُ: رَبِّ! لَقَدْ جَاءَ الْإِسْلَامُ وَمَا أَعْقِلُ شَيْئًا، وَأَمَّا الَّذِي مَاتَ فِي الْفِتْرَةِ فَيَقُولُ: رَبِّ! مَا أَتَانِي لَكَ رَسُولٌ، فَيَأْخُذُ مَوَاقِفَهُمْ لِيُطِيعَهُ فَيُرْسَلُ إِلَيْهِمْ أَنْ ادْخُلُوا النَّارَ، قَالَ: فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ دَخَلُوهَا لَكَانَتْ عَلَيْهِمْ بَرْدًا وَسَلَامًا." [299]

ترجمہ: حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن چار قسم کے لوگ ہوں گے (جو اپنی نجات کے لیے یوں دلائل دیں گے) ایک بہرہ جو کچھ بھی نہیں سنا، دوسرا احمق آدمی، تیسرا بوڑھا شخص اور چوتھا وہ شخص جو زمانہ فترت (یعنی اس زمانے میں جس میں وحی نہ آتی تھی) فوت ہوا۔ چنانچہ

- ✽ بہرہ شخص عرض کرے گا: یا اللہ! جب اسلام آیا تو میں اس وقت کچھ بھی نہیں سن سکتا تھا۔
- ✽ احمق آدمی کہے گا: یا اللہ! جب اسلام آیا تو میری حالت یہ تھی کہ بچے مجھے میگنیاں مارتے تھے۔
- ✽ بوڑھا شخص کہے گا: یا اللہ! جب اسلام آیا تو میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا (میرے حواس کام چھوڑ چکے تھے)

✽ اور جو شخص زمانہ فترت میں فوت ہوا تو وہ کہے گا: یا اللہ! میرے پاس آپ کا کوئی رسول نہیں آیا۔

[298] معارف القرآن: ج 4 ص 265 تفسیر سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 15 ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا﴾

[299] مسند احمد: ج 12 ص 518 رقم الحدیث 16253

(ان کی باتیں سن کر) اللہ تعالیٰ ان سے عہد لیں گے کہ تم لوگ میری اطاعت کرو گے۔ چنانچہ (اس اطاعت کے امتحان کے لیے) ان کی طرف یہ پیغام بھیجا جائے گا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں مجھ محمد کی جان ہے اگر وہ اس میں داخل ہو گئے تو وہ اسے ٹھنڈی اور پر امن پائیں گے۔

(3): ایک شخص میں عقل و فہم موجود ہے لیکن اس کو دعوتِ اسلام نہیں پہنچی اور وہ عقیدہ توحید کے بغیر دنیا سے چلا گیا اور اس شخص نے معاصی کا ارتکاب بھی کر رکھا ہو تو ارتکابِ معاصی کی وجہ سے اس کا مواخذہ نہیں ہو گا کیونکہ اجتناب عن المعاصی کی بنیاد رسول یا کسی داعی کا اسے دعوت دینا ہے۔ البتہ توحید نہ ہونے کی وجہ سے مواخذہ ہو گا۔ [300]

شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (ت 1394ھ) فرماتے ہیں:

آیت ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا﴾ میں عدم عذاب کا حکم معاصی کے ساتھ مخصوص ہے کہ قبل بعثت ارتکابِ معاصی پر عذاب نہ ہو گا۔ [301]

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (ت 1396ھ) لکھتے ہیں:

عام معاصی اور گناہوں پر سزا بغیر دعوت و تبلیغِ انبیاء کے نہیں ہو گی۔ [302]

(4): ایک شخص میں عقل و فہم موجود ہے، اس کو دعوتِ اسلام بھی پہنچی ہے لیکن وہ عقیدہ توحید کے بغیر دنیا سے چلا گیا اور اس نے معاصی کا ارتکاب بھی کر رکھا ہو تو اس شخص کو عدم ایمان کی وجہ سے عذاب ہو گا اور ارتکاب

[300] التنقیحات

[301] معارف القرآن: ج 4 ص 264 تفسیر سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر 15

[302] معارف القرآن: ج 5 ص 456 تفسیر سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 15

معاصی کی وجہ سے ازدیاد عذاب ہو گا۔^[303]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ (۴۲) قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصْلِيِّينَ (۴۳) وَلَمْ نَكُ نَطْعُمُ الْمُسْكِينِ ۖ

(۴۴)﴾^[304]

ترجمہ: (اصحاب الیمین جب جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ تمہیں کس وجہ سے جہنم میں آنا پڑا؟ تو جہنمی بتائیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، مسکینوں کو کھانا نہیں کھاتے تھے۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1362ھ) لکھتے ہیں:

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفار مکلف بالفروع ہیں۔ سقر میں دو چیزیں ہوں گی: تعذیب و زیادتِ تعذیب۔ پس ممکن ہے کہ مجموعہ اعمال مذکورہ سبب ہو مجموعہ تعذیب و زیادتِ تعذیب کا اس طرح کہ کفر و تکذیب تو سبب ہو تعذیب کا اور ترک صلوٰۃ وغیرہ سبب ہو زیادتِ تعذیب کا، اور غیر مکلف بالفروع ہونے کے معنی یہ کہے جاویں گے کہ ان فروع پر نفس تعذیب نہ ہوگی اور زیادتِ تعذیب اس لیے ہو کہ ضمن اصول میں تو آخر ان فروع کے بھی مکلف ہیں۔ بس تکلیف ضمنی سبب ہو جاوے زیادت کا۔^[305]

(5): اگر کوئی شخص مسلمان ہو اور جہالت کی وجہ سے معاصی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو تو اس کا مؤاخذہ ہو گا۔ جہالت اس شخص کے لیے عذر شمار نہیں ہوگی کیونکہ جب اس شخص نے اسلام قبول کیا ہے تو اسلامی احکامات اور قواعد و قوانین کا سیکھنا بھی اس پر فرض ہے۔ جیسے ایک شخص جب کسی ملک میں داخل ہو تو اس ملک کے قوانین سے واقفیت حاصل کرنا اس پر لازم ہوتا ہے۔ اگر عدم علم کی وجہ سے وہ کسی قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کا یہ عذر قابل

[303] التنقیحات

[304] سورة المدثر: 42 تا 44

[305] تفسیر بیان القرآن: ج 3 ص 611، تفسیر سورة المدثر آیت ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ﴾

قبول نہیں ہوتا کہ مجھے پتا نہیں تھا۔

شیخ عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان الکلبی الخفی رحمہ اللہ (ت 1078ھ) لکھتے ہیں:

لَوْ أَسْلَمَ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالشَّرَائِعِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ، لِأَنَّهَا دَارُ الْعِلْمِ وَشَيْئُوعِ
الْأَحْكَامِ، فَلَا يَكُونُ مَعْذُورًا فِي تَرْكِ الْعِلْمِ. [306]

ترجمہ: اگر کوئی شخص دارالاسلام میں اسلام لے آئے اور شریعت کے احکام کو نہ جانتا ہو (اور بعد میں اس کو روزے کی فرضیت کا علم ہو جائے) تو اس پر (سابقہ روزہ کی قضاء کرنا) لازم ہے، کیونکہ یہ علم اور احکام کے شائع ہونے کی سرزمین ہے، لہذا وہ علم کے ترک میں معذور نہیں ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

مُسْلِمٌ قَالَ: "أَنَا مُلْجِدٌ" يَكْفُرُ، وَكَوْ قَالَ: "مَا عَلِمْتُ أَنَّهُ كُفْرٌ" لَا يُعْذَرُ بِهَذَا رَجُلٌ. [307]

ترجمہ: کوئی مسلمان یہ کہے کہ ”میں ملحد ہوں“ تو ایسا کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر وہ یہ کہے کہ ”مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ خود کو ملحد کہنا کفر ہے“ تب بھی اس کا یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

انسان کو اس طرح کے عقائد نہ جاننے کی وجہ سے معذور نہیں سمجھا جاسکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اس طرح کے احکام جاننے کی وجہ سے بھی معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔

فائدہ:

مذکورہ بالا گفتگو اس شخص کے بارے میں ہے جس کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ البتہ مسلمان کو دعوت پہنچی ہے اور وہ اس کو قبول کر چکا ہے اس لیے یہاں ”مسلمان“ کا ذکر تبعاً ہے، اصلاً کفار کا حکم بیان کیا جا رہا ہے۔

[306] مَجْمَعُ الْأَنْهَارِ فِي شَرْحِ مُلْتَقَى الْأَبْحَرِ: ج 1 ص 218

[307] فتاویٰ عالمگیری: ج 2 ص 279 کتاب السیر

فصل دوازدہم

کفار سے تعلقات کا حکم

کفار سے تعلقات کا حکم

کفار سے تعلقات کی چار قسمیں ہیں:

- (1): موالات یعنی کفار سے دلی محبت اور دوستی کرنا
 - (2): مدارات یعنی کفار سے ظاہری خوش خلقی سے پیش آنا
 - (3): مواساة یعنی کفار سے غم خواری کرنا
 - (4): معاونت یعنی کفار کا تعاون کرنا
- ان چاروں اقسام کا حکم یہ ہے:

موالات کا حکم:

کفار سے موالات یعنی دل سے محبت اور دوستی کسی حال میں بھی جائز نہیں۔

دلیل نمبر 1:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتَ﴾ [308]

ترجمہ: مؤمنین؛ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو شخص ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ہاں تم ان سے بچنے کے لیے کوئی طریقہ اختیار کرو [تو تمہارے لیے اس کی گنجائش ہے]۔

دلیل نمبر 2:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ

[309] يَتَوَلَّاهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ﴿

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنانا، وہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں! اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو اس کا شمار انہی میں ہو گا۔

دلیل نمبر 3:

[310] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔

مدارات کا حکم:

مدارت یعنی ظاہری خوش خلقی۔

مدارت ان تین مقاصد کے لیے جائز ہے:

- 1: کافر کے شر اور نقصان سے بچنے کے لیے
 - 2: کافر کی ہدایت کے لیے (بشرطیکہ یہ توقع ہو کہ ہمارے اس عمل سے وہ ہدایت کی طرف آئے گا)
 - 3: کافر اگر مہمان ہو تو اس کے اکرام کے لیے
- ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:
- (1)... کافر کے شر اور نقصان سے بچنے کے لیے

دلیل:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ

[309] سورة المائدة: 51

[310] سورة الممتحنة: 1

اللَّهُ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۖ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿٢٨﴾ [311]

ترجمہ: مومنین؛ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو دوست نہ بنائیں اور جو شخص ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ہاں تم ان سے بچنے کے لیے کوئی طریقہ اختیار کرو (تو تمہارے لیے اس کی گنجائش ہے) اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات اقدس سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

(2)... کافر کی ہدایت کے لیے (بشرطیکہ یہ توقع ہو کہ ہمارے اس عمل سے وہ ہدایت کی طرف آئے گا)

دلیل:

﴿أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ﴿٥﴾ فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ ﴿٦﴾﴾ [312]

ترجمہ: جو شخص لا پرواہی دکھاتا ہے تو آپ اس کی ہدایت کے لیے فکر مند ہوتے ہیں۔

یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سردارانِ قریش؛ عتبہ، ربیعہ، ولید بن مغیرہ، ابی بن خلف، امیہ بن خلف، شیبہ، ابو جہل بن ہشام وغیرہ جمع تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور شرک و بت پرستی کے مہلک نتائج سے باخبر فرما رہے تھے۔ ان سردارانِ قریش کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو توقع تھی کہ وہ اسلام قبول کریں گے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کفار سے مدارات فرمایا۔

سوال:

سورۃ عبس میں تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب فرمایا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے ان سردارانِ قریش کی طرف متوجہ رہے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار کے ساتھ مدارات درست نہ ہوں اگرچہ ان کے راہِ راست پر آنے

[311] سورۃ آل عمران: 28

[312] سورۃ عبس: 4، 5

کی توقع بھی ہو۔

جواب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر محبوبانہ عتاب اس وجہ سے نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سردارانِ قریش کے قبولِ اسلام کی توقع پر ان سے مدارات فرمایا بلکہ عتاب کی وجہ یہ تھی کہ ان کفار کو تبلیغ کرنے سے ان کا نفع غیر یقینی تھا جبکہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو تعلیم دینے سے ان کا نفع یقینی تھا۔ تو عتاب کی وجہ غیر یقینی نفع کو یقینی نفع پر ترجیح دینا تھا، نہ کہ کفار کے قبولِ اسلام کی توقع پر ان سے مدارات کرنا۔

(3)... کا فراگر مہمان ہو تو اس کے اکرام کے لیے

دلیل:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ." [313]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

فائدہ نمبر 1:

اس حدیث مبارک میں ”ضیف“ (مہمان) کا لفظ عام ہے چاہے مسلمان ہو یا کافر، اہل السنۃ والجماعۃ ہو یا اہل بدعت، بحیثیت مہمان کے اس کا اکرام کرنا چاہیے۔

فائدہ نمبر 2:

اگر آنے والا مہمان مقتداء ہو اور اس کا اکرام کرنے سے فتنے کا خطرہ ہو تو ایسے شخص کا اکرام کرنا جائز نہیں۔ مثلاً لوگوں کے اس کی طرف مائل ہونے کا، مسلمانوں کو تکلیف پہنچنے کا یا کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اب اکرام نہ کریں۔^[314]

فائدہ نمبر 3:

کافر کے ساتھ ظاہری خوش خلقی کرنے میں اگر مقصد.....

◆ اس کافر سے مال یا جاہ کا حصول ہو

◆ یا خوش خلقی کرنے میں دینی ضرر اور نقصان ہوتا ہو

تو یہ ظاہری خوش خلقی بھی جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيْبَتُهُمْ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةُ فَإِنَّ

الْعِزَّةُ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾^[315] (۱۳۹)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو دوست بناتے ہیں، کیا یہ ان کے ہاں عزت تلاش کر رہے ہیں؟ یاد رکھو! عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

مواسات کا حکم:

مواسات یعنی کفار سے غمخواری کرنا، بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا، پریشان ہو تو اسے تسلی دینا، فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء سے تعزیت کرنا اور انہیں تسلی دینا وغیرہ۔ جن کفار سے جنگ ہے (یعنی اہل حرب) ان کے

[314] التنقيحات

[315] سورة النساء: 139

ساتھ مواسات جائز نہیں ہے البتہ جن سے جنگ نہیں بلکہ حالت امن ہے ان کے ساتھ جائز ہے۔
دلیل:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:
عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ غُلَامًا لِيَهُودَ كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَالَ: "أَسْلِمَ" فَأَسْلَمَ. [316]
ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا
کرتا تھا۔ ایک بار وہ بیمار ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اسے فرمایا:
”اسلام قبول کرلو!“ تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى جَوَازِ عِيَادَةِ الذِّمِّيِّ. [317]

ترجمہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذمی (غیر مسلم) کی عیادت کرنا جائز ہے۔

علامہ محمد امین بن عمر ابن عابدین شامی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) لکھتے ہیں:
جَاءَ يَهُودِيٌّ أَوْ مَجُوسِيٌّ مَاتَ ابْنٌ لَهُ أَوْ قَرِيبٌ يَنْبَغِي أَنْ يُعَزِّيَهُ، وَيَقُولَ: "أَخْلَفَ اللَّهُ عَلَيْكَ
خَيْرًا مِنْهُ، وَأَصْلَحَكَ اللَّهُ بِالإِسْلَامِ يَعْنِي رَزَقَكَ الإِسْلَامَ وَرَزَقَكَ وَلَدًا
مُسْلِمًا. [318]

ترجمہ: اگر کسی کا ہمسایہ یہودی ہو یا مجوسی ہو اور اس کا بیٹا یا کوئی قریبی رشتہ دار فوت ہو جائے تو مسلمان اس کے

[316] صحیح البخاری: رقم الحدیث 5657

[317] مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج 4 ص 43 کتاب الجنائز، باب عیادة المریض، الفصل الاول

[318] رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی: ج 9 ص 639 کتاب الخطر والاباحۃ فصل فی البیع

ساتھ ان الفاظ سے تعزیت کرے: اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے اور آپ کے حالات کو درست فرمادے! اس کا معنی یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی توفیق عطا فرما کر آپ کے حالات درست فرمائے اور آپ کو ایسا بیٹا عطا فرمائے جو مسلمان بنے۔

فائدہ:

جب کوئی فوت ہوتا ہے تو ایک ضرورت اہل میت کی ہوتی ہے اور ایک ضرورت میت کی۔ اہل میت کی ضرورت ان سے اظہار ہمدردی اور تعزیت کرنا ہے۔ اہل میت مسلمان ہوں یا غیر مسلم ان سے اظہار ہمدردی کی جا سکتی ہیں۔ جہاں تک میت کا تعلق ہے تو اگر میت؛ مسلمان ہو تو اس کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیے اور اگر میت؛ غیر مسلم ہو تو اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا ہر گز ہر گز جائز نہیں۔ مغفرت کی دعا صرف مسلمانوں کا حق ہے۔ اس لیے غیر مسلم میت کے لیے کبھی بھی ایسا جملہ نہ بولا جائے جس سے اس کی مغفرت طلب کرنے اور گناہوں کی معافی مانگنے کا ادنیٰ سا پہلو بھی نکلتا ہو۔ اس سے یکسر اجتناب کرنا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَابَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ﴾ [319]

ترجمہ: ان (کفار و منافقین) میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1270ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ مِنَ الصَّلَاةِ الْمُنْهَيِّ عَنْهَا صَلَاةُ الْبَيْتِ الْمَعْرُوفَةِ، وَهِيَ مُتَضَيِّنَةٌ لِلدُّعَاءِ وَالِاسْتِغْفَارِ وَالِاسْتِشْفَاعِ. [320]

[319] سورة التوبة: 84

[320] تفسیر روح المعانی: ج 10 ص 155 سورة التوبة، رقم الآية 84 "وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ"

ترجمہ: اس آیت میں جس ”صلوٰۃ“ سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد نماز جنازہ ہے (یعنی آپ ان لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھیں) نماز جنازہ میں میت کے لیے دعا، مغفرت طلب کرنا اور اللہ کے ہاں اس کی سفارش کرنا سب شامل ہے (تو نماز سے منع کرنے کا معنی ان سب امور سے منع کرنا ہے)

معاونت کا حکم:

معاونت یعنی ان سے تعاون کرنے کا حکم یہ ہے کہ جن کفار سے جنگ ہے (یعنی اہل حرب) ان کے ساتھ معاونت جائز نہیں ہے اور جن سے جنگ نہیں بلکہ حالت امن ہے ان کے ساتھ جائز ہے۔

دلیل:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الدِّينِ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّينِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸﴾ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الدِّينِ قَتْلُوْكُمْ فِي الدِّينِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظَهَرُوْا عَلٰی اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹﴾ [321]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ جو لوگ دین کے معاملے میں تم سے نہیں لڑے اور نہ ہی انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے کہ تم ان کی مدد کرو یا ان سے تعاون کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تو تمہیں اس بات سے روکتا ہے کہ جن لوگوں نے ساتھ دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہیں نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے کہ تم ان سے دوستی رکھو۔ (یہ بات جان لو کہ) جو لوگ اس کے باوجود ان کی مدد کریں گے تو وہی لوگ ظالم شمار ہوں گے۔

سوال:

آیت میں جنگ کرنے والے کفار سے نیکی اور انصاف کا معاملہ کرنے سے منع کیا گیا ہے حالانکہ نیکی اور

انصاف تو ہر شخص کے ساتھ کرنے کا حکم ہے۔

جواب:

(1): آیت میں ”بر“ (نیکی) نہ کرنے سے مقصود؛ نیکی کے ایک خاص شعبہ ”امداد“ سے منع کرنا ہے۔ یعنی اگر حالت جنگ ہو تو جنگجو کافروں کو افرادی یا مالی امداد فراہم نہ کرو!

(2): آیت میں ”انصاف“ سے منع کرنے کا معنی بھی یہی ہے کہ ان کا تعاون نہ کرو! عرف میں اپنوں اور غیروں کی مدد کرنے والے شخص کے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا انصاف پسند ہے یعنی اپنوں اور غیروں کی تفریق کیے بغیر ہر کسی کی مدد کرتا ہے۔

ملحوظ: ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ﴾ سے مراد بھی امداد کرنا ہے کیونکہ عام طور پر جس سے محبت ہوتی ہے اسی کی مدد کی جاتی ہے۔ تو یہاں بھی ”تولی“ (محبت و دوستی) کا اطلاق ”امداد“ پر کیا گیا ہے۔

فصل سیزدہم

لعنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	لعنت بھیجنے کے حکم کی تفصیلات
-------------------------------	-------------------------------

لعنت کرنے کا حکم

لعنت کا لغوی معنی:

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) علامہ شمس الدین محمد بن حسام الدین الخراسانی الحنفی المعروف علامہ قہستانی رحمہ اللہ (ت 962ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

الَّلَّعْنُ فِي الْأَصْلِ: الطَّرْدُ. [322]

ترجمہ: لعنت؛ لغت میں دور کرنے کو کہتے ہیں۔

لعنت کا اصطلاحی معنی:

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) علامہ شمس الدین محمد بن حسام الدین الخراسانی الحنفی المعروف علامہ قہستانی رحمہ اللہ (ت 962ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

الَّلَّعْنُ... شَرْعًا فِي حَقِّ الْكُفَّارِ: الْإِبْعَادُ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى،
وَفِي حَقِّ الْمُؤْمِنِينَ: الْإِسْقَاطُ عَنْ دَرَجَةِ الْأَبْرَارِ. [323]

ترجمہ: لعنت کا شرعی معنی کافروں کے حق میں انہیں اللہ کی رحمت سے دور کرنا، اور مؤمنین کے حق میں انہیں ابرار (نیک صالح لوگوں) کے درجہ سے محروم کرنا ہے۔

لعنت بھیجنے کے حکم کی تفصیلات:

افراد اور ان کے احوال کے پیش نظر ان پر لعنت بھیجنے کے حکم میں کچھ تفصیل ہے۔

1: ایسے افراد جن کے بارے میں یقین ہو کہ ان کی موت حالت کفر پر ہوئی ہے ان کا نام لے کر ان پر لعنت

[322] رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی: ج 5 ص 53 کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی حکم لعن العصاة

[323] رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی: ج 5 ص 53 کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی حکم لعن العصاة

کرنا جائز ہے۔

جیسے یوں کہنا کہ فرعون پر لعنت، ابو جہل (عمر بن ہشام) پر لعنت۔

2: ایسے افراد جن کی موت حالت کفر پر ہوئی ہو ان کا نام لیے بغیر ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔

جیسے یوں کہنا کہ ”کفر پر مرنے والوں پر لعنت ہو۔“

3: زندہ یا مردہ کی قید کے بغیر مطلقاً کافر پر لعنت بھیجنا بھی جائز ہے چاہے ان کفار کا وصف عام (کفر) ذکر کر کے

لعنت کی جائے یا وصف خاص (مثلاً یہودیت، نصرانیت وغیرہ) ذکر کر کے لعنت کی جائے۔

جیسے یوں کہنا کہ کافروں پر اللہ کی لعنت، یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت۔

4 اگر کوئی کافر ایسا ہو جو زندہ ہو، اسلام کا صریح مخالف ہو، اپنی تصنیف، تقریر اور اثر و رسوخ کے ذریعے

اسلام کو نقصان پہنچاتا ہو، ضدی اور ہٹ دھرم ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے۔

5: ایسے زندہ مسلمان جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں تو ان کے کسی فرد کو متعین کیے بغیر ان کو اس گناہ کے

ساتھ متصف کر کے ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔

جیسے یوں کہنا: ان مردوں پر لعنت جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت جو

مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

6: جو شخص زندہ ہو اور حالت کفر میں ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا جائز نہیں۔

7: جس شخص کا کفر پر مرنے کا کسی دلیل سے معلوم نہ ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔

8: ایک شخص کفر پر مر گیا اور اس کا کفر پر مرنے کا یقینی ہو اور وہ شخص جب تک زندہ تھا اسلام کے لیے نقصان کا

باعث نہیں تھا، اگر اس شخص پر لعنت بھیجنے سے اس کے کسی رشتہ دار مسلمان کو تکلیف پہنچتی ہو تو اس شخص پر لعنت

نہیں بھیجی جائے۔

جیسے ایک شخص کافر تھا اور اس کا بیٹا مسلمان ہے، اگر اس کافر پر لعنت بھیجیں تو اس کے بیٹے کو تکلیف ہوگی تو

اب اس پر لعنت نہ بھیجی جائے۔

9: مسلمان جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں ان کے کسی فرد کو معین کر کے لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے۔

10: فوت شدہ مسلمان فاسق ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔

ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

[1]: ایسے افراد جن کے بارے میں یقین ہو کہ ان کی موت حالت کفر پر ہوئی ہے ان کا نام لے کر ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔

جیسے یوں کہنا کہ فرعون پر لعنت، ابو جہل (عمر بن ہشام) پر لعنت۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:

يَجُوزُ اللَّعْنُ عَلَى كَافِرٍ مُّعَيَّنٍ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ كَفَرَعُونَ وَأَيُّ جَهْلٍ [324]

ترجمہ: خاص اس کافر پر لعنت کرنا جائز ہے جو کفر پر مرا ہو جیسے فرعون اور ابو جہل۔

دلیل 1:

﴿فَاتَّبِعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۖ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ﴾ (۹۷) يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ

النَّارَ ۚ وَيُنَسِّسُ الْوَرْدُ الْمَوْرُودُ (۹۸) وَاتَّبِعُوا فِي هَذِهِ لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ يُنَسِّسُ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ (۹۹) ﴿

[325]

ترجمہ: ان (سرداروں) نے فرعون کا حکم مانا، حالانکہ فرعون کا حکم بالکل بھی درست نہ تھا۔ وہ روز قیامت اپنی قوم کے آگے آگے ہو گا، پھر وہ انہیں دوزخ کے گھاٹ پر جاتا رہے گا۔ اور وہ بدترین گھاٹ ہے جس پر کوئی جا اترے۔ اس دنیا میں بھی ان پر لعنت کی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ یہ بدترین انعام ہے جو کسی کو ملے۔

دلیل 2:

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

[324] مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج 9 ص 22 تحت الحدیث 4849

[325] سورة هود: 97 تا 99

عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا جَهْلٍ وَقَدْ جُرِحَ وَقُطِعَتْ رِجْلُهُ قَالَ: فَجَعَلْتُ أَضْرِبُهُ بِسَيْفِي فَلَا يَعْمَلُ فِيهِ شَيْئًا. قِيلَ لَشَرِّكَ فِي الْحَدِيثِ: وَكَانَ يَذُبُّ بِسَيْفِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ حَتَّى أَخَذْتُ سَيْفَهُ فَضَرَبْتُهُ بِهِ حَتَّى قَتَلْتُهُ قَالَ: ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: قَدْ قَتَلَ أَبُو جَهْلٍ، وَرُبَّمَا قَالَ شَرِّكَ: قَدْ قَتَلْتُ أَبَا جَهْلٍ، قَالَ: أَنْتَ رَأَيْتَهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: "اللَّهُ؟" مَرَّتَيْنِ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَادْهَبْ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَيْهِ، قَالَ: فَذَهَبَ فَأَتَاهُ وَقَدْ غَيَّرَتِ الشَّمْسُ مِنْهُ شَيْئًا فَأَمَرَ بِهِ وَبِأَصْحَابِهِ فَسُجِبُوا حَتَّى أُلْقُوا فِي الْقَلْبِ قَالَ: وَاتَّبَعَ أَهْلُ الْقَلْبِ لَعْنَةً وَقَالَ: كَانَ هَذَا فِرْعَوْنَ هَذِهِ الْأُمَّةِ. [326]

ترجمہ: ابو عبیدہ رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں (غزوہ بدر میں) ابو جہل کے پاس پہنچا۔ وہ زخمی پڑا تھا۔ اس کا ایک پاؤں کٹ چکا تھا۔ میں اسے اپنی تلوار سے مارنے لگا لیکن تلوار نے اس پر کچھ اثر نہ کیا۔ راوی حدیث شریک سے پوچھا گیا: کیا ابو جہل اپنی تلوار کے ذریعے مقابلہ کر رہا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اسے مسلسل تلوار مارتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کی تلوار چھینی اور اسی تلوار کے ذریعے اس پر وار کیا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابو جہل مارا گیا ہے۔ راوی حدیث شریک کبھی یہ الفاظ بھی نقل کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے خود ابو جہل کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ مجھے قسم دے کر پوچھا (کہ واقعی وہ قتل ہو گیا ہے) تو میں نے عرض کیا: جی ہاں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ساتھ چلو تاکہ میں بھی اسے دیکھوں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی لاش کے پاس تشریف لائے۔ سورج کی تپش نے اس کی لاش کے کچھ حصے کو خراب کر دیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابو

جہل اور اس کے ساتھیوں کو کھینچ کر کنوئیں میں ڈال دو۔ فرمایا کہ ان کنوئیں والوں پر لعنت برسائی گئی۔ فرمایا: یہ اس امت کا فرعون تھا۔

[2]: ایسے افراد جن کی موت حالت کفر پر ہوئی ہو ان کا نام لیے بغیر ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔
جیسے یوں کہنا کہ ”کفر پر مرنے والوں پر لعنت ہو۔“

دلیل:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾
(۱۶۱) ﴿[327]﴾

ترجمہ: بیشک جنہوں نے کفر اختیار کیا اور کافر ہونے کی حالت میں ہی مر گئے، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

[3]: زندہ یا مردہ کی قید کے بغیر مطلقاً کافر پر لعنت بھیجنا بھی جائز ہے چاہے ان کفار کا وصف عام (کفر) ذکر کر کے لعنت کی جائے یا وصف خاص (مثلاً یہودیت، نصرانیت وغیرہ) ذکر کر کے لعنت کی جائے۔
جیسے یوں کہنا کہ کافروں پر اللہ کی لعنت، یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:
يَجُوزُ اللَّعْنُ بِالْوَصْفِ الْأَعْمِ كَقَوْلِهِ: "لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكُفَرِيِّينَ"، أَوْ بِالْأَخْصِ كَقَوْلِهِ: "لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ". [328]

ترجمہ: عام وصف کا ذکر کرتے ہوئے (اس کے حاملین پر) لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسے یوں کہنا: کافروں پر اللہ کی لعنت ہو، اور خاص وصف کا ذکر کرتے ہوئے لعنت کرنا بھی جائز ہے جیسے یوں کہنا: یہود پر اللہ کی لعنت۔

[327] سورة البقرة: 161

[328] مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج 9 ص 82 کتاب الآداب باب حفظ اللسان والغیبة والشم

دلیل 1:

﴿وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۖ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۖ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ (۸۹) [329]

ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی کتاب پہنچی جو ان کے پاس موجود کتاب [تورات] کی تصدیق کرنے والی ہے؛ حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں کے مقابلے میں [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے] فتح مانگا کرتے تھے؛ تو جب وہ [پیغمبر قرآن کریم لے کر] ان کے پاس آگیا جسے وہ پہچانتے بھی تھے، تو وہ اس کے انکاری ہو گئے۔ تو اللہ کی لعنت ہے کافروں پر۔

دلیل 2:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: "لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ." [330]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفا میں جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحت یاب نہ ہو سکے، فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے، انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

[4]: اگر کوئی کافر ایسا ہو جو زندہ ہو، اسلام کا صریح مخالف ہو، اپنی تصنیف، تقریر اور اثر و رسوخ کے ذریعے اسلام کو نقصان پہنچاتا ہو، ضدی اور ہٹ دھرم ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے۔ [331]

[329] سورة البقرة: 89

[330] صحیح البخاری: رقم الحدیث 1390

[331] التنقيحات

دلیل:

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 671ھ)؛ امام ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محمد المعافری ابن العربی المالکی رحمہ اللہ (ت 543ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْعَرَبِيِّ: وَالصَّحِيحُ عِنْدِي جَوَازُ لَعْنِهِ لِظَاهِرِ حَالِهِ وَلِجَوَازِ قِتْلِهِ وَقِتْلَالِهِ. [332]

ترجمہ: علامہ ابن العربی (ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محمد المعافری ابن العربی المالکی، ت 543ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اس پر (یعنی معین زندہ کا فرپر) لعنت کرنا جائز ہے اس کے ظاہر حال کی وجہ سے، اور اس لیے بھی کہ اس سے قتل و قتال جائز ہے۔

امام علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم خازن بغدادی رحمہ اللہ (ت 741ھ) لکھتے ہیں:

وَذَهَبَ بَعْضُهُمْ إِلَى جَوَازِ لَعْنِ إِنْسَانٍ مُّعَيَّنٍ مِنَ الْكُفَّارِ، بِدَلِيلِ جَوَازِ قِتْلَالِهِ. [333]

ترجمہ: بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ کسی خاص کا فرپر لعنت کرنا جائز ہے، کیونکہ اس کے قتال کے جائز ہونے سے یہ امر ثابت ہوتا ہے۔

ایسے شخص پر لعنت بھیجنا اس لیے جائز ہے کیونکہ اس کے عمل سے شر اور فتنہ پیدا ہو رہا ہے۔ لعنت کرنے کا مقصد اس شخص کے شر اور فتنہ انگیزی سے مسلمانوں کو باخبر کرنا اور بچانا ہے۔

[5]: ایسے زندہ مسلمان جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں تو ان کے کسی فرد کو متعین کیے بغیر ان کو اس گناہ کے ساتھ متصف کر کے ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔

جیسے یوں کہنا: ان مردوں پر لعنت جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

[332] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج 1 ص 313 تفسیر سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ 161 "إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ"

[333] تفسیر الخازن: ج 1 ص 108 تفسیر سورۃ البقرۃ: تحت قولہ "خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ" رقم الآیۃ 162

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) لکھتے ہیں:

وَبِخِلَافٍ غَيْرِ الْمُعَيَّنِ كَالظَّالِمِينَ وَالْكَاذِبِينَ فَيَجُوزُ أَيْضًا. [334]

ترجمہ: بخلاف غیر معین شخص کے جیسے ظالموں پر لعنت، جھوٹوں پر لعنت تو ایسا کہنا بھی جائز ہے۔

فائدہ:

یہاں لعنت کا معنی یہ ہو گا کہ یہ مسلمان، نیک لوگوں کے مقام و مرتبہ سے کم مرتبہ کے لوگ ہیں۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) علامہ شمس الدین

محمد بن حسام الدین الخراسانی الحنفی رحمہ اللہ (ت 962ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

الْلَعْنُ... فِي حَقِّ الْمُؤْمِنِينَ إِلَّا سَقَاطَ عَنْ دَرَجَةِ الْأَبْرَارِ. [335]

ترجمہ: لعنت کا شرعی معنی مومنین کے حق میں یہ ہے کہ انہیں ابراہر (نیک صالح) کے درجہ سے گرا نا ہے۔

دلیل نمبر 1:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ

الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ. [336]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت

فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار

کریں۔

[334] رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی: ج 5 ص 53 کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی حکم لعن العصاة

[335] رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی: ج 5 ص 53 کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی حکم لعن العصاة

[336] صحیح البخاری: رقم الحدیث 5885

دلیل نمبر 2:

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ الرِّبَا وَمُؤْكَلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدِيهِ وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ. [337]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سودی معاملہ لکھنے والے اور سودی معاملے پر گواہ بننے والے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ تمام لوگ اس معاملے میں برابر کے شریک ہیں۔

[6]: جو شخص زندہ ہو اور حالت کفر میں ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا جائز نہیں۔

حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) اس

آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فَأَمَّا الْكَافِرُ الْمُعِينُ، فَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ إِلَى أَنَّهُ لَا يُلْعَنُ، لِأَنَّا لَا نَدْرِي بِمَا يَخْتِمُ اللَّهُ لَهُ. [338]

ترجمہ: رہا کسی معین کافر پر لعنت کرنے کا معاملہ تو بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ اس پر لعنت نہ کی جائے، کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کس حالت میں موت دیں گے۔

فائدہ:

اس سے مراد وہ شخص ہے میں ایسے قرائن پائے جاتے ہوں جن سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص علی الدوام

کفر پر نہیں رہے گا کہ اس کی موت بھی کفر پہ آئے بلکہ اس میں امکان ہو کہ یہ کسی وقت مسلمان ہو سکتا ہے، ایسے

[337] صحیح مسلم: رقم الحدیث 1598

[338] تفسیر القرآن الکریم لابن کثیر: ج 1 ص 413، سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ 161 "إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا"

شخص پر لعنت بھیجنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص ایسا ہو جو کافر ہے لیکن اس کے بارے میں قرآن و شواہد ایسے ہوں جن سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ کبھی بھی اسلام نہ لائے گا تو اس پر لعنت کرنا جائز ہو گا کیونکہ یہاں مقصد اس شخص کے شر سے مسلمانوں کو خبردار کرنا اور بچانا ہے۔
دلیل:

علامہ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الحنفی رحمہ اللہ (ت 1127ھ) لکھتے ہیں:

لَأَنَّ حَالَ خَاتِمَتِهِ غَيْرُ مَعْلُومٍ، وَرَبَّمَا يُسَلِّمُ الْكَافِرُ أَوْ يَتُوبُ فَيَمُوتُ مُقَرَّبًا عِنْدَ اللَّهِ، فَكَيْفَ يُحْكَمُ بِكَوْنِهِ مَلْعُونًا؟ أَلَا يُرَى أَنَّ وَحْشِيًّا قَتَلَ عَمَّ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَعْنِي حَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ثُمَّ أَسْلَمَ عَلَى يَدِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَبَشَّرَهُ اللَّهُ بِالْجَنَّةِ.^[339]

ترجمہ: (معین کافر پر لعنت کرنا اس لیے جائز نہیں) کیونکہ اس معین شخص کے خاتمے کا حال معلوم نہیں ہے اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کافر؛ مسلمان ہو جاتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے اور اللہ کے ہاں قرب کا مقام پالیتا ہے اور اسی حالت میں اس کی وفات ہو جاتی ہے تو اس کو ملعون کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ کیا یہ بات واضح نہیں کہ حبشی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور پھر نبی علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام لائے اور اللہ نے انہیں جنت کی بشارت دی۔

[7]: جس شخص کا کفر پر مرنا کسی دلیل سے معلوم نہ ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ تَجُزْ عَلَى مُعَيَّنٍ لَمْ يُعْلَمْ مَوْتُهُ عَلَى الْكُفْرِ بِدَلِيلٍ.^[340]

ترجمہ: اس متعین شخص پر لعنت نہیں کی جائے گی جس کا کفر پر مرنا کسی دلیل سے (یقینی طور پر) ثابت نہ ہو۔

[339] تفسیر روح البیان: ج 1 ص 142، سورة البقرة، رقم الآية 87 "وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ"

[340] رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی: ج 5 ص 53 کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی حکم لعن العصاة

دلیل:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾^[341] (۱۶۱)

ترجمہ: بیشک جنہوں نے کفر اختیار کیا اور کافر ہونے کی حالت میں ہی مر گئے، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فَأَمَّا الْكَافِرُ الْمُبْعِثُ، فَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ إِلَى أَنَّهُ لَا يُلْعَنُ، لِأَنَّا لَا نَذَرِي بِمَا يَخْتِمُ اللَّهُ لَهُ. وَاسْتَدَلَّ بَعْضُهُمْ بِالْآيَةِ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾^[342]

ترجمہ: رہا کسی معین کافر پر لعنت کرنے کا معاملہ تو بعض علماء کا موقف یہ ہے کہ اس پر لعنت نہ کی جائے، کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کس حالت میں موت دیں گے، اور بعض حضرات نے اس موقف پر اس آیت سے دلیل پکڑی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا﴾ الخ

استدلال:

قرآن مجید نے لعنت کو ان کفار کے ساتھ خاص کیا ہے جو کفر پر ہی مرے ہوں: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾، اس سے معلوم ہوا کہ زندہ معین کافر پر لعنت کرنے سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ اس کا خاتمہ ایمان پر بھی ممکن ہے، لہذا لعنت کا حکم صرف ان کفار

[341] سورة البقرة: 161

[342] تفسیر القرآن الکریم لابن کثیر: ج 1 ص 413، سورة البقرة، رقم الآية 161 "إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا"

پر مجموعی یا انفرادی طور پر لگایا جائے گا جن کا کفر حالت موت تک برقرار رہا۔

اشکال:

اوپر ذکر کردہ شق نمبر 4 سے معلوم ہوتا ہے کہ معین زندہ کافر پر لعنت کرنا جائز ہے اور یہاں شق نمبر 7 سے معلوم ہو رہا ہے کہ معین زندہ کافر پر لعنت کرنا جائز نہیں۔
بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

جواب:

- 1: جس معین زندہ کافر پر لعنت کرنا جائز ہے اس سے مراد ایسا کافر ہے جو اسلام کا صریح مخالف ہو، اپنی تصنیف، تقریر اور اثر و رسوخ کے ذریعے اسلام کو نقصان پہنچاتا ہو، ضدی اور ہٹ دھرم ہو، اور جس پر لعنت جائز نہیں اس سے مراد وہ معین زندہ کافر ہے جو اسلام کا صریح مخالف نہ ہو اور نہ ہی اسلام و مسلمانوں کے خلاف اپنی زبان، قلم یا طاقت کے ذریعے سرگرم ہو، بلکہ محض حالت کفر میں زندہ ہو۔
- 2: معین زندہ کافر پر لعنت کے جواز کی بنیاد یہ ہے کہ اگر وہ ایسا کافر ہو جس کے شر اور ضرر کا حقیقی خطرہ موجود ہو اور جو اپنی باطل سرگرمیوں کے ذریعے اسلام و مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہو، تو اس پر لعنت کرنا اس کی باطنی عداوت اور کفریہ عداوت سے باطل سے عوام الناس کو متنبہ کرنے اور اس کے ضرر سے بچانے کے لیے ایک دینی مصلحت پر مبنی اقدام ہو گا۔ لیکن اگر کوئی معین زندہ کافر ایسا ہے جو اگرچہ کفر پر قائم ہے مگر اسلام یا مسلمانوں کے خلاف محارب اور ضرر رساں نہیں، بلکہ اپنی حالت پر خاموشی سے زندگی گزار رہا ہے، تو اس پر لعنت جائز نہیں، کیونکہ ایسی صورت میں لعنت بے فائدہ اور بلا مصلحت عمل شمار ہوگی۔

[8]: ایک شخص کفر پر مر گیا اور اس کا کفر پر مرنا یقینی ہو اور وہ شخص جب تک زندہ تھا اسلام کے لیے نقصان کا باعث نہیں تھا، اگر اس شخص پر لعنت بھیجنے سے اس کے کسی رشتہ دار مسلمان کو تکلیف پہنچتی ہو تو اس شخص پر لعنت نہیں بھیجی جائے۔

جیسے ایک شخص کافر تھا اور اس کا بیٹا مسلمان ہے، اگر اس کافر پر لعنت بھیجیں تو اس کے بیٹے کو تکلیف ہوگی تو

اب اس پر لعنت نہ بھیجی جائے۔

معروف مفسر علامہ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الحنفی (ت 1127ھ) لکھتے ہیں:

الَّلَعْنُ عَلَى الشَّخْصِ، فَإِنْ كَانَ مِمَّنْ ثَبَتَ كُفْرُهُمْ شَرْعًا يَجُوزُ لَعْنُهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ أَذَى عَلَى مُسْلِمٍ. [343]

ترجمہ: کسی معین شخص پر لعنت کا حکم یہ ہے کہ اگر اس شخص کا کفر ثابت ہے تو اس پر لعنت کرنا جائز ہے بشرطیکہ لعنت کرنے سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ ہو۔
دلیل:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ: لَوْ كَانَ الْمُطْعَمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنَى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ. [344]

ترجمہ: محمد بن جبیر (بن مطعم بن عدی) اپنے والد (حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا: اگر مطعم ابن عدی آج زندہ ہوتے اور مجھ سے ان ناپاک قیدیوں کے حق میں سفارش کرتے، تو میں ان (قیدیوں) کو ان (مطعم) کی سفارش پر رہا کر دیتا۔
حضرت جبیر بن مطعم بن عدی رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے جنگ بدر کے موقع پر کفار کے ساتھ تھے اور مسلمانوں کے مقابلے میں لڑ رہے تھے۔ جنگ بدر میں جو کفار قیدی بنا کر لائے گئے تھے ان میں جبیر بن مطعم بھی تھے۔

اس روایت میں مطعم ابن عدی (جو حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کے والد تھے) کا ذکر ہے جو نوفل ابن عبد

[343] تفسیر روح البیان: ج 1 ص 142، سورة البقرة، رقم الآیة "وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ"

[344] صحیح البخاری: رقم الحدیث 3139

مناف کا پوتا ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جد قرابتی تھے۔ مطعم بن عدی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک احسان تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لیے طائف تشریف لے گئے اور وہاں سے واپس آئے تو مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نرغے میں لے کر نقصان پہنچانا چاہا مگر مطعم بن عدی نے ان مشرکین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کیا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبیر بن مطعم کے سامنے مذکورہ کلمات ارشاد فرمائے جس کا ایک مقصد جبیر بن مطعم کی تالیفِ قلب اور ان کو اسلام کی طرف راغب کرنا تھا۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

إِنَّهُ أَرَادَ بِهِ تَطْيِيبَ قَلْبِ ابْنِهِ جُبَيْرٍ وَتَأْلِيفَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ. [345]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان سے مطعم بن عدی کے بیٹے جبیر کے دل کو خوش کرنے اور اسے اسلام کی طرف مائل کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مطعم بن عدی نے حالت کفر میں اسلام کی مخالفت نہیں کی بلکہ مفید ثابت ہوئے، وہ اگرچہ حالت کفر میں فوت ہوئے لیکن اس کے باوجود ان کی وفات کے بعد ان پر لعنت نہیں کی گئی۔ اس کی ایک وجہ ان کے بیٹے کی تالیفِ قلب تھی۔

[9]: مسلمان جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں ان کے کسی فرد کو معین کر کے لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ لَعْنَ الْوَاحِدِ الْمُعَيَّنِ كَهَذَا الظَّالِمِ لَا يَجُوزُ. [346]

ترجمہ: ایک معین ظالم شخص پر لعنت کرتے ہوئے اسے "یہ ظالم" کہنا جائز نہیں۔

[345] مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج 7 ص 471 کتاب الجہاد، باب حکم الاسراء، الفصل الاول

[346] رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی: ج 5 ص 53 کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی حکم لعن العصاة

دلیل:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللَّهِ وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اللَّهُمَّ الْعَنْهُ مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتِي بِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَلْعَنُوهُ فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ." [347]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی تھا جس کا نام ”عبد اللہ“ تھا۔ لوگوں نے اسے حمار (گدھا) کا نام دے رکھا تھا۔ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شراب پینے کی وجہ سے کوڑوں کی سزا دی تھی۔ ایک دن اسے پھر لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اسے کوڑے مارے گئے۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر، اسے کتنی زیادہ مرتبہ (شراب پینے کی سزا کے لیے) لایا جاتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے لعنت مت کرو، اللہ کی قسم! جو بات مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

[10]: فوت شدہ مسلمان فاسق ہو تو اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) لکھتے ہیں:

لَمْ تَجُزْ عَلَى مُعَيَّنٍ لَمْ يُعْلَمْ مَوْتُهُ عَلَى الْكُفْرِ بِدَلِيلٍ وَإِنْ كَانَ فَاسِقًا مُتَهَوِّرًا كَيَزِيدَ عَلَى الْمُعْتَدِ. [348]

[347] صحیح البخاری: رقم الحدیث 6780

[348] رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی: ج 5 ص 53 کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی حکم لعن العصاة

ترجمہ: کسی متعین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں جب تک اس کا کفر پر مرنا کسی دلیل سے یقینی طور پر ثابت نہ ہو خواہ وہ ایک لاپرواہ فاسق شخص ہی کیوں نہ ہو جیسے صحیح قول کے مطابق یزید ہے (کہ وہ فاسق ہے لیکن اس پر لعنت جائز نہیں)۔

دلیل:

شریعت کا حکم ہے کہ مسلمان فاسق کی وفات کے بعد اس کا جنازہ پڑھا جائے، اس کے لیے استغفار کی جائے، استشفاع کیا جائے اور ایصال ثواب کیا جائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان فاسق کے لیے وفات کے بعد دعا کی جائے، اس پر لعنت نہ بھیجی جائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی
اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَبِيْدٌ مَّجِيْدٌ

فصل چہار دہم

فاسد العقیدہ شخص کی اقتداء میں نماز کا حکم

فاسد العقیدہ شخص کی اقتداء میں نماز کا حکم

فاسد العقیدہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی، واجب الاعداء ہے۔

(1): حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1362ھ) ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: (سوال وجواب دونوں نقل کیے جاتے ہیں)

"سوال (293): غیر مقلد کے پیچھے حنفی کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور کیسی ہوتی ہے؟

جواب: غیر مقلد بہت طرح کے ہیں، بعض ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا خلاف احتیاط، مکروہ یا باطل ہے۔ چونکہ پورا حال معلوم ہونا فی الفور مشکل ہے اس لیے احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم" [349]

(2): مفتی عبدالرحیم لاچپوری رحمہ اللہ (ت 1422ھ) ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: (سوال وجواب دونوں نقل کیے جاتے ہیں)

"غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنا: (سوال ۲۳۱) غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں بعض حنفی غیر مقلدوں کی مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) مقلدین وغیر مقلدین میں بہت سے اصولی و فروعی اختلاف ہیں مثلاً یہ لوگ صحابہ کو معیار حق نہیں مانتے۔ ائمہ اربعہ پر سب و شتم کرتے ہیں اور ان کی تقلید کو جس کے وجوب پر امت کا اجماع ہو چکا ہے اس کو بدعت بلکہ بعض تو شرک تک کہہ دیتے ہیں اور اسی طرح بہت سے اجماعی مسائل کے منکر ہیں، بیس رکعت تراویح کو بدعت عمری کہتے ہیں۔ وقوع طلاق ثلاثہ کو قرآن و حدیث کے خلاف کہتے ہیں۔ جمعہ کی اذان اول کو بدعت عثمانی کہتے ہیں۔ اور بعض تو چار سے زائد عورتوں سے نکاح کو جائز کہتے ہیں، متعہ کے جواز کے قائل ہیں اس لیے ہمارے اکابرین فرماتے ہیں کہ حتیٰ الوسع ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور نماز جیسی اہم عبادت کو مشتبہ طور پر ادا کرنا کس طرح

مناسب ہو سکتا ہے؟ اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھ لی تو احتیاطاً بعد میں اعادہ کر لے۔" [350]

(3): مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ (ت 1422ھ) لکھتے ہیں:

"آج کل کے غیر مقلدین کی اکثریت صرف یہی نہیں کہ رعایت مذہب کا خیال نہیں رکھتی بلکہ اس کو غلط سمجھتی ہے، اور عہدِ اس کے خلاف کا اہتمام کرتی ہے اور اس کو ثواب سمجھتی ہے اس لیے ان کی اقتداء سے حتی الامکان احتراز لازم ہے.... یہ تفصیل اس وقت ہے جب امام صحیح العقیدہ ہو، اگر اس کا عقیدہ فاسد ہے، مقلدین کو مشرک جانتا ہے اور سب سلف کرتا ہے [یعنی اکابرین امت کو گالیاں دیتا ہے] تو اس کی امامت بہر حال مکروہ تحریمی ہے۔" [351]

(4): دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ (Fatwa ID: 395-318/D=4/1435-U) میں لکھا ہے:

"اگر غیر مقلد امام سوتی موزے پر مسح کرتا ہے یا تقلید کو شرک کہتا ہے یا ائمہ مجتہدین کو برا بھلا کہتا ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز درست نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم، دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند"

(5): دارالعلوم دیوبند فتویٰ (فتویٰ: 787-798/1433/N=10) میں لکھا ہے:

"جو غیر مقلد تقلید کو شرک، خلفائے راشدین کی جاری کردہ سنن کو بدعات اور ائمہ مجتہدین وغیرہم کے متعلق زبان درازیاں کرتا ہو وہ فاسق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، اور آج کل کے اکثر غیر مقلدین ایسے ہی ہوتے ہیں اس لیے ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے.... واللہ تعالیٰ اعلم، دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند"

(6): جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی کے فتویٰ (144202200404) میں لکھا ہے:

"بدعتی کی اقتداء میں نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ کسی صحیح العقیدہ، متقی، پرہیزگار امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے.... اگر کوئی شخص ایسی بدعات میں مبتلا ہو جو حد کفر و شرک تک پہنچی ہوئی ہوں اور اس میں

[350] فتاویٰ رحیمیہ: ج 4 ص 183 باب الامامۃ والجماعۃ

[351] احسن الفتاویٰ: ج 3 ص 282 باب الامامۃ والجماعۃ

تاویل معتبر نہ ہو، یا یقینی طور پر اس کے عقائد کا شرکیہ ہونا معلوم ہو تو ایسے بدعتی امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور اگر کسی نے پڑھ لی تو اعادہ ضروری ہوگا۔"

دلیل:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلَى هَذِهِ الْاِسْلَامِ ". [352]

ترجمہ: ابراہیم بن میسرہ رحمہ اللہ (ثقة تابعی) سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی تو اس نے اسلام (کی عمارت) کو گرانے میں معاونت کی۔

فائدہ: فاسد العقیدہ بدعتی شخص کو امام بنانے میں بھی اس کی تعظیم ہے جو حدیث مذکور کی رو سے جائز نہیں!

اشکال:

امام ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بغدادی دارقطنی رحمہ اللہ (ت 385ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " صَلُّوا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ، وَصَلُّوا عَلَى كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ، وَجَاهِدُوا مَعَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ ". [353]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نیک و گنہگار شخص کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو! ہر نیک و گنہگار میت کی نماز جنازہ پڑھ لیا کرو اور ہر نیک و گنہگار شخص (یعنی امیر) کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرو!

اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نماز ہر مسلمان کے پیچھے درست ہے چاہے وہ کتنا ہی فاجر کیوں نہ ہو!

[352] شعب الایمان للبیہقی: ج 7 ص 61 رقم الحدیث 9464

[353] سنن الدار قطنی: ص 302 باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه رقم الحدیث 1750

جواب:

اس حدیث میں ”فاسق“ سے مراد وہ شخص ہے جس کے عقائد تو درست ہوں لیکن اعمال میں فسق آچکا

ہو۔

اگر امام ایسا شخص ہو کہ اس کا فسق حد کفر تک جا پہنچا ہو تو ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر امام کا عقیدہ خراب ہے اگرچہ اعمال میں بظاہر اچھا ہو تو بھی اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی۔

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحاوی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1231ھ) لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ: الْفَاسِقُ بِالْجَارِحَةِ لَا بِالْعَقِيدَةِ. [354]

ترجمہ: ”فاسق“ سے مراد اعمال کے اعتبار سے اللہ کی اطاعت سے نکلنے والا شخص ہے نہ کہ عقیدہ کے اعتبار سے۔

فائدہ:

فاسد العقیدہ امام کے پیچھے ان لوگوں کی نماز جائز نہیں جو اس امام کو ہٹانے کا اختیار رکھتے ہوں، البتہ جو افراد اس امام کو ہٹانے پر قدرت نہ رکھتے ہوں تو انہیں اکیلا نماز پڑھنے کے بجائے جماعت کے ثواب کے لیے اس امام کی اقتدار میں نماز پڑھنی چاہیے۔

دارالعلوم کراچی کے فتویٰ (28/1410) میں ہے:

”جو شخص اس عقیدہ [عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم] کو شرک کہتا ہے اس کا طریقہ جمہور اہل السنۃ والجماعت سے ہٹا ہوا ہے، ایسے شخص کو اپنے اختیار سے امام نہ بنایا جائے۔ تاہم اگر ایسے شخص کو امامت سے ہٹانے پر قدرت نہ ہو تو پھر مجبوری کی صورت میں جماعت چھوڑنے کی بجائے ایسے امام کے پیچھے بھی نماز ادا ہو جاتی ہے۔“

فصل پانزدہم

سنتِ رسول ﷺ کی تعریف	سنت کا لغوی اور اصطلاحی معنی
سنت کی اقسام	سنتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	سنت اور رواج میں فرق
بدعت کی اقسام	

سنت

سنت کا لغوی معنی:

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت 970ھ) لکھتے ہیں:

هِيَ لُغَةً الطَّرِيقَةُ الْمُعْتَادَةُ وَلَوْ سَيِّئَةً. [355]

ترجمہ: لغوی اعتبار سے سنت سے مراد "راجح راستہ" ہے چاہے وہ برا ہی کیوں نہ ہو۔

سنت کا اصطلاحی معنی:

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت 970ھ) لکھتے ہیں:

وَأَصْطِلَاحًا: الطَّرِيقَةُ الْمَسْلُوكَةُ فِي الدِّينِ. [356]

ترجمہ: اصطلاحی اعتبار سے سنت سے مراد؛ دین میں اختیار کیا جانے والا طریقہ ہے۔

سنت رسول ﷺ کی تعریف:

ملا جیون شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق الحنفی رحمہ اللہ (ت 1130ھ) لکھتے ہیں:

السُّنَّةُ تُطْلَقُ عَلَى قَوْلِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِعْلِهِ وَسُكُوتِهِ. [357]

ترجمہ: سنت؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور سکوت (یعنی تقریر) کو کہا جاتا ہے۔

سنتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم:

”سنت“ کا اطلاق جس طرح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے اسی طرح دین میں جاری شدہ طریقہ

[355] البحر الرائق شرح كنز الدقائق: ج 1 ص 17 کتاب الطہارۃ

[356] البحر الرائق شرح كنز الدقائق: ج 1 ص 17 کتاب الطہارۃ

[357] نور الانوار: ص 187 باب اقسام السنۃ

پر بھی ہوتا ہے چاہے وہ طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمایا ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے۔

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) فرماتے ہیں:

أَقُولُ : إِنَّ سُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ أَيْضًا تَكُونُ سُنَّةَ الشَّرِيعَةِ لِمَا فِي الْأُصُولِ : أَنَّ السُّنَّةَ سُنَّةُ الْخُلَفَاءِ وَسُنَّتُهُ. [358]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ بے شک خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت بھی شرعی سنت ہوتی ہے کیونکہ یہ بات اصول میں طے شدہ ہے کہ سنت سے مراد خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت ہے۔

دلیل:

امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْعُرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجَلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَانَ هَذِهِ مَوْعِظَةً مَوْعِجٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ: "أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسِيرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلَّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ". [359]

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں

[358] العرف الشذی للکشمیری: ج 2 ص 294

[359] سنن ابی داؤد: رقم الحدیث 4607

ایک دن نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں نہایت مؤثر انداز میں نصیحت فرمائی جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دلوں میں خوف پیدا ہو گیا۔ ایک شخص نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! معلوم ہوتا ہے کہ یہ الوداعی نصیحت ہے، اس لیے آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور تم کو (مسلمان) امیر کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اور اس کی باتوں کو سن کر بجالانے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہو۔ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلاف دیکھے گا۔ ایسے وقت میں تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا اور اس پر مضبوطی سے قائم رہنا اور دین میں نئی نئی باتیں (یعنی نئے عقیدے اور نئے عمل) پیدا کرنے سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اشکال:

اس حدیث میں الفاظ ہیں: "فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّيَيْنِ"۔

یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت دونوں کا ذکر ہے، لیکن آگے فرمایا گیا: "تَمَسَّكُوا بِهَا"، حالانکہ دو سنتیں ہیں اور ضمیر تنثیہ "بِهَا" آنی چاہیے تھی، پھر ضمیر واحد "بِهَا" کیوں لائی گئی؟

جواب:

یہاں ضمیر واحد "بِهَا" لانے میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ بظاہر سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت خلفائے راشدین دو الگ سنتیں ہیں، لیکن حقیقت میں یہ ایک ہی سنت کے دو پہلو ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اصل ہدایت ہے، اور خلفائے راشدین کی سنت اسی ہدایت کا تسلسل اور اس پر قائم رہنے کی عملی صورت ہے۔

خليفة راشد کی سنت وہاں معتبر ہوتی ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی صریح ہدایت نہ ہو؛ اس وقت وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا قائم مقام قرار پاتی ہے۔

اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "بِهَا" فرمایا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ دونوں کو الگ الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا، بلکہ دونوں دراصل ایک ہی حقیقت کی دو جہات ہیں۔ لہذا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت

کو چھوڑنا گمراہی ہے، اسی طرح خلفائے راشدین کی سنت کو ترک کرنا بھی گمراہی ہے۔
مثال:

جمعہ کی اذانِ اول؛ سنتِ خلیفہ راشد ہے۔

شیخ محمد بن صالح بن محمد بن عثیمین رحمہ اللہ (ت 1421ھ) لکھتے ہیں:

وَالْجُمُعَةُ لَهَا أَذَانٌ أَوَّلٌ مِنْ سُنَّةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ أَحَدُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الَّذِينَ
أُمِرْنَا بِاتِّبَاعِ سُنَّتِهِمْ. [360]

ترجمہ: جمعہ کی پہلی اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہیں جن کی اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

سنت کی اقسام:

سنت کی دو اقسام ہیں:

سنتِ عادت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض افعال وہ تھے جنہیں آپ نے بطورِ عادت اختیار فرمایا، مثلاً لباس پہننے کا انداز، کھانے پینے کا طریقہ یا روزمرہ کے دیگر معمولات۔ ان افعال کو فقہاء کی اصطلاح میں سننِ زوائد، سننِ عادیہ یا امورِ عادیہ کہا جاتا ہے۔

سنتِ عبادت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال جو خالصتاً عبادات اور دین کے شعائر کے دائرے میں آتے ہیں، انہیں سننِ غیر عادیہ یا سننِ ہدی کہا جاتا ہے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز بن احمد ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ) لکھتے ہیں:

وَالسُّنَّةُ نَوْعَانِ:

سُنَّةُ الْهُدَى، وَتَرْكُهَا يُوجِبُ إِسَاءَةً وَكَرَاهِيَةً كَالْجَمَاعَةِ وَالْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَنَحْوِهَا.

وَسُنَّةُ الزَّوَائِدِ، وَتَرْكُهَا لَا يُوجِبُ ذَلِكَ، كَسَيْرِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي لِبَاسِهِ وَقِيَامِهِ

[361]

وَقُعُودِهِ.

ترجمہ: سنت کی دو قسمیں ہیں:

سنتِ ہدیٰ: جس کو چھوڑنا بُر اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے، جیسے باجماعت نماز، اذان، اقامت وغیرہ۔

سنتِ زوائد: جس کو چھوڑنے سے ایسا لازم نہیں آتا، جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس پہننے، کھڑے ہونے اور بیٹھنے کے طریقے۔

فائدہ نمبر 1:

1: احادیث میں جو سنت پر اجر کا وعدہ ہے اس سے مراد: سنتِ عبادت "ہے۔

2: ہمیں اجر سنتِ عبادت پر بھی ملے گا اور سنتِ عادت پر بھی۔ اس لیے کہ ہم اس پر عمل محض "طریقہ" سمجھ کر نہیں کر رہے بلکہ اس لیے کر رہے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

فائدہ نمبر 2: سنت اور رواج میں فرق

1. سنت

تعریف: سنت اس طریقہ کا نام ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عمل کیا، آپ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے اپنایا ہو۔

ماخذ: قرآن، حدیث اور آثارِ صحابہ (رضی اللہ عنہم)۔

[361] رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین الشامی: ج 1 ص 230 کتاب الطہارۃ سنن الوضوء، مطلب فی السنۃ وتعریفہا

حیثیت: سنت دین کا حصہ ہے، اس پر عمل باعثِ ثواب ہے، اور اس کا ترک باعثِ محرومی بلکہ بعض صورتوں میں گناہ بھی ہو سکتا ہے (جیسا کہ "سنن ہدی")۔

مثال: نماز کے لیے اذان دینا، جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا، سلام کرنا، مسواک کرنا۔

2. رواج

تعریف: وہ طریقہ یا عمل جو کسی قوم یا علاقے میں عرف و عادت کے طور پر رائج ہو، لیکن اس کی بنیاد وحی یا سنت نبوی پر نہ ہو۔

ماخذ: عرف و عادت، مقامی یا ثقافتی اثرات۔

حیثیت: رواج بذاتِ خود دین نہیں ہے، البتہ اگر شریعت سے ٹکراتا نہ ہو تو مباح رہتا ہے۔ لیکن اگر شریعت کے خلاف ہو تو ناجائز اور مردود ہے۔

مثال: شادی میں کچھ مخصوص رسمیں، کپڑوں کے بعض انداز، یا میل جول کے معاشرتی طریقے جو دین سے ثابت نہیں۔

بدعت

لغوی معنی:

امام ابو الفتح ناصر بن عبد السید المظفری الحنفی اللغوی رحمہ اللہ (ت 616ھ) لکھتے ہیں:

الْبِدْعَةُ اسْمٌ مِنْ "ابْتَدَعَ الْأَمْرَ" إِذَا ابْتَدَأَكَ وَأَخْدَعَكَ. [362]

ترجمہ: "بدعت" لفظ "ابْتَدَعَ الْأَمْرَ" سے ماخوذ ہے، (یہ اس وقت کہا جاتا ہے) جب کوئی شخص کسی کام کو شروع کرے اور اسے وجود بخشنے۔

اصطلاحی معنی:

1: حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 855ھ) لکھتے ہیں:

وَالْبِدْعَةُ فِي الْأَصْلِ إِحْدَاثُ أَمْرٍ لَمْ يَكُنْ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [363]

ترجمہ: بدعت اصل میں ایسے نئے ایجاد کیے ہوئے کام کو کہا جاتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود نہ تھا۔

2: علامہ ابراہیم بن موسیٰ بن محمد الغرناطی الشاطبی رحمہ اللہ (ت 790ھ) لکھتے ہیں:

طَرِيقَةُ فِي الدِّينِ مُخْتَرَعَةٌ تُضَاهِي الشَّرِيعَةَ يُقْصَدُ بِالسُّلُوكِ عَلَيْهَا الْمُبَالَغَةُ فِي التَّعَبُّدِ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ. [364]

ترجمہ: دین میں ایک ایسا نیا طریقہ جو گھڑا گیا ہو اور شریعت سے مشابہت رکھتا ہو، جس پر چلنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں حد سے بڑھنا ہو۔

3: شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1369ھ) لکھتے ہیں:

بدعت کہتے ہیں: ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب و سنت اور قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ ہو، اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔ [365]

بدعت کی تقسیم:

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔

[363] عمدة القاری شرح صحیح البخاری: ج 17 ص 155 باب فضل من قام رمضان

[364] کتاب الاعتصام: ج 1 ص 21

[365] تفسیر عثمانی: ج 3 ص 639، سورۃ الحدید، رقم الآیۃ 27 "وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا"

1: بدعتِ حسنہ

وہ دینی عمل جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد سامنے آیا، اس لیے کہ اس کا سبب یا محرک بعد میں پیدا ہوا، اور اس پر کتاب و سنت یا اجماع و قیاس کی روشنی بھی موجود ہے۔

2: بدعتِ سیئہ

وہ دینی کام جس کا سبب اور محرک زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں موجود تھا، مگر نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا اور نہ ہی صحابہ، تابعین یا تبع تابعین نے انجام دیا۔
بدعتِ سیئہ کو "بدعتِ قبیحہ" بھی کہتے ہیں۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 855ھ) لکھتے ہیں:

ثُمَّ الْبِدْعَةُ عَلَى نَوْعَيْنِ:

إِنْ كَانَتْ مِمَّا يَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَحْسَنِ فِي الشَّرْعِ فَهِيَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ،

وَإِنْ كَانَتْ مِمَّا يَنْدَرِجُ تَحْتَ مُسْتَقْبَحٍ فِي الشَّرْعِ فَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ. [366]

ترجمہ: پھر بدعت دو قسم کی ہے:

اگر وہ ایسی چیز ہو جو شرع میں پسندیدہ امر کے تحت آتی ہو تو وہ بدعتِ حسنہ ہے،

اور اگر وہ ایسی چیز ہو جو شرع میں ناپسندیدہ امر کے تحت آتی ہو تو وہ بدعتِ قبیحہ ہے۔

بدعت کی قباحت احادیث کی روشنی میں:

1: امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ

أَحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهُ وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُولُ: صَبَّحَكُمْ وَمَسَاكُمْ وَيَقُولُ:

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرُونَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى وَيَقُولُ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. [367]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور غضب و (جلال) شدید ہو جاتا تھا حتیٰ کہ ایسا لگتا جیسے آپ کسی لشکر سے ڈر رہے ہیں (اور) یہ فرما رہے ہیں کہ وہ (لشکر) صبح یا شام تک تم پر حملہ آور ہو جائے گا، اور فرماتے: مجھے اور قیامت کو یوں بھیجا گیا ہے “اور آپ اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر دکھاتے اور فرماتے: حمد و صلوة کے بعد بے شک بہترین کلام اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، زندگی کا بہترین طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ زندگی ہے، اور سب سے بُرے کام نئے پیدا کیے ہوئے امور ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ. [368]

ترجمہ: ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

2: امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبِي اللَّهِ أَنْ يَقْبَلَ عَمَلٌ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حَتَّى يَدْعَ بِدَعْتِهِ. [369]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ بدعتی کے عمل کو قبول نہیں فرماتا جب تک وہ اپنی بدعت کو ترک نہ کر دے۔"

[367] صحیح مسلم: رقم الحدیث 867

[368] سنن النسائی: رقم الحدیث 1579

[369] سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 50

3: امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّمَالِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً إِلَّا رَفَعَ مِنْهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسَّكَ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ إِحْدَاثٍ بِدْعَةٍ. [370]

ترجمہ: حضرت غُضَيْفِ بن حارث ثمالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب بھی کوئی قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اس کے مقابل ایک سنت اٹھالی جاتی ہے۔ پس سنت کو مضبوطی سے تھامنا، بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔"

التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الرَّا كِيَاتُ لِلَّهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ

خاتمہ

فرقہ ناجیہ و فرقہ ضالہ	شاذ اور فرقہ
تشدد اور تسدد میں فرق	دین، مسلک، مذہب، منہج
ایمان و کفر	تعصب اور تصلب میں فرق
چند کتب	سنت و بدعت
دعائے اختتام	

شاذ اور فرقہ

شاذ:

ایک مسئلہ پر اہل حق کے 99 افراد متفق ہیں اور اس مسئلہ میں اہل حق کا ایک فرد اختلاف کرتا ہے تو ان میں 99 کو سوادِ اعظم اور ایک کو ”شاذ“ کہتے ہیں۔

مثال:

بعض اہل علم کا تین طلاقیں کو ایک کہنا یا بعض اہل علم کا آٹھ رکعات تراویح کا قائل ہونا۔

حکم:

”شاذ“ کی اتباع نہیں کریں گے بلکہ ”سوادِ اعظم“ کی کریں گے۔

دلیل:

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ فَإِذَا رَأَيْتُمْ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ". [371]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ جب تم اختلاف دیکھو تو سوادِ اعظم کی پیروی کرو!

فائدہ نمبر 1:

”شاذ“ رائے کو گمراہ تو نہیں کہیں گے کیونکہ یہ اہل حق کے فرد کی رائے ہے، اسے ”تفرد“ کہیں گے۔

فائدہ نمبر 2:

اگر وہ فرد اپنی رائے کو حق کہہ کر دوسروں کی تضلیل کرتا ہے تو اس فرد کو ”ضال“ اور ”مُضِلّ“ کہیں گے۔

فائدہ نمبر 3:

اگر کوئی شخص اس فرد کی رائے کو ”مذہب“ بنا کر مشہور کرے تب بھی اس کو ”ضال“ اور ”مُضِلّ“ کہیں گے۔ [372]

فرقہ:

کئی ایک عقائد و مسائل کے حاملین افراد پر مشتمل گروہ کا نام ”فرقہ“ ہے۔

فائدہ نمبر 1:

فرقہ کی دو قسمیں ہیں:

۱: فرقہ ناجیہ

اگر کسی فرقہ کے عقائد و مسائل درست ہوں تو وہ فرقہ ناجیہ، اہل حق ہو گا۔

۲: فرقہ ضالہ

اگر کسی فرقہ کے عقائد و مسائل غلط ہوں تو وہ فرقہ ضالہ ہو گا۔

فائدہ نمبر 2:

فرقہ ضالہ کی دو قسمیں ہیں:

۱: فرقہ ضالہ کافرہ

اگر کوئی فرقہ ضروریات دین کے مقابلے میں چند ایک ضروریات دین گھڑ لے یا ضروریات دین میں سے

کسی ایک کا انکار کر دے تو یہ فرقہ ضالہ کافر ہو گا۔

مثال: منکرین ختم نبوت، منکرین قرآن، منکرین حدیث، منکرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

۲: فرقہ ضالہ مبتدعہ

اگر کوئی فرقہ ضروریاتِ اہل السنۃ والجماعۃ کے مقابلے میں چند ایک عقائد و مسائل گھڑ لے یا ضروریات

اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی ایک کا انکار کر دے تو وہ فرقہ ضالہ مبتدعہ ہو گا، البتہ فرقہ کافر نہیں ہو گا۔ [373]

مثال: منکرین عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، منکرین عصمت انبیاء علیہم السلام۔

فائدہ نمبر 3:

تہتر فرقوں کا مطلب

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذَوِ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّىٰ إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً." قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي." [374]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے ساتھ وہی صورت حال پیش آئے گی جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آچکی ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہو گی تو میری امت میں بھی ایسا شخص ہو گا جو اس کا

[373] التنقيحات

[374] جامع الترمذی: رقم الحدیث 2641

مرتب ہو گا۔ مزید فرمایا: بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک جماعت کو چھوڑ کر باقی سب فرقے جہنم میں جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جنت میں جانے والی جماعت کون سی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو بات میری اور اس کا مطلب میرے صحابہ سے لیں گے۔

فائدہ نمبر 1: اس حدیث مبارک میں جو تہتر فرقوں کا ذکر ہے ان سے مراد مسلمانوں کے تہتر فرقے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ ناجیہ ہادیہ اور بہتر فرقے ضالہ مبتدعہ ہیں۔

فائدہ نمبر 2: ان بہتر فرقوں کے متعلق جو یہ فرمایا ہے: ”كُلُّهُمْ فِي النَّارِ“ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرقے اپنے گناہوں کی سزا پانے کے لیے کچھ مدت کے لیے جہنم میں جائیں گے اور سزا پانے کے بعد بالآخر جنت میں داخل ہوں گے۔ جہنم میں جانے سے مراد یہ نہیں کہ یہ فرقے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔
مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ (ت 1385ھ) لکھتے ہیں:

اس ایک فرقہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو بلا کسی ادنیٰ عذاب کے جنت میں جائے گا اور یہ وہ ہو گا جس میں اعتقادی اور عملی کسی پہلو سے بھی بدعت نے راہ نہ پائی ہوگی۔ اگر بناء بر بشریت کوئی عملی کمزوری ان سے سرزد بھی ہو گئی ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت یا اسے معاف کر دے گی ورنہ قبر اور محشر کے شدائد میں کہیں اس کا حساب مجری کر لے گی۔ اس کے بالمقابل جو باطل فرقے ہیں ان کو اپنے افتراق اور تشتت کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ اس کے بعد وہ بھی جنت میں چلے جائیں گے۔ آخر کار اس امت کا ہر ہر فرقہ کچھ عذاب پا کر یا بلا عذاب جنت میں داخل ہو جائے گا۔

[375]

فائدہ نمبر 4: تہتر واں فرقہ

یہ وہ فرقہ ہے جو فقہاء اور علماء سے عداوت اور بغض رکھتا ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 671ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ الْعَارِفِينَ: هَذِهِ الْفِرْقَةُ الَّتِي زَادَتْ فِي فِرْقِ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ قَوْمٌ يَعَادُونَ الْعُلَمَاءَ وَيُبْغِضُونَ الْفُقَهَاءَ، وَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ قَطُّ فِي الْأُمَمِ السَّالِفَةِ. [376]

ترجمہ: بعض علمائے عارفین کا قول ہے کہ یہ جو فرقہ امت محمدیہ میں زائد ہوا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو علماء سے عدوات رکھتے ہیں اور فقہاء سے بغض رکھتے ہیں۔ یہ فرقہ امم سابقہ میں نہیں تھا۔

فائدہ نمبر 5: ایک عام قاعدہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی نعمت ملتی ہے تو اس کے مقابلے میں دشمن بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ”اجتہاد“ پہلی امتوں میں نہیں تھا تو اس کے دشمن بھی نہیں تھے۔ جب اس امت میں اجتہاد آیا تو اس کے دشمن بھی پیدا ہو گئے۔ تو یہ تہتراواں فرقہ اس امت میں اس لیے ہے کہ پہلی امتوں میں اجتہاد کی نعمت نہیں تھی۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 671ھ) ایک مقام پر لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ اجْتِهَادٌ، وَإِنَّمَا خُصَّ بِذَلِكَ أُمَّةٌ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [377]

ترجمہ: پہلی امتوں میں اجتہاد نہیں تھا۔ اجتہاد کی دولت خاص امت محمدیہ کو عطا ہوئی ہے۔

سوال:

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کے 73 فرقے ہوں گے لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ فرقوں

کی تعداد تو کافی زیادہ ہے۔ پھر اس حدیث کا کیا معنی ہو گا؟

تمہید:

(1) اس مضمون کی احادیث کے الفاظ مختلف مروی ہیں۔

[376] الجامع لاحکام القرآن: ج 1 ص 1259 سورة الانعام، رقم الآية 153 "وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ"

[377] الجامع لاحکام القرآن: ج 1 ص 1320 سورة الاعراف، رقم الآية 145 "وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَا ح"

(2) بعض میں صراحتاً 72، فرقوں کا اور بعض میں 73 فرقوں کا اور بعض میں "بضع" کا لفظ ہے۔

✽ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً فَهَلَكَتْ سَبْعُونَ فِرْقَةً وَخَلَصَتْ فِرْقَةً وَاحِدَةً وَإِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً فَتَهْلِكُ إِحْدَى وَسَبْعِينَ وَتَخْلُصُ فِرْقَةً. [378]

ترجمہ: بنی اسرائیل اکہتر (71) فرقوں میں بٹ گئے؛ ان میں سے ستر (70) ہلاک ہو گئے اور ایک فرقہ نجات پا گیا۔ اور میری امت بھی بہت جلد بہتر (72) فرقوں میں بٹ جائے گی؛ ان میں سے اکہتر (71) ہلاک ہو جائیں گے اور ایک فرقہ نجات پائے گا۔

✽ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً. [379]

ترجمہ: بنی اسرائیل بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک جماعت کو چھوڑ کر باقی سب فرقے جہنم میں جائیں گے۔

✽ تَفْتَرِقُ هَذِهِ الْأُمَّةُ عَلَى بَضْعٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَهْدَاهَا، قَالُوا: مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الْجَبَاعَةُ. [380]

ترجمہ: یہ امت بہتر (72) سے کچھ کم یا زیادہ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، اور میں یقیناً سب سے زیادہ ہدایت یافتہ فرقے کو جانتا ہوں۔ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون سا ہے؟ فرمایا: وہ جماعت ہے۔
(3) "بضع" کا اطلاق تین (3) کے عدد سے لے کر نو (9) تک ہوتا ہے۔

حافظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) لکھتے ہیں:

[378] مسند احمد: ج 10 ص 371 رقم الحدیث 12418

[379] جامع الترمذی: رقم الحدیث 2641

[380] مسند البزار: ج 2 ص 271 رقم الحدیث 6241

وَهُوَ عَدَدٌ مُبْهَمٌ مُقَيَّدٌ بِمَا بَيْنَ الثَّلَاثِ إِلَى التَّسْعِ كَمَا جَزَمَ بِهِ الْقَزَازُ.^[381]

ترجمہ: اور یہ ایک مبہم عدد ہے جو تین سے نو کے درمیان محدود ہے، جیسا کہ (شیخ ابو منصور عبد الرحمن بن محمد بن عبد الواحد) القزاز رحمہ اللہ (ت 535ھ) نے اس پر قطعیت ظاہر کی ہے۔

(4) عربی زبان میں ستر (70) کا عدد کثرت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:

سَبْعِينَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً﴾ جَمْعُ السَّبْعِ، الَّذِي يُسْتَعْمَلُ لِلْكَثْرَةِ.^[382]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً﴾ میں "سَبْعِينَ" لفظ "سَبْع" کی جمع ہے، جو کثرت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

جواب نمبر 1:

یہاں تہتر کا عدد؛ حصر کے لیے ہے اور مراد اس سے "امہات الفرق" ہیں۔

مثال: درخت کی شاخیں کئی ہوتی ہیں لیکن اس درخت کا تنا ایک ہوتا ہے۔

جواب نمبر 2:

یہاں تہتر کا عدد؛ کثرت کے لیے ہے یعنی اس امت میں کئی فرقے ہوں گے۔

جواب نمبر 3:

احادیث میں ایمان کی شاخیں "بضع وسبعون" (ستر سے کچھ زائد) بیان کی گئی ہیں، جن میں اصولی اور

فروعی اعمال سب شامل ہیں۔ انہی کے بالمقابل اس امت میں گمراہی کے فرقے بھی "بضع وسبعون" (یعنی تہتر کے

[381] فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج 1 ص 51 باب امور الایمان

[382] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج 10 ص 216 کتاب احوال القیامۃ، باب الحساب والقصاص والمیزان، الفصل الثانی

قریب) بتائے گئے ہیں۔ گویا یہ دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل ذکر ہوئے ہیں:

☆ ایک طرف ایمان کی شاخیں ہیں جو نجات کا ذریعہ ہیں۔

☆ دوسری طرف گمراہی کے فرقے ہیں جو ہلاکت کا باعث ہیں۔

یوں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ایمان کے ابواب کثیر اور متنوع ہیں، اسی طرح ضلالت کے راستے

بھی کثیر اور متنوع ہوں گے، مگر نجات صرف ایک ہی راستے پر ہے، اور وہ ہے "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"۔

مثال: اللہ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام، ملائکہ، رسل۔

فائدہ نمبر 1:

جس روایت میں ایمان کے ستر سے کچھ زائد شعبہ جات بیان کیے گئے ہیں وہ یہ ہے:

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً، أَفْضَلُهَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَوْضَعُهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ. [383]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں سب سے اعلیٰ شاخ کلمہ طیبہ ہے اور سب سے ادنیٰ شاخ کسی تکلیف دہ کو راستہ سے ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

فائدہ نمبر 2:

شریعت کے بنیادی اجزاء تین ہیں: 1: اعتقادات 2: عبادات 3: اخلاقیات

اور ان کی طرف اشارہ اس حدیث مبارک سے ہوتا ہے۔

دین، مسلک، مذہب، منہج

دین:

منصوصات قطعیات کا نام ہے جن کا انکار کفر ہے۔

مثال: آیات قرآنیہ، احادیث متواترہ

فائدہ:

کبھی دین کا اطلاق مطلق شریعت پر بھی ہوتا ہے۔

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ [384]

ترجمہ: دین؛ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہی ہے۔

مسلک:

منصوصات ظنیات کا نام ہے جن کا انکار اہل السنۃ والجماعۃ سے خروج ہے۔

مثال: اخبار آحاد

فائدہ: منصوصات ظنیہ دو قسم کے ہیں:

1: ظنی الثبوت

وہ منصوصات جو ثبوت کے اعتبار سے قطعی اور یقینی نہ ہوں یعنی ہر زمانہ میں اس کے نقل کرنے والے اس

قدر زیادہ نہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹی خبر پر اتفاق کر لینے کو عقل محال سمجھتی ہو۔

مثال: اخبار آحاد، جیسے

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَبْرَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ. فَيُقَالُ: انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبَدَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي! كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَكَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِطَرْقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ صَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ." [385]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں، ابھی وہ ان جانے والوں کے جوتوں کی آواز سن ہی رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھا دیتے ہیں، پھر وہ اس سے کہتے ہیں: تم اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس کو کہا جاتا ہے: دیکھو تمہارے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں تھی، اللہ نے اس کو تمہارے لیے جنت میں بیٹھنے کی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بندہ ان دونوں جگہوں کو دیکھے گا۔ رہا کافر یا منافق تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، تو اس سے کہا جائے گا تو نے عقل سے جانا، نہ قرآن مجید کی تلاوت کی، پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جائے گی جس سے وہ چلائے گا اور اس کے چلانے کو جن اور انسان کے علاوہ اس کے قریب کی تمام چیزیں سنیں گی۔

2: ظنی الدلالت

ایسی نصوص جن کی دلالت اپنے مفہوم پر یقینی نہ ہو یعنی اس کا مفہوم حتمی اور واضح نہ ہو، اس میں کسی دوسرے معنی کا احتمال موجود ہو۔

مثال: مؤول آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ﴾ [386]

ترجمہ: اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

یہاں لفظ ”قُرُوءٍ“ میں احتمال ہے کہ اس سے مراد ”طہر“ کے ایام ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد ”حیض“ کے ایام ہوں۔ اس احتمال کی وجہ سے یہ ظنی الدلالة ہوگی۔

ملحوظہ:

منصوصاتِ ظنیہ کا انکار اہل السنۃ والجماعۃ سے خروج اس وقت شمار ہو گا جب وہ منصوص ظنی کسی عقیدہ کے بارے میں ہو۔ مذکورہ مثال فرعی مسئلہ کے بارے میں ہے۔ اس لیے اگر کوئی مجتہد اس سے اختلاف کرے تو وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج نہ ہو گا کیونکہ اعتقادی اختلاف کا حکم الگ ہے اور فرعی اختلاف کا حکم الگ ہے۔

مذہب:

اجتہادیات کا نام ہے۔ جس میں ہر مذہب کے حق اور خطا ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ." [387]

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جب کوئی حاکم اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد (اللہ کے ہاں) درست ہو تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر

[386] سورة البقرة: 228

[387] صحیح البخاری: رقم الحدیث 7352

اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد (اللہ کے ہاں) خطا ہو تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔“

مثال: مذاہب اربعہ یعنی حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ
منہج:

طریقہ کار اور پالیسی کا نام ہے۔

مثال: دیوبند

چند فوائد:

فائدہ نمبر 1:

اصل چیز دین، مسلک اور مذہب ہے۔ منہج: وقت کے ساتھ مختلف ادوار میں بدلتا رہتا ہے۔

فائدہ نمبر 2:

شریعت (عقائد و اعمال) تو متعین ہے لیکن اس کی نشر و اشاعت کے طریقے مختلف ہیں۔

فائدہ نمبر 3:

”دِينُنَا الْإِسْلَامُ“
”مَسْلِكُنَا أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ“
”مَذْهَبُنَا الْحَنْفِيُّ“
”مَنْهَجُنَا الدِّيُوبَنْدُ“
ہمارا دین اسلام ہے۔
ہمارا مسلک اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔
ہمارا مذہب احناف ہے۔
ہمارا منہج، دیوبند ہے۔

فائدہ نمبر 4:

◆ کبھی مذہب کا استعمال دین پر بھی ہوتا ہے اور کبھی دین کا استعمال مذہب پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے بعض فارم میں مذہب کا خانہ ہوتا ہے اور مقصود اس سے ”دین“ کا سوال کرنا ہوتا ہے۔

◆ بعض لوگ غلط فہمی کی بناء پر مسالک کے اختلاف کو ادیان کا اور ادیان کے اختلاف کو مسالک کا اختلاف کہہ دیتے ہیں جو کہ درست نہیں۔

◆ بعض لوگ غلط فہمی کی بناء پر مذاہب کے اختلاف کو ادیان کا اور بعض ادیان کے اختلاف کو مذاہب کا اختلاف کہہ دیتے ہیں جو کہ درست نہیں۔

فائدہ نمبر 5:

- ◆ ادیان کا اختلاف؛ یہ حق اور باطل بمعنی کفر اور اسلام کا اختلاف ہے۔
- ◆ مسلک کا اختلاف؛ یہ حق اور باطل بمعنی سنت و بدعت، ہدایت و ضلالت کا اختلاف ہے۔
- ◆ مذہب کا اختلاف؛ یہ حق اور خطا کا اختلاف ہے جو باعثِ رحمت ہے۔
- ◆ منہج کا اختلاف؛ یہ طریقہ کار اور پالیسی کا اختلاف ہے۔

چند الفاظ میں فرق

تشدد اور تسدد میں فرق:

- تشدد: اپنے موقف پر سخت ہونا۔ جیسے لوہے کا زنجیر جو سخت ہونے کے باوجود ٹوٹ جاتا ہے۔
- تسدد: اپنے موقف پر مضبوط ہونا۔ جیسے ریشم کا رسہ جو نرم ہونے کے باوجود نہیں ٹوٹتا۔

تعصب اور تصلب میں فرق:

- تعصب: ضد و عناد کی بنیاد پر اپنے موقف پر پختگی سے کاربند رہنا
- تصلب: دلائل کی بنیاد پر اپنے موقف پر پختگی سے کاربند رہنا

فائدہ:

بہتر یہ ہے کہ مسلک حق پر پختگی کو ”تمسک“ کے لفظ سے تعبیر کیا جائے۔ اس لیے کہ حدیث میں ”تمسک“ کا لفظ آیا ہے۔

1: امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْعُرْبَاؤُ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجَلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَأَنَّ هَذِهِ

مَوْعِظَةٌ مَّوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ "أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّعْيِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبِشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمُهَدِّدِينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَظُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ". [388]

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک دن نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں نہایت موثر انداز میں نصیحت فرمائی جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دلوں میں خوف پیدا ہو گیا۔ ایک شخص نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! معلوم ہوتا ہے کہ یہ الوداعی نصیحت ہے، اس لیے آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور تم کو (مسلمان) امیر کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اور اس کی باتوں کو سن کر بجالانے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہو۔ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلاف دیکھے گا۔ ایسے وقت میں تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا اور اس پر مضبوطی سے قائم رہنا اور دین میں نئی نئی باتیں (یعنی نئے عقیدے اور نئے عمل) پیدا کرنے سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

2: امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ". [389]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص

[388] سنن ابی داؤد: رقم الحدیث 4607

[389] کتاب الزہد للبیہقی: ص 217، رقم 221

میری سنت کو میری امت کے فساد کے وقت مضبوطی سے تھامے رکھے، اس کے لیے سوشہیدوں کے برابر اجر ہے۔"

اشکال:

اس حدیث سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سنت کو زندہ کرے تو اسے سوشہیدوں سے زیادہ اجر ملے گا۔ اس طرح تو گویا سنت کو زندہ کرنے والے کا مقام شہید سے بلند قرار پاتا ہے، حالانکہ شہید اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دیتا ہے اور اس کا مرتبہ بہت عظیم ہے۔

جواب:

یہاں فرق سمجھنا ضروری ہے کہ ایک چیز اجر (ثواب) ہے اور دوسری چیز قدر (مقام و مرتبہ)۔ اس حدیث میں صرف اجر یعنی ثواب کے پہلو کو بیان کیا گیا ہے کہ امت کے فساد کے وقت سنت کو زندہ کرنے والے کو ثواب سوشہیدوں کے برابر ملے گا۔ لیکن جہاں تک قدر و مرتبہ کا تعلق ہے، وہ بہر حال شہید ہی کا زیادہ ہے۔ اس لیے سنت کو زندہ کرنے والے کا ثواب کثرتِ اجزاء کے اعتبار سے بڑھ سکتا ہے، مگر مرتبہ و مقام کے اعتبار سے شہید کی فضیلت باقی رہتی ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ

ایمان و کفر

ایمان اور کفر دو متضاد چیزیں ہیں۔ ایمان؛ صحت جبکہ کفر؛ بیماری ہے۔ جس طرح صحت مند ہونے کے لیے تمام بیماریوں سے پاک ہونا ضروری ہے لیکن بیمار ہونے کے لیے کسی ایک بیماری کا لگ جانا بھی کافی ہے اسی طرح مومن ہونے کے لیے تمام ضروریاتِ ایمان کی تصدیق ضروری ہے اور کافر ہونے کے لیے ضروریاتِ ایمان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کافی ہے۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) لکھتے ہیں:

وَلَا يَخْرُجُ الْعَبْدُ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا بِجُحُودٍ مَا أَذْخَلَهُ فِيهِ. [390]

ترجمہ: بندہ ایمان سے اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک ان چیزوں کا انکار نہ کر دے جن کے ماننے کی وجہ سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا۔

سنت و بدعت

سنت اور بدعت دو متضاد چیزیں ہیں۔ سنت؛ صحت جبکہ بدعت؛ بیماری ہے۔ جس طرح صحت مند ہونے کے لیے تمام بیماریوں سے پاک ہونا ضروری ہے لیکن بیمار ہونے کے لیے کسی ایک بیماری کا لگ جانا بھی کافی ہے اسی طرح اہل السنۃ والجماعۃ ہونے کے لیے تمام ضروریاتِ اہل السنۃ والجماعۃ کی تصدیق ضروری ہے اور بدعتی ہونے کے لیے ضروریاتِ اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی ایک کا انکار بھی کافی ہے۔

وَلَا يَخْرُجُ الْعَبْدُ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ إِلَّا بِجُحُودٍ مَا أَذْخَلَهُ فِيهِ. [391]

ترجمہ: بندہ اہل السنۃ والجماعۃ سے اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک ان چیزوں کا انکار نہ کر دے جن کے ماننے کی وجہ سے وہ اہل السنۃ والجماعۃ میں داخل ہوا تھا۔

[390] العقیدۃ الطحاوی: ص 25

[391] التنقیحات

چند کتب

اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد اور اصول عقائد کو پڑھنے، معلوم کرنے اور سمجھنے کے لیے ان کتب کا مطالعہ انتہائی مفید رہے گا۔

- [1]: الفقه الاکبر۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ت 150ھ
(مع شرح الفقه الاکبر۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الخفی رحمہ اللہ ت 1014ھ،
شرح الفقه الاکبر۔ محمد الیاس گھمن)
- [2]: عقیدہ طحاویہ۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ طحاوی رحمہ اللہ ت 321ھ
(مع شرح عقیدہ طحاویہ۔ محمد الیاس گھمن)
- [3]: العقائد النسفیۃ۔ امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد النسفی الخفی (ت 537ھ)
(مع شرح العقائد النسفیۃ۔ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی رحمہ اللہ ت 792ھ،
شرح عقائد نسفیہ۔ محمد الیاس گھمن)
- [4]: العقیدۃ الحسنیۃ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ت 1176ھ
(مع شرح العقیدۃ الحسنیۃ۔ محمد الیاس گھمن)
- [5]: المہند علی المفند۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ ت 1348ھ
(مع حاشیہ المہند علی المفند۔ محمد الیاس گھمن)
- [6]: اکفار الملحدین۔ خاتم المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ت 1352ھ
- [7]: عقائد الاسلام۔ شیخ التفسیر والحديث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ت 1394ھ
- [8]: جواہر الفقه جلد اول۔ مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ ت 1396ھ
- [9]: اسلامی عقائد۔ محمد الیاس گھمن
- [10]: کتاب العقائد۔ محمد الیاس گھمن

دعائے اختتام

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور کفر سے محفوظ رکھے، سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور بدعت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاَرْزُقْنَا اِتِّبَاعَهُ، وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

محتاج دعا

نمیر ریاض کھن

سرپرست مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

اتوار؛ 18- ربیع الثانی 1447ھ، 12- اکتوبر 2025ء

کتابیات

تفاسیر القرآن:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
1	قرآن کریم	
2	احکام القرآن	امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص رحمہ اللہ (ت 370ھ)
3	تفسیر السمرقندی	فقیہ ابو الیث نصر بن محمد بن احمد سمرقندی رحمہ اللہ (ت 373ھ)
4	تفسیر الکشف والبیان	امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعالبی النیسابوری رحمہ اللہ (ت 427ھ)
5	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی رحمہ اللہ (ت 606ھ)
6	الجامع لاحکام القرآن	امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 671ھ)
7	تفسیر الخازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی الخازن رحمہ اللہ (ت 741ھ)
8	تفسیر القرآن الکریم	حافظ اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ)
9	تفسیر السراج المنیر	امام شمس الدین محمد بن احمد الشربینی القاہری رحمہ اللہ (ت 977ھ)
10	تفسیر روح البیان	علامہ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الحنفی رحمہ اللہ (ت 1127ھ)
11	تفسیر روح المعانی	علامہ سید ابوالثناء محمود آلوسی بغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1270ھ)
12	تفسیر بیان القرآن	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1362ھ)
13	تفسیر عثمانی	شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1369ھ)
14	معارف القرآن	شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (ت 1394ھ)
15	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (ت 1396ھ)

حدیث، علوم حدیث، شروع حدیث:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
1	موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ)
2	مسند احمد	امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ)
3	صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ)
4	صحیح مسلم	امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ)
5	سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ (ت 273ھ)
6	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (ت 275ھ)
7	سنن الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ)
8	شمائل الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ)
9	مسند البزار	امام ابو بکر احمد بن عمرو البزار البصری رحمہ اللہ (ت 292ھ)
10	سنن النسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ)
11	المعجم الاوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ)
12	سنن الدار قطنی	امام ابو الحسن علی بن عمر بغدادی الدار قطنی رحمہ اللہ (ت 385ھ)
13	المستدرک علی الصحیحین	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 405ھ)
14	السنن الکبریٰ	امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیهقی رحمہ اللہ (ت 458ھ)
15	کتاب الزہد	امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیهقی رحمہ اللہ (ت 458ھ)
16	شرح مسلم	علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ)
17	فتح الباری شرح صحیح البخاری	حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی (ت 852ھ)
18	عمدة القاری شرح صحیح البخاری	حافظ بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 855ھ)

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
19	تدریب الراوی	علامہ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ)
20	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ)
21	المسوّی شرح الموطا	شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم محدث دہلوی (ت 1176ھ)
22	فیض الباری علی صحیح البخاری	امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ)
23	فتح الملہم شرح صحیح مسلم	شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت 1369ھ)
24	ترجمان السنۃ	مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ (ت 1385ھ)
25	شرح ریاض الصالحین	شیخ محمد بن صالح بن محمد بن عثیمین رحمہ اللہ (ت 1421ھ)
26	کشف الباری شرح صحیح البخاری	شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم اللہ خان رحمہ اللہ (ت 1438ھ)
27	ہدایۃ الساری الی دراسة البخاری	العلامة امداد الحق السلھتی البنغلادیشی

عقائد و علم الکلام:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
1	الفقہ الاکبر	امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوئی رحمہ اللہ (ت 150ھ)
2	کتاب الوصیۃ	امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوئی رحمہ اللہ (ت 150ھ)
3	کتاب العالم والمتعلم	امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوئی رحمہ اللہ (ت 150ھ)
4	العقیدۃ الطحاویۃ	امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ)
5	کتاب اصول الدین	امام استاذ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر التیمی البغدادی (ت 429ھ)
6	الاقتصاد فی الاعتقاد	حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ (ت 505ھ)
7	التمہید فی اصول الدین	امام ابو المعین میمون بن محمد بن محمد النسفی الحنفی رحمہ اللہ (ت 508ھ)
8	العقائد النسفیۃ	امام نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی الحنفی رحمہ اللہ (ت 537ھ)

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
9	کتاب المواقف	علامه عضد الدین عبد الرحمن بن احمد الابجی رحمہ اللہ (ت 756ھ)
10	شرح العقائد النسفية	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ)
11	شرح المقاصد فی علم الکلام	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ (ت 792ھ)
12	المسایرة شرح المسامرة	علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہام رحمہ اللہ (ت 861ھ)
13	شرح الفقه الاکبر	ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ)
14	النبراس شرح شرح العقائد	علامہ عبد العزیز پرباڑوی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1239ھ)
15	اکفار الملحدین	علامہ سید محمد نور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ)
16	العقيدة وعلم الکلام	شیخ الاسلام علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمہ اللہ (ت 1371ھ)
17	برائة الاشعريين من عقائد المخالفين	شیخ محمد عربی التتائی المالکی المعروف ابو حامد بن مرزوق (ت 1390ھ)
18	الدر الازهر فی شرح الفقه الاکبر	ابو محمد عبد القادر بن محمد العبري الحنفی السلهتی
19	الهداية الربانية فی شرح العقيدة الطحاوية	شیخ عبد العزیز بن عبد الله الراجحي

فقه واصول فقہ:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
1	کتاب الاجماع لابن المنذر	امام ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (ت 319ھ)
2	اصول الکرخي	امام ابو الحسن عبید اللہ بن الحسن الکرخي رحمہ اللہ (ت 340ھ)
3	اصول الشاشي	امام نظام الدین اسحاق بن ابراہیم الشاشي الحنفی رحمہ اللہ (ت 335ھ)

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
4	الفصول فی الاصول	امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص رحمہ اللہ (ت 370ھ)
5	المستصفی للغزالی	حجة الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ (ت 505ھ)
6	فتاویٰ قاضی خان	قاضی خان فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی رحمہ اللہ (ت 592ھ)
7	المغنی لابن قدامة	امام ابو محمد عبد اللہ ابن قدامة المقدسی الحنبلی رحمہ اللہ (ت 620ھ)
8	الاحکام فی اصول الاحکام	علامہ علی بن محمد الآدی رحمہ اللہ (ت 631ھ)
9	المجموع شرح المہذب	علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ)
10	الفتاویٰ الکبریٰ	حافظ تقی الدین احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ الحنبلی رحمہ اللہ (ت 728ھ)
11	رفع الملام عن الائمة الاعلام	حافظ تقی الدین احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ الحنبلی رحمہ اللہ (ت 728ھ)
12	البحر المحیط فی اصول الفقه	علامہ بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی رحمہ اللہ (ت 794ھ)
13	کتاب الاعتصام	علامہ ابراہیم بن موسیٰ بن محمد الغرناطی الشاطبی رحمہ اللہ (ت 790ھ)
14	التحریر فی اصول الفقه	علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہام رحمہ اللہ (ت 861ھ)
15	البحر الرائق شرح کنز الدقائق	علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت 970ھ)
16	الاشباه والنظائر	علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت 970ھ)
17	مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر	شیخ عبد الرحمن بن محمد الکلبیولی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1078ھ)
18	الدر المختار شرح تنویر الابصار	علامہ علاء الدین محمد بن علی الحسکفی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1088ھ)
19	فتاویٰ عالمگیری	شیخ نظام الدین برہان پوری رحمہ اللہ (ت 1092ھ) و دیگر علماء
20	نور الانوار	ملا جیون شیخ احمد بن ابی سعید بن عبد اللہ الحنفی رحمہ اللہ (ت 1130ھ)
21	حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح	علامہ احمد بن محمد الطحاوی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1231ھ)
22	رد المحتار علی الدر المختار	علامہ محمد امین بن عمر ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ)
23	مجموعہ رسائل	علامہ محمد امین بن عمر ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (ت 1252ھ)

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
24	قمر الائمار حاشیہ نور الانوار	مولانا عبدالحلیم انصاری لکھنوی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1285ھ)
25	امداد الفتاویٰ	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1362ھ)
26	تعلیم الاسلام	مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ (ت 1372ھ)
27	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی عبد الرحیم لاچپوری رحمہ اللہ (ت 1422ھ)
28	احسن الفتاویٰ	مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ (ت 1422ھ)

سیرت، سوانح، تاریخ:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
1	الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی رحمہ اللہ (ت 544ھ)
2	مناقب الامام الاعظم	امام ابوالمؤید موفق بن احمد الخوارزمی المکی الحنفی رحمہ اللہ (ت 568ھ)
3	تاریخ ابن خلدون	علامہ ابو زید عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون رحمہ اللہ (ت 808ھ)
4	عقود الجمان	امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 942ھ)
5	نشر الطیب	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1362ھ)
6	تاریخ دعوت و عزیمت	مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ (ت 1420ھ)

لغت، اصطلاحات:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
1	المغرب فی ترتیب المعرب	امام ابو الفتح ناصر بن عبد السید المنظر زی الحنفی رحمہ اللہ (ت 616ھ)
2	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی رحمہ اللہ (ت 660ھ)
3	کتاب التعریفات	امام علی بن محمد بن علی میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ (ت 816ھ)

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
4	التعاريف	علامہ محمد عبدالرؤف المناوی رحمہ اللہ (ت 1031ھ)
5	کشاف اصطلاحات الفنون	قاضی محمد علی تھانوی رحمہ اللہ (ت 1191ھ)
6	المنجد	لونیس معلوف (ت 1365ھ)

تصوف و اخلاق:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
1	أولياء الرحمن وأولياء الشيطان	حافظ تقی الدین احمد بن عبد الحليم ابن تیمیہ الحنبلی رحمہ اللہ (ت 728ھ)

متفرق:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
1	جامع بيان العلم وفضله	امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ)
2	القطب فی المنطق	شیخ قطب الدین ابو عبد اللہ محمد تھانی الرازی رحمہ اللہ (ت 766ھ)
3	شبهات کے جوابات	محمد الیاس گھمن
4	التنقیحات	محمد الیاس گھمن

دیگر:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف
1	تفسیر القرآن	سر سید احمد خان (ت 1898ء)
2	روحانی خزائن	مرزا غلام احمد قادیانی (ت 1908ء)